ہندوستانی اکیڈمی - صوبہ متحدہ
الہ آباد

اردو لائبریری

---

6 - 9 - 34

جواہرِ سخن

یعنی اُردو شعرا کے کلام کا انتخاب

جسے

مولوی محمد مبین کیفیؔ، چریاکوٹیؒ نے مرتب کیا

پہلی جلد: پہلا دور

پہلا اور دوسرا حصہ

۱۹۳۳

ہندستانی اکیڈمی صوبۂ متحدہ، الہ آباد

Published by

The Hindustani Academy, (U. P.)

ALLAHABAD

First Edition

Price ...	*Rs.* 4/8/-	(*Paper*)
	,, 5/-	(*Cloth*)

Printed by

S. S. Srivastava at the K. P. Press

ALLAHABAD

فہرست

خصوصیات دور اول

حصہ اول

شعراے دکن

انتخاب

حصہ اول

دور اول

احاطه مدارس و بیجاپور

حصہ دوم

شعرائے دہلي

اسماے شعرا

تعارف

چھ سال کی مسلسل کوششوں کے بعد اکیڈیمی "جواہر سخن" کی پہلی جلد پبلک کے روبرو پیش کرتی ہے ' اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے سنہ ۱۹۲۷ع میں یہ فیصلہ کیا تھا کہ اردو کے سربر آوردہ سخنوروں کے کلام کا انتخاب شائع کیا جائے ' ضرورت یہ تھی کہ ایک ایسا جامع انتخاب مرتب ہو جس میں نہ صرف غزلوں کا انتخاب ہو بلکہ وہ ہر صنف سخن پر حاوی ہو ' اس میں تاریخی اصول بھی مد نظر رہے تاکہ شعر اور اس کے زمانے کا تعلق عیاں ہو جاے اور زبان کی تدریجی ترقی کی منزلیں نگاہ کے سامنے آ جائیں - اس انتخاب میں اس امر کا بھی لحاظ رکھا جاے کہ نہ تو اتنا مختصر ہو کہ شاعر کی خصوصیات اور اس کے شاہکاروں کی پوری طرح نمایندگی نہ ہوسکے ' نہ اتنا بسیط ہو کہ اس میں کل رطب و یابس شامل ہو جائیں ' چنانچہ یہ انتخاب انہیں اصولوں کے تحت میں تیار ہوا ہے ' اس کے علاوہ اس میں شعرا کے انتخاب کے معاملے میں بھی احتیاط برتی گئی ہے ' جہاں تک ممکن ہوا

ہے ہر ایسا شاعر جس کو صاحب طرز کہہ سکتے ہیں اس میں شامل کیا گیا ہے -

اردو شاعری کی ابتدا سے آج تک متعدد دور قائم کئے گئے ہیں ' ہر دور ایک خاص زمانے تک محدود ہے ' جو شاعر اس زمانے میں ہوئے ' یا جو کلام حیطۂ تحریر میں آئے ' تاریخ کی قیود کے مطابق اس دور کے تحت میں جمع کر دئے گئے : آخری دور کے متعلق یہ تحریر کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جو شعرا بہ قید حیات ہیں ان کو اس انتخاب میں جگہہ نہیں دی گئی کیونکہ ان کے کارناموں کے متعلق خامہ فرسائی قبل از وقت معلوم ہوتی ہے -

انتخاب سخن کے علاوہ ' شاعروں کے حالات اختصار کے ساتھہ درج کئے گئے ہیں اور ہر شاعر کے کلام پر بہت مختصر نقد و تبصرہ بھی کر دیا گیا ہے - ہر جلد میں انتخاب سے پہلے خلاصہ دور کی صورت میں ' دور کی شعری خصوصیات پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی ہے ' مقصد یہ ہے کہ ناظرین کو " جواہر سخن " کے ذریعہ سے اردو شاعری سے مجملاً واقفیت اور اردو کے ان کارناموں سے تعارف ہو جاے جن پر اردو ادب کی عظمت کا انحصار ہے -

اکیڈیمی کی مجلس انتظامیہ نے یہ کام مولوی محمد مبین کیفی چریا کوٹی اردو اسکالر کے سپرد کیا انہوں نے اردو کے اشہر دواوین ' کلیات ' انتخابات ' تذکرے اور سوانح سامنے رکھہ کر یہ انتخاب تیار کیا ' چونکہ شعر کا انتخاب زیادہ تر ذاتی رحجانات کے زیر اثر ہوتا ہے لیکن اکیڈیمی کو یہ منظور تھا

کہ اس کی طرف سے جو انتخاب نکلے اس میں یہ کوشش کی جائے کہ جہاں تک ممکن ہو ایسا ہر دلعزیز مجموعہ مرتب ہو جس سے مختلف الطبائع ناظرین لطف اندوز اور محظوظ ہو سکیں ' اس لیے مجلس انتظامیہ نے ایک کمیٹی انتخاب پر نظر ثاني کی غرض سے مقرر کی ' یہ کمیٹي چھ ارکان پر مشتمل تھي ' ہر رکن کے سپرد ایک ایک جلد ہوئي مثلاً جناب مولانا سید محمد سلیمان صاحب ندوي نے پہلی - جناب مولانا سید مسعود حسن صاحب رضوي ادیب ایم - اے ریڈر لکھنؤ یونیورسٹي نے دوسری جلد - جناب نواب جعفر علي خاں صاحب اثر بی - اے نے تیسري - جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقي ایم - اے پی ایچ ڈي پروفیسر عربي و فارسی الہ آباد یونیورسٹي نے چوتھی - جناب مولانا نعیم الرحمان صاحب ایم - اے لکچرر فارسي ' الہ آباد یونیورسٹی نے پانچویں اور مرزا محمد عسکری صاحب بی - اے نے چھٹویں جلد کي تصحیح اور اس پر نظر ثاني کي - کمیٹي نے بہ حیثیت مجموعي ایک دستورالعمل بنایا جس کے تحت ہر ممبر یا رکن نے نظر ثاني کي - اس طرح اصل کتاب کی چھ جلدیں تیار ہوئیں اور انتخاب کی چھان بین ہوئي ' ان جلدوں کے علاوہ ایک جلد بسیط مقدمہ پر شامل ہے جس میں تمام اصناف سخن پر بحث کی گئی ہے -

دکني شعرا کے کلام کے انتخاب میں جو غیر معمولي دقتیں پیش آئیں ان میں سب سے زیادہ یہ ہے کہ ان کے کلام کے جتنے انتخاب اب تک شائع ہوئے ہیں ان میں بیشتر ایسے ہیں جن میں دکني الفاظ کے صحت اور ستم کی چنداں پروا

نہیں کی گئی ہے ' اس لیے ان سے نقل اور اخذ کے سلسلے میں اهتمام صحت میں بہت دشواریاں پیش آتیں ' اگر جناب ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی ایم - اے ' پی ایچ ڈی پروفیسر عربی و فارسی الہ آباد یونیورسٹی کی اعانت شامل نہ ہوتی -

تارا چند

جنرل سکریٹری

۲۳ اگست سنہ ۱۹۳۳ع

تمہید

اُردو زبان کی ابتدا کس زمانے میں ہوئی ؟ ایسا سوال ہے جس کا جواب تحقیقات کا محتاج ہے -

اس میں شبہ نہیں کہ غزنوی حملہ‌آوروں کے وقت سے فارسی بولنےوالے ترک خراسانی اور وسط ایشیا کے رہنےوالوں اور شمالی مغربی ہند کے آریائی زبانیں بولنےوالے باشندوں میں ربط ضبط پیدا ہوا -

جب محمود نے پنجاب پر قبضہ کیا ، اور اس کے جانشینوں نے لاہور کو اپنا پایۂتخت بنایا تو معاشرتی اور مذہبی ضروریات کے سلسلے میں وہ زبانیں بننے لگیں جن میں پنجابی اور ہندی ترکیبوں کے ساتھہ فارسی اور عربی تصرفات پائے جاتے ہیں -

غزنوی حکمران ابتدا ہی سے ہندوؤں کے ساتھہ میل‌جول رکھتے تھے ، محمود اور مسعود کی فوجوں میں ہندو سپاہی اور افسر ملازم تھے ، غالباً انہیں تعلقات کی وجہ سے درباری اور فوجی زبانوں میں تغیر کی ابتدا ہوئی - مشائخ اور صوفیہ ان حملہ‌آوروں سے پہلے ہی یہاں آکر بس چکے تھے ، اور مذہبی تعلیم اور تلقین میں مشغول ہو چکے تھے ، قیاس کہتا ہے کہ ان کو اور ان کی طرح علما کو بھی یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسی زبان میں ہندوستانی باشندوں سے بات چیت کریں جس

کو وہ سمجھہ سکیں ، کاروبار اور معاملت نے اس تحریک کو اور
قوت پہونچا دي ، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلطان ابراهیم کے زمانے
میں مسعود سعد سلمان اور ابو عبداللہ الذکتي جو فارسي کے
شاعر تھے ہندي میں شعر کہنے لگے - کہا جاتا ہے کہ
اس زبان میں ان کے دیوان بھي مرتب ہوے ، گو ان کے کلام کا
نمونہ نایاب ہے ، یہ امر متحقق معلوم ہوتا ہے کہ بارھویں صدی
عیسوي میں اس نئي زبان ہندي میں شاعري کي ابتدا ہوئي -

تیرھویں صدي میں ترکوں کا تسلط شمالي ہندوستان پر ہوا
اور دھلي پایہ‌تخت قرار پایا ، اس دور میں مشاهیر علم و ادب مشائخ
اور صوفیہ ہندوستان میں چاروں طرف پھیل گئے ، ہندوستانیوں
اور پردیسیوں میں گھرے تعلقات قائم ہو گئے ، دونوں ایک دوسرے
کے خیالات سے متاثر ہوے اور اس طرح معاشرت اور زبان میں
روز بروز تبدیلیاں ہونے لگیں -

انقلاب کے ان نئے مظاهروں کي دلچسپ تاریخ ابھي ہماري
آنکھوں سے اوجھل سي ہے ، لیکن اس دھندھلکے میں ایک ہستي
بہت نمایاں اور روشن ہے وہ ہستي حضرت امیر خسرو دھلوي کي
ہے ، امیر خسرو ۱۲۵۳ع میں پیدا ہوئے اور علائي زمانے میں اپنے
غیر معمولي ادبي کارناموں کی وجہ سے مشہور ہوئے ان کے نام کي
طرف ہندی کی بہت سي پہیلیاں کہہ مکرنیاں اور نظمیں منسوب
ہیں اگرچہ اس قول کی تصدیق کسی مستند ذریعہ سے قطعی
نہیں ہوتی لیکن قیاس اور بعض روایتیں کہتي ہیں کہ انہوں
نے ہندي میں طبع‌آزمائي ضرور کی - ان کي قابلیت کا جامع ہونا
اور زبانوں پر قدرت اس دعوے کے شواهد ہو سکتے ہیں -

نوسپہر میں خود لکھتے ہیں کہ مجھے سنسکرت زبان کا علم تھا - اوحدی کے قول کے مطابق برج بھاشا میں ان کے کئی ضخیم دیوان تھے -

چودھویں صدی میں گجرات اور دکن ' سلطنت دھلي کے زیر اثر آگئے اور ملک کے ان حصوں میں شاھي فوجیں انتظام کے سلسلے میں سکونت‌پذیر ہوئیں ' ان کے ساتھہ ساتھہ اصحاب علم اور ارباب دین و مذھب بھي یہاں پہونچ گئے ' یہ لوگ زیادہ تر پنجاب اور دھلي سے گجرات اور دکن میں وارد ہوئے اور یہاں کے باشندوں سے میل‌جول پیدا کیا ' اس وجہ سے ان کي بولي بازاروں اور خانقاھوں کي زبان بن گئی - چودھویں صدي کے اختتام سے پہلے دھلي کی سلطنت کا شیرازہ درھم برھم ھو گیا لیکن گجرات اور دکن کي سلطنتیں قائم رھیں ' یہاں علم اور ادب کا چرچا بڑھتا گیا ' دکن نے اِس میں سبقت اور فضیلت حاصل کي ' بھمني سلطنت کے زیرسایہ ' بادشاھوں کي سرپرستي اور فقیروں کے فیض سے اس نئي زبان نے ادبي حیثیت حاصل کر لي ' کسي نے اس زبان کو گجراتي کسي نے دکني کے نام سے پکارا ' اِسي زبان میں نظم‌نویسي اور نثرنگاری کا آغاز ھوا ' نثر ان لوگوں کے پیش نظر تھي جو عوام کو دیني مسائل سمجھانا چاھتے تھے ' أغلب ھے کہ نظم کي ابتدا کا سبب بھي اسی حلقہ کي یہی ضرورتیں رھي ھونگي -

نثر کا انحصار عقلی کارروائیوں پر ھے ' نظم کا تعلق ھمارے فطري جذبات سے ھے - انسان فطرتاً حسن و جمال کا شیفتہ ھے توازن اور موسیقیت اس کي طبیعت اور اس کی سرشت میں

داخل ہیں - وہ لکھنا پڑھنا پیچھے سیکھتا ہے اور گانا پہلے ' اسی لئے اردو زبان کیا بلکہ ہر زبان کی تاریخ نظم سے شروع ہوتی ہے -

پندرھویں اور سولھویں صدی میں دکن کے اندر جو زبان ادبی تالیفات اور تصنیفات کا ذریعہ بنی اس کو اردو کہنا نامناسب نہ ہوگا گو اس کو زمانہ حال کی اردو سے زیادہ مشابہت نہ ہو - اس زبان کی ساخت موجودہ اردو کی طرح آریائی ہے لیکن اس میں ہندی کا عنصر بہت زیادہ ہے اور غیر ملک کا کم ' دکنی نظم کا سرمایہ یہی ملکی زبان تھی لیکن جن سانچوں میں نظم ڈھلی ہے وہ فارس کے تھے -

فارسی اوزان ' فارسی بحریں ' فارسی عروض ' اور فارسی اصناف سخن نظم کی تشکیل کا ذریعہ بنیں اسی وجہ سے ہندی اور دوسرے ہندوستانی ادبیات سے اردو شاعری میں بین فرق پیدا ہو گیا - دکن کے شاعروں نے اس زبان میں مثنویاں ' قصیدے غزلیں ' مرثیے کہے اور اس طرح شاعری کو اوج کمال پر پہونچا دیا ' ان متقدمین کی شاعری آورد اور تصنع سے پاک ' سادگی اور بے تکلفی کی بے ساختہ تصویر ہے -

اٹھارھویں صدی کے اوائل میں ولی اورنگ‌آبادی دکن سے دہلی آیا - اس وقت دولت مغلیہ کی شوکت اور دبدبے کا آفتاب نصف‌النہار سے ڈھل چکا تھا ' لیکن دہلی کا دربار ابھی ان امیروں اور رئیسوں کا مرکز تھا جو زیادہ‌تر ایرانی ' تورانی نژاد تھے ' جن کی مادری زبان فارسی تھی ' دربار کے لواحقین اور شہر کے اہل علم فارسیت میں ڈوبے ہوے تھے ' ان لوگوں نے ولی کا خیر مقدم کیا اور اس کی

نظموں کو ھاتھوں ھاتھہ لیا ' اس کی شاعری کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا بلکہ بقول بعض ' انھیں نظموں کی وجہ سے فارسی کو چھوڑکر اِن لوگوں نے بول چال کی زبان کو شاعری کا ذریعہ بنایا - جب ادب کے نکھار سے دھلی کی زبان سنورنی اشروع ھوئی تو قدرتی طور پر بول چال کی زبان میں تبدیلی شروع ھوئی وہ الفاظ ' جن میں ھندی کے خاص حروف شامل تھے اور فارسی لفظوں میں استعمال نہیں ھوتے تھے ' جن کو فارسیداں اپنی زبان سے بآسانی ادا نہ کرسکتے تھے ادب سے خارج ھونے لگے ' اس کے علاوہ ' وہ الفاظ بھی جو عوام کی زبانوں پر چڑھے ھوئے تھے اور خواص ان کو بازاری قرار دیتے تھے ' متروک ھونے لگے ' اِس طرح کٹ چھٹ کر دھلی کی ٹکسالی اردو زبان تیار ھوئی ' اور اُس کی گود میں اردو ادب کی پرورش ھونے لگی - محمد شاہ کے عہد سے اس کی مستقل تاریخ شروع ھوتی ھے ' تقریباً دو سو برس کے اندر یہہ زبان ترقی کے ابتدائی مدارج طے کرتی ھوئی آج اُس درجہ پر پہونچی ھے کہ اعلے سے اعلے تعلیم کا ذریعہ قرار پائی -

اِس زبان میں علوم و فنون کی کتابوں کا آئے دن اضافہ ھو رھا ھے اور اس کا خزانہ ھر صنف کے کارناموں سے روز بروز مالامال ھوتا جاتا ھے -

وہ زمانہ آگیا ھے کہ ادبی ضروریات کا مطالبہ ھو کہ اردو کے شعبۂ نظم کا ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جائے جس سے اس کی تدریجی ترقی کا حال ظاھر ھو ' اور جس کے ذریعہ سے ھر دور کے شاھکار ایک ساتھہ شائقین اُردو کے سامنے پیش کئے جا سکیں - یہہ انتخاب جس کا نام "جواھر سخن" ھے اِن ضرورتوں کو پورا

کرنے کي غرض سے تیار کیا گیا ھے - مکمل انتخاب چھه جلدوں اور چھه دوروں میں ختم ھوا ھے - پہلي جلد اور پہلے دور کے دو حصے ھیں - پہلے حصے میں شعراے دکن کے کلام کا نمونه اور ان کے مختصر حالات ھیں ، دوسرے حصے میں شعراے دھلي کے کلام کا نمونه اور ان کے مختصر حالات اور خصوصیات درج ھیں -

---

خصوصیات

دور اول

حصہ اول

(شعرائے دکن)

اس دور میں قریب قریب تمام اصناف سخن موجود ہیں ، مسلسل نظمیں ، اخلاقی اشعار ، مناظر قدرت ، مستقل عنوانوں کے تحت میں مستقل نظمیں بھی ہیں ۔

ریختی کی ابتدا بھی اسی دور میں ہوئی ، مذاقیہ نظمیں جعفر زٹلی نے لکھیں ' لیکن ان پر بیان کی سادگی ، ایر پھیر سے اجتناب غالب ہے ؟ جو مضمون بیان کیا جاتا ہے بیساختگی سے ، جابجا تناسب لفظی بھی ہے لیکن اس کی صورت اتنی ناگوار نہیں کہ اس کے احساس اور ادراک سے نفرت پیدا ہو یا سلسلۂ بیان سے کوئی شے الگ تھلگ معلوم ہو ۔

دکنی شاعری کی لفظی خصوصیات میں یہ امر نمایاں ہے کہ اس نے اپنے فاتحوں کا اثر قبول نہیں کیا ، اس سے جہانتک ہو سکا اپنی ہی زبان کا آئینہ بنی رہی اگرچہ اس تعصب اور سختگیری نے اس کو محدود دائرے سے آگے بڑھنے نہیں دیا ، جہاں سے اس میں وسعت شروع ہوئی ہے وہیں سے فارسی زبان کا اثر معلوم ہوتا ہے ۔

مصنف گل رعنا نے اُردو پر فارسي اثرات کے متعلق یہ الفاظ
لکھے ھیں :-

"چونکہ اُردو شاعري کي ابتدا فارسي کي انتہا سے جا ملي ھے لہذا بہت سے خیالات جو خاص ملک فارس سے علاقہ رکھتے ھیں اس میں خودبخود آگئے ' ان خیالوں نے اُردو شاعری کو سنگلاخ بنا دیا -"

ایک طرف اگر یہ تسلیم کر لیا جاے کہ فارسی خیالات کے تتبع نے اُردو کو سنگلاخ بناکر اُس کی اصلي بہار کھو دي یعني جو بات اُس کو ھندوستان کي محسوس اور مرئي اشیا کو پیش نظر رکھنے سے حاصل ھوتي وہ فارس کي غیرمرئي ' اور غیر محسوس اشیا کے پیش نظر رکھنے سے حاصل نہیں ھوئي ' وھیں یہ بھي ماننا پڑیگا کہ فارسي کي طرز ادا اور انداز بیان کي تقلید نے اُردو شاعری کو بہت کچھہ آگے بھی بڑھا دیا ' لیکن باوجود اس کے اس دور کا یہ امتیاز نمایاں ھے کہ اس نے فارسي کا اثر بہت کم قبول کیا ھے ' جو کچھہ ھے وہ براے نام ھے اور اس کا پیوند نمایاں معلوم ھوتا ھے -

یہ بیان ظاھری اور لفظي گلکاریوں کے متعلق تھا ' اس کے علاوہ معنوي خصوصیات اور اثرات نے بھي شاعري کو متاثر کیا ھے -

اس کي وجہ یہ ھے کہ دکن جس طرح اس وقت ادبی ذوق کا مرکز تھا ' اُسي طرح فقرا کے تبلیغ و اشاعت کے اثر سے بھی مالامال تھا -

بہاءالدین باجن ' شاہ علي گام ' شیخ خوب محمد ' امین‌الدین گنج علم ' خواجہ بندہ نواز گیسو دراز کے ایسے بزرگوں کي تبلیغ و اشاعت اور تصوف کا نغمہ تمام دکن میں گونج رھا

تھا ' اس لئے شاعري کا اس رنگ سے متاثر هونا ضروري تھا - چنانچه اس دور کی شاعري میں جو چیز بقدر مشترک موجود هے وہ مختلف رنگوں اور اصناف میں خدا پرستی ' مذهبي رنگ کا غلو ' تصوف ' تعلیم اخلاق ' وغیرہ کا نمایاں هونا هے ' عشق مجازي کي جگه ' عشق حقیقي کے جذبات جلوہگر هیں -

چونکه تصوف کا شمار آل رسول کے ساتھه محبت اور عقیدت بھي هے اور ساتھه هي بیجاپور و دکن میں جو اسلامي سلطنتیں اس وقت قائم تھیں ' ان کے فرمانروا اکثر شیعه تھے ' اس لئے اس دور میں مراثي کي فراواني کے ذریعه سے حضرت علي اور حسنین علیهمالسلام کے ساتھه جوش عقیدت اور ان کے دشمنوں کے ساتھه نفرت اس دور کا نمایاں رنگ هے -

توحید و رسالت ' محاورات و مصطلحات تصوف ' جام ' ساغر ' ساقي میخانه ' میکشي ' شراب عرفان کے مضامین اکثر مسلسل نظموں اور غزلوں کا موضوع خصوصي هیں - شعراے دکن نے ان تمام خیالات اور مصطلحات سے اپني شاعری کو متاثر کیا هے -

هندی زبان کا اثر

دکني زبان اور بالخصوص دکني شاعری جو اس دور میں نمونه پیش کرني هے اس سے یه معلوم هوتا هے که هندی کا اثر دکني اردو پر پہلے هي سے وسیع حد میں موجود تھا ' بیک نظر معلوم هوتا هے که هندی زبان کے خصوصیات لفظي و معنوي ' ترکیب ' طرز ادا ' جذبات ' تخیل ' تشبیه و استعارے سب کچھه دکني شاعري میں موجود هیں -

ترکیب اور تشبیہ کي مثال ایک ساتھ یہ ھے :-

پون سیتي ھت راکھی ھے آپ کمر
سورج چند نمن جھمکے دوزر کمر

شعر کي ترکیب ھندي ھے ' ھندی میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کا لفظ اضافت (کا ' کي ' کے) محذوف ھوتا ھے ' مثلاً " نیدن نیر" آنکھوں کے آنسو ' کبھی آنکھوں میں آنسو کے معني میں بھي آتا ھے - یہ صورت دکنی شاعري میں کثرت سے ھے -

تشبیہ بھي چاند سورج سے اکثر دي جاتی ھے ' تخئیل اور طرز ادا بھی اس شعر کي ھندی ھے -

ھندی شاعری کي یہ خصوصیت اُردو کے لئے قابل رشک ھے کہ اس میں اظہار جذبات اکثر سادہ انداز میں کیا جاتا ھے ' یہي وجہ ھے کہ اس کي دلنشیني میں شبہہ نہیں رھتا ؛ دکني اردو شعرا نے اس رنگ کو بھی اُزایا ھے ' ھندی شعرا مشکل اور ناآشنا الفاظ استعمال کرنے سے پرھیز کرتے ھیں ' دکني شعرا نے اپني شاعري میں اس کو بھی پیش نظر رکھا ھے بلکہ کہا جا سکتا ھے کہ دکني اردو شاعری میں جہاں تک اس کا اھتمام ھے شاعري دلچسپ اور اثرانداز ھو گئي ھے -

ھندی میں لفظ ذو معنیین کا استعمال بھي جائز ھے ' مثلاً :-

کنور پیا انکھیو نہیں لاگي
جب سے لگے یہ نین

"پیارے کنور! میری آنکھ نہیں لگی (نیند نہیں آئی)

جب سے یہ آنکھیں لگیں (محبت ہوئي) - آنکھہ لگنے کے دو معنے ہیں -

دکني شاعری میں اس کا چربہ بھي اتارا گیا ھے ' ولي کے کلام میں جا بجا اس کي مثال ملےگي مثلاً اس کا ایک شعر اس طرح ھے :-

کیا سہم ھے آفات قیامت متی اس کوں
کھایا جو گئی تیر تجھہ ابرو کي کماں کا

" سہم " کے معنے ڈر اور تیر دونوں کے ہیں ' یہاں یہ لفظ دونوں معنے ادا کر رہا ھے -

ہندی میں عشق کا اظہار عورت کي زبان سے ہوتا ھے ' دکنی اردوے قدیم میں اس کا نمونہ بھي ھے مثلاً ہاشمی کاشعر ھے :-

سجن آویں تو پردے کے نکل کر بھار بیٹھونگي
بہانہ کر کے موتین کا پروتي ہار بیٹھونگی

فارسي زبان کا اثر

یہ عجیب بات ھے کہ دکني زبان جس قدر آگے بڑھتي گئي ھے اس پر فارسی خیالات ' جذبات ' طرز ادا ' ترکیب ' تشبیہیں اور استعارے قابو پاتے گئے ہیں ' چنانچہ ولي کی شاعري کے بعض حصے دکني سے بالکل علیحدہ معلوم ہوتے ہیں -

گل و بلبل ' سرو ' قمري ' شمع و پروانہ ' تغزل کے اجزا بن گئے اور یہ چیزیں بیشتر اظہار عشق کا ذریعہ بن گئیں ' اس کي وجہ یہ ھے کہ فارسي کي شاعری تغزل سے زیادہ تصوف لیکر آئي اور اس کو فضا نے قبول کر لیا -

خسرو ، حافظ ، سعدي ، جامی ، مولانائے روم ، صوفی بھي تھے اور شاعر بھي ، اس لئے ان کا رنگ غالب رھا ، دکن کے صوفیوں نے اس کے لئے زمین پہلے ھي طیار کرلي تھي اس لئے یہ شاعري یہاں آکر پھولی پھلي -

دکنی شاعري کي ابتدا میں عروض ، بحر و وزن کي بھي شدید پابندي معلوم نہیں ھوتي ، لیکن فطرت سلیم حتي‌الوسع اس راہ سے بھٹکتي ھوئي کم دکھائي دیتي ھے - اس کي وجہ یھي ھے نہ دکني شاعري میں اکثر ھندي بحریں رائج تھیں ، فارسي کے تدریجي اثر نے اپني مروجہ بحریں پیش کرا دیں ، اس لئے حتي‌الوسع پابندي کے ساتھہ وھی رائج ھو گئیں ، پہلے کھینچ تان ، تخفیف اور اضافے بالکل کم ھوتے ھوتے معدوم ھو گئے -

اس حصہ کے صاحبان طرز میں قطب شاہ دکن کا سب سے پہلا یا دوسرا شاعر کہا جاتا ھے - اس کا دیوان تمام اصناف سخن پر حاوی ھے - بقول مولوي عبدالحق صاحب ، دیوان کی ضخامت کا یہ حال ھے کہ بادشاہ تو بادشاہ اس دور کا کوئي پیشہ‌ور شاعر بھي مقابلہ نہیں کر سکتا -

اس نے مثنویاں ، قصائد ، مراثي ، غزلیں ، مستقل نظمیں ، اور اصناف اس طرح پیش کي ھیں کہ ھر صنف کو دوسري صنف سے اپني خصوصیات کے ساتھہ علیحدہ اور نمایاں دکھایا ھے - مثنویوں میں اپنے زمانہ کے پھولوں ، میووں ، ترکاریوں ، پرندوں ، اور رسم اور رواجوں کو بیان کیا ھے -

نصرتي بھي اس دور اور اس حصہ کا بہت قادرالکلام شاعر

تھا ، اس کے اشعار میں نسبتاً روانی زیادہ ہے - اس کی غزلیں ، مثنویاں ، نظمیں ، خاص رنگ رکھتی ہیں ، علی نامہ اس کا مشہور کارنامہ ہے ، گلشن عشق اور گلدستہ عشق بھی اسی کی تصنیفوں میں سے مشہور ہیں - وجہی کی مثنوی قطب مشتری مشہور ہے ، اس کی رباعیاں بھی خاص درجہ رکھتی ہیں -

غواصی کی ہجو ، بدصورت شہزادی کے عنوان سے قابل ذکر ہے ، اس نے ملا ضیاءالدین نخشبی کے طوطی نامہ کا اردو نظم میں ترجمہ کیا ہے -

قطبی کے مضامین پند و نصائح نظم میں پر اثر جذبات کا مرقع ہیں -

نشاطی کی مثنوی پھول بن اس دور کی مشہور مثنویوں میں سے ہے - اس کی زبان سادہ اور طرز بیان دلکش ہے -

جعفر زٹلی کا تمسخر اور مذاق اس دور کا خاص انداز ہے -

ہاشمی کی ریختی اولیت کے اعتبار سے قابل ذکر ہے -

قاضی محمود بحری نے اپنی نظموں میں رموز تصوف بیان کئے ہیں - ان کی مثنوی "من لگن" مشہور ہے -

ہاشم علی نے بہتر مرثیے لکھے -

ولی اس دور کا سب سے بڑا اور مستند شاعر ہے جس نے حقیقتاً اُردو شاعری کی بنیاد رکھی -

---

حصہ دوم

(شعرائے دہلی)

جو زمانہ دکن میں دکنی اُردو کی ترقی اور بتدریج غلبۂ فارسیت کا تھا وہی دہلی میں شاعری کے آغاز کا تھا -

دکن کے خاتم الشعراء ولی جب دہلی آئے تو اُن کے معاصرین حسب ذیل شعراء کا نام اہل تذکرہ لیتے ہیں -

قزلباش خاں امید - سلیمان قلی خاں وداد - علی قلی خاں ندیم - شیخ سعداللہ گلشن - مرتضیٰ قلی خاں فراق - میر شمس‌الدین فقیر - مرزا عبدالقادر بیدل - سراج الدین علی خاں آرزو -

اِن اساتین شاعری میں سعد اللہ گلشن وہ بزرگ ہیں جن کے فیض صحبت نے ولی کو اُردو کا شاعر بنایا ' سراج الدین علی خاں آرزو وہ شخص ہیں جن کے آغوش تربیت و تعلیم نے میر کے ایسا استاد شعراء طیار کیا -

دہلی کی اُردو شاعری پر ابتدا سے فارسی کا غلبہ ہے ' اس کی وجہ تذکرہ نویسوں نے یہ بتائی ہے کہ فارسی‌گو شعرا اس طرف متوجہ ہوے اور ان کی توجہ نے اُردو شاعری کو سند قبول عطا کیا -

ان کے کلام کا نمونہ اُردو تکسالی کا قدیم‌ترین نمونہ کہا جائےگا - چنانچہ اِن کے بعض نمونے یہ ہیں :-

۱ - موسوی خاں ' فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دھوم پڑی ہے

در گلشن آئینہ گھٹا جھوم پڑی ہے

۲ - عبدالقادر، بیدل

مت پوچھہ دل کی باتیں یہ دل کہاں ہے ہم ہیں
اس جنس بے‌نشاں کا حاصل کہاں ہے ہم ہیں
جب دل کے آستاں پر عشق آنکر پکارا
پردے سے یار بولا بیدل کہاں ہے ہم ہیں

۳ - قبول

بعض تذکرہ‌نویسوں نے قبول کا نام عبدالغنی لکھا ہے، مولف "تاریخ ادب اُردو" نے بھی یہی نام لکھا ہے، لیکن میر حسن اپنے تذکرے میں اِن کا نام غنی بیگ لکھتے ہیں :-

حاضری بن محل نہیں کہاتا
بیگمی کے پنیر منعم کا

۴ - سراج الدین علی خاں، آرزو

وعدے تھے سب خلاف جو اُس لب سے ہم سنے
یہ لعل قیمتی دیکھو جھوٹا نکل گیا

مرے شوخ خراباتی کی کیفیت نہ کچھہ پوچھو
بہار حسن کو دی آب جب اُن نے چرس کھینچا

میخانہ بیچ جاکر شیشے تمام توڑے
زاہد نے آج اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے

رکھے سیپارۂ گل کھول آگے عندلیبوں کے
چمن میں آج گویا پھول ہیں تیرے شہیدوں کے

دریا عرق میں ڈوبا تجھہ سیمتن کے آگے
موتی نے کان پکڑا تیرے سخن کے آگے

تیرے دہن کے آگے دم مارنا غلط ہے
غنچے نے گانٹھہ باندھا سن کر سخن ہمارا

---

۵ - مراد علی قلی' ندیم

جدائی میں تری ہم کیا کہیں کس طرح جلتے ہیں
بجاے مو' بدن سے شعلۂ آتش نکلتے ہیں

بے قرار عشق کو ہے زندگی نقص کمال
مر چکے سیماب تب کہتے ہیں یہ اکسیر ہے

---

۶ - شمس‌الدین' فقیر

ترا منہہ دیکھہ بلبل گل ستی بیزار ہو جاے
اگر گل تجھہ تلک پہونچے' گلے کا ہار ہو جاے

زندگی موج آب ہے گویا
دم کا آنا حباب ہے گویا

خال تیری بیاض گردن پر
نقطۂ انتخاب ہے گویا [۱]

ان مختصر نمونوں پر نظر کرنے سے حسب ذیل خصوصیات معلوم ہوتے ہیں :-

۱ - زبان ' ترکیب ' محاورات خیالات ' اصطلاحات کے اعتبار سے اُردو کی ٹکسالی شاعری نمایاں طور سے فارسی کی پیدا وار ہے -

۲ - جابجا الفاظ پر زیادہ زور دیا گیا ہے ' آرزو کے اشعار میں رعایت لفظی بھی پائی جاتی ہے ' مثلاً '' فقیر '' کے شعر میں گل کی رعایت سے گلے کا ہار ' اس کے علاوہ تجنیس خطی و لفظی کی بھی جھلک ہے -

۳ - اس زمانے کے لوگوں کو ایہام کا کچھ ایسا شوق تھا کہ اُس کے آگے مضمون ' لطف بیان ' سلاست زبان ' کسی چیز کی پروا نہ کرتے تھے -

۴ - مضامین کے اعتبار سے خیالات اور جذبات بالکل فارسی کے ہیں ' ان میں تصوف ' اخلاق ' خمریات و رندی ' واردات عشق کے سلسلے میں گل و بلبل ' ہمہ اوست ' وحدت وجود ' موجود ہے -

یہ ظاہر ہے کہ ان پیش رو شعرا نے جو نئی راہ نکالی وہ مقلدین کے لیے سند تقلید بن گئی - شاعری جس قدر آگے

---

[۱] تذکرۂ میر حسن - گلشن ہند - مخزن نکات - گلرعنا -

بڑھتی گئی معنویت غالب آتی گئی ، چنانچہ مظہر جان جاناں کا کلام اِس نظر سے دیکھنے پر اس رائے کی تصدیق ہوتی ہے - معنوی ترقیات میں جذبات تصوف کے ساتھ جذبات تغزل کی ابتدا بھی اِسی دور میں ہو چکی تھی ، فارسی کے وسیع اثر میں کسی اور اُردو میں ترقی کی طرف قدم اِسی دور سے بڑھنے لگا - مظہر کا کلام اِن خصوصیات کا آئینہ ہے -- لفظی اهتمام بھی اِس دور میں کم ہے ، مظہر نے خلوص جذبات عشق و تصوف کے ساتھ بیان کی سادگی اور زبان کی بے ساختگی کا بہت خیال کیا ہے ، مظہر ہی پہلے شخص ہیں جنھوں نے کلام میں درد کی چاشنی پیدا کی - اُن کے خصوصیات کی پیروی اُن کے اکثر شاگردوں نے کی ہے -

قواعد عروض ، ردیف اور قافیے کی صحت کا بھی چنداں خیال نہ تھا ، بندش بالکل معمولی ہوتی تھی - یہ چیزیں قریب قریب اِس دور کے دونوں حصوں میں مشترک ہیں -

البتہ شاہ حاتم نے اصلاح زبان کی طرف توجہ کی اور اکثر ناپسندیدہ الفاظ خارج کر دیے -

بھاشا کے اثر سے زبان کو خالص کرنا بھی اِس دور کے اِسی حصے سے شروع ہوا ، اور دکنی الفاظ بھی اکثر بالالتزام ترک کیے گئے -

اِس دور کے صاحبان طرز میں مظہر اور حاتم بہت مشہور ہیں - تمام اصناف سخن پر غزل گوئی غالب ہے ، اُس کے مقابلے میں دوسرے اصناف بالکل ضمنی معلوم ہوتے ہیں -

دور اول کے دوسرے حصے میں آرزو و حاتم اور مظہر کے علاوہ آبرو ، حسرت ، یقین ، تاباں ، مضمون ، بھی مشہور صاحبان طرز ہیں - کلیم وہ شخص ہیں جن کی تعریف میر نے اپنے تذکرے میں مبالغے کے ساتھ کی ہے -

اِس دور میں عموماً تمام اصناف پر طبع‌آزمائی کی گئی ہے لیکن زیادہ زور غزل پر دیا گیا ہے - تغزل کے ساتھ زبان میں بھی اس طرح ترقی ہوئی ہے کہ فارسی پر اُردو کا غلبہ نظر آتا ہے ، محاورات کی طرف بھی توجہ کی گئی ہے ، مظہر نے ٹھیٹھ محاورے بھی استعمال کیے ہیں - مثلاً —

خدا کے واسطے اُس کو نہ ٹوکو
یہی اِک شہر میں قاتل رہا ہے

صحت الفاظ کی طرف حاتم نے توجہ کی اور صحت کا معیار وہی قائم کیا جو فارسی میں ہے لیکن " بیڑۂ پان " کی ترکیب سے بھی اس دور میں دریغ نہیں کیا جاتا - اِس نوع کی ترکیبیں سودا اور میر کے زمانے تک برابر رایج رہیں -

آخر میں یہ کہنے کی ضرورت ہے کہ ہم نے ترتیب دور میں زیادہ‌تر زبان کی تدریجی ترقی کا خیال رکھا ہے - اگرچہ ترتیب سال و سن سے بھی اعراض نہیں کیا گیا ہے لیکن جہاں کہیں اِن دونوں میں تصادم ہوا ہے ہم نے پہلی شکل کو ترجیح دی ہے -

دور اول حصہ اول میں ترتیب کا تقریباً وہی لحاظ ہے جو عام طور پر رایج ہے - حصہ دوم میں بعض شعرا کی ترتیب نام و سن میں زبان اور شاعری کے لحاظ سے کچھ تقدیم و تاخیر

کي گئي ھے - ليکن وہ کل شعرا آ گئے ھيں جن کا تعلق اس
دور سے زبان اور شاعري کے اعتبار سے ھے -

پھلي جلد کے انتخاب ميں کوشش کي گئی ھے کہ اشعار
کی تعداد کے لحاظ سے منتشر نمونے يکجا ھو جائيں اِس ليے
کہ اِس دور کے شاعروں ميں سے کمتر ايسے ھيں جن کے ديوان
شايع ھوئے ھيں -

انتخاب

حصہ اول - دور اول

وجہي [۱]

وجہي تخلص (نام کا پتا نہیں چلتا غالباً تخلص هی نام بن گیا تھا) گولکنڈے کا رهنےوالا ' ابراهیم قطب شاہ کا درباري شاعر تھا -

کلام میں مضمون‌آفریني ' طرز ادا ' گداز ' سب کچھہ ھے ' زبان ٹھیٹھہ دکني قدرے فارسی‌آمیز ھے ' مذھب اور ضروریات مذھب کا غلو معلوم ھوتا ھے -

' قطب مشتري ' اور ' سب رس ' اس کی تصنیفیں ھیں -

قطب مشتري

نہ بھئیں پر دسے وہ نہ اسمان میں
رهیا شہ اُسی نار کے دھیان میں

---

[۱] وجہی ' بقول مصنف اُردو شہ‌پارے ابراهیم قطب یعنی محمد قطب شاہ کے باپ کا درباري شاعر تھا -

بعض واقعات اور قرائن بتاتے ھیں کہ وجہي محمد قلی قطب شاہ کي ولیعہدي یا شہزادگی کے زمانے سے پہلے کہنہ مشق پختہ‌کار عمر رسیدہ شاعر ھو چکا تھا اس لئے اس کا نام محمد قلي قطب شاہ سے پہلے آنا چاھئے - تفصیل کے لئے دیکھئے اُردو شہ پارے - مرتب -

لگیا تلملانے بہوت دھات سوں
کہیا جائے نا بات وو بات سوں
نہ یو بات ہر ایک کوں فام ہوئے
وھی جانے جس پر جو یو کام ہوے
کدھیں جو ھنسے ہور کدھیں کچھ روئے
کدھیں سدھ پاوے کدھیں سدھ کھوے
اِسی دھات دن رات رھتا اچھے
اپس میں اپے یوں وہ کہتا اچھے
بھلائي چنچل دھن وو یوں شاہ کوں
کہ لبدائے جیوں کہربا کاہ کوں
اُٹھے ہور پھر سوے شاہ جائے کر
کہ وو نار بھی خواب میں آئے کر
جو ہر بار یوں خواب میں یار آے
تو عاشق کوں بن خواب بھي کچھ سنبھاے
پریشان حیران بے تاب تھا
نہ کچھ اُس کوں آرام ' نا خواب تھا
لگیا شاہ اُساسان بھرن آہ مار
کہ نزدیک نیں ھے وو کنونت نار
کدھیں بے خبر ہوئے کدھیں ہوئے ھشیار
کدھیں پیو پیو کے [ا] کدھیں یار یار
یو سن مطرباں سب خبردار ہوئے
جو مستاں تھے دوں سو ھشیار ہوئے

[ا] یعني " کہے " - اِسي طرح آگے ایک شعر میں " کؤ " یعني " کہوں " -

بہوت دھات سوں بات سمجھاے کر
کہے شہ کوں نزدیک آے کر
کہ اے شہ توں جم شاہ خرم ہو آج
نہیں غم تجے توں بے غم ہو آج
جکچھ تج کوں ہونا سو حاضر ہے سب
اُساساں جو بھرتا سو توں کیا سبب
کہیا شاہ دل نیچ دھرنا بھلا
کسی پاس ظاہر نہ کرنا بھلا
کسے گوں کہ منج عشق اُس کا اہے
وہی جانے منج عشق جس کا اہے

مجلس عیش و طرب

شہنشہ مجالس کیے ایک رات
وزیراں کے فرزند اتھے سب سنگات
ہر اک خوبصورت ہر اک خوش لقا
سو ہر ایک دلکش ہر اک دل ربا
مہابت کے کاماں میں جم جم ہے جیوں
شجاعت کے کاماں میں رستم ہے جیوں
ندیم ہور مطرب ، سگھڑ فہمدار
اتھے شہ سوں ملکر یو سب ایک تھار
صراحی پیالے لے ہاتاں منے
ندیماں تے مشغول باتاں منے
لگے مطرباں گانے یوں ساز سوں
کہ دھرتی ہلے مست آواز سوں

جو مطرب وو صحرا میں اس دھات گائے
تو پھر اُن کوں اِس شوق تے حال آئے

جو گاوں وو شہ کوں کماتے اتھے
سو راگاں یہ راگاں جماتے اتھے

ندیماں لطافت میں جو چکہ آئیں
تو روتیاں کوخوش کر گھڑي میں ھنسائیں

شراب ھور صراحي نقل ھور جام
ھوئے مست مجلس کے لوگاں تمام

جو ھوئی رات آدھي بچھي دو پھر
خبردار یاراں ھوئے بے خبر

بسر گئے ندیماں طرز بات کا
گنوائے خبر مطرباں ذات کا

غزلیں

(۱)

پیو اپے کوں تک آج میں نس سپنے دیکھي سوے کر
جب پیو چلیا ست سیج منج نت سوتے اتھي روے کر

ھاتھ اپنا سارنے منج چل چل لاگیا مارنے
نا جاؤں سائیں کارنے بھی اجنوں کیا کیا ھوے کر

کیوں تالوں برھا جھال سکي نین سکتی ھوں سدبھال سکي
اب کیونکر پاؤں لال سکي جو بیٹھی ھمت تے کھوے کر

(۲)

طاقت نہیں دوري کي اب توں بیگی آ مل رے پیا
تج بن منجے جینا بہوت ھوتا ھے مشکل رے پیا

کھانا برہ کیتی ہوں میں پانی انجھوں پیتی ہوں میں

تجھ تے بچھڑ جیتی ہوں میں کیا سخت ہے دل رے پیا

ہر دم توں یاد آتا منجے اب عیش نیں بھاتا منجے

برھا یو سنتاتا منجے تجھ باج تل تل رے پیا

محمد قلي قطب شاہ

محمد قلي قطب نام - قطب شاہ فارسي اور معاني اُردو میں تخلص ' قطب شاهي خاندان کا فرد محمد ابراهیم قطب شاہ کا بڑا بیٹا گولکنڈہ (دکن) ' کا رهنے والا اور بادشاہ تها - ادیب ' علم دوست ' زبردست شاعر تها -

پیچیدگی سے پاک ' صنائع بدائع سے اکثر معرا ' سلیس اور آسان کلام هوتا هے ' تمام اصناف میں یهی خصوصیات مشترک هیں -

تلمذ کا پتا نهیں چلتا -

قیاس هے که اس کے جانشین سلطان محمد قطب شاہ نے مشورہ سخن کیا هو کیونکه اس کے کلام میں وهي رنگ موجود هے -

ضخیم دیوان - تمام اصناف سخن سے مملو کتب خانه آصفیه حیدرآباد دکن میں موجود هے -

سنه ۹۷۷ھ میں پیدا هوا اور سنه ۱۰۲۰ھ میں وفات پائي

(باغ محمد شاهي)

محمد نانوں تهے بستا محمد کا اے بن سارا

سو طوبان سوں سهاتا هے جنت نمنے چمن سارا

بھے دم عیسوی دایم چمن میں گُل لگانے تیں
ھرے نہالاں کے جلوے تیں مشاطا ھو پون سارا

چمن کے پھول کھلتے دیکھ سکیاں کا مکھ یاد آیا
سہانا تھا محمد پھل نمن ان (کا) نین سارا

اناراں میں سہے دانے سو جوں یاقوت تبلیاں میں
ھر ایک پھل اس انارن پر سہے سکے نمن سارا

کھجوران کے دسین چھونکے کہ جوں مرجان کے پنجے
سپاریاں لعل خوشے جوں دسیں دن ھو رین سارا

دسین جاموں کے پھل بن میں نیلم کے نمن سالم
نظر لاگے تیوں میویاں کون را کھیا ھے جتن سارا

چمن آواز سن بلبل ایس میں آپ الاپیں ھیں
سوتس آواز سوں موراں کریں! رقصاں اپن سارا [۱]

(ننھی سانولی)

ننھی سانولي پر کیا ھوں نظر
خبر سب گنوا کر ھوا بے خبر

ترا قد سرو نکلے جب چھند سوں
دسن جوت منج کون دسن جیوں قمر

تو دوری ڈروانے منجے دور تجھے
وو کیا بوجھے مو دل میں ھے تونگر

---

[۱] رسالہ اُردو ج ۲ اورنگ آباد —

"معانی" کے باتاں تے جھڑتا نمک
جے چاکھے کہے ہے نمک سوں شکر [۱]

(تین غزلیں)

(۱)

کبجا ہے میگھ سر تھے تازہ ہوا ہے بستاں
پھولاں کی باس پایا بلبل ہزار دستاں
اے خوش خبر صبا توں لے جا جو ان قداں کن
چمناں کی آرزو میں بیٹھے ہیں مے پرستاں
او نو نہال پھولاں ہے جام خوئے سوبا دہ
نرگس اپس پلک سوں جھاڑو کرے شبستاں
مکھ نور پر دسے یو مج خط عنبریں او
جوں سوراپر ہے بادل ریحان سون گلستاں
بے ہوش میرے دل کوں متھے ادھر جلائے
گلزار ہے عجب او دو لعل شکرستاں
منج عشق کے گدا کوں اورنگ شاہی دیتا
سب عاشقاں منج انگھے ہیں طفل جوں دبستاں
روزی ہوا "قطب شہ" تج عشق کا پیالہ
بھرلے ہیں ہر طرف توں جم شوق کے خمستاں

---

[۱] تذکرۂ محبوب الزمن ص ۷۵۹ -

غزل - ۲

پیا باج پیالا پیا جائے نا
پیا باج یکتل جیا جائے نا
کہے تھے پیا بن صبوری کروں
کہیا جائے اما کیا جائے نا
نہیں عشق جس وہ بڑا کور ہے
کدھیں اوس سے مل بیسیا جائے نا
" قطب شہ " نہ دے مجھ دوانے کو پند
دوانے کو کچھ پند دیا جائے نا

غزل - ۳

اب مست اچھے دایم ہمیں مست اچھنے کا ہنگام ہے
ساقي صراحي نقل ہور پیالے سو ہمنا کام ہے
عاشق اول تھے ہیں ہمیں سر مست ازل تھے ہیں ہمیں
نا آج کل تھے ہیں ہمیں زاہد کونیں یہ فام ہے
منگتا ہے مد مستاں کنے مد باج نیں سکتا رہنے
میخانے کے کوچے منے تو متقي بدنام ہے
ساقي پیالا منج پلا پیالہ پینے ہو تا دلا
اُس پیو کون تولیا کر ملا جس پیو تھے مج آرام ہے
" قطبا " نبي کے آدھار تھے رحمت ہے نت کر تار تھے
تو تج علي کے پیار تھے تلتل نو' انعام ہے [۱]

---

[۱] رسالہ اُردو ج ۲ اورنگ آباد -

سب اختیار میرا تج ھات ھے پیارا
جس حال سوں رکھیگا ھے او خوش حال ھمارا
نیناں انجھوں سوں دھوؤں پگ اب پلک سوں جھاڑوں
جی کو خبر سو لیاوے مکھ پھول کا تمہارا
تج خیال کی ھوس تھی ھے جیو ھمن سو زندہ
او خیال کد نہ جاوے ھم سر تھی تک بھارا

(اپنی سالگرہ کے موقع پر لکھا ھے)

نبی کی دعا تھے برس گانٹھ بایا
خوشیاں کی خبر کے دمامے بجایا
پیا ھوں میں حضرت کے ھت آب کوثر
تو شاھاں اوپر مجھ کلس کر بنایا
سورج چند اپے تال ھوکر بجیں تب
منڈل ھو فلک تمایاں بجایا
کرے مشتری رقص مجھ بزم میں نت
برس گانٹھ میں زھرہ کلیان گایا
میرا گلستان تازہ اس تھے ھوا ھے
مجھ اس باغ میوہ دمیدم کھلایا
خدا کی رضا سوں برس گانٹھ آیا
سہس شکر کر توں برس گانٹھ پایا
دعائے اماماں تھے مجھ راج قایم
خدا زندگانی کا پانی پلایا



پلا مجھے ساقي پيالہ بھر بھر
کہ پيتے هيں هميں دائم پيالہ اُس کے دست

نکو کرو پنکھی تم بال و پر سوں مغروري
کہ بے پنکھاں سيتي تم ميں هوا هوں مست الست

سدا تو مدح نبي و علي کي کہتا هے
'' معانی '' شعر تيرا تو لکھے هيں دست بدست

مکھ تيرے کوں ديکھ کر هوں آج مست
تيرے مکھ کے تين هوا هوں بت پرست

مکھ عرق ميں زور مستی هے عجب
ميري زردی ميں رنگ لعل لب است

خال هندو کا بھلا کر ملنچ کيا هے بت پرست
سب خيالاں اپنے پست کرتا هے ميرا خيال دست

خورشيد مکھ اُوپر دسے ابرو هلال عيد
اِس ابرواں کو سجدہ کيا هے وصال عيد

کرے کن دليل و دلائل سوں عشق
دليلاں ميں هلتے هيں عالم هزار

ميزبانی عيد کر جگ ميں گناوو عيش سوں
مطرباں ليا کر گواوو راگ ' هور لاؤ عبيب

کر دعا توں بھیج صلواتاں محمد پر سدا
اس دعا صلوۃ تھے ہوگا تجھے فتح کبیر
ہے محمد قطب شہ بارہ اماماں کا غلام
میں سو عاجز داس تیرا یا علی منج دستگیر

ھاتف ندا کرے کرو اے زمزمہ صبوح
میرے دلم میانہ رمز نہانہ کر

تھا ہے جگ میں لیلی مجنوں ہور فرھاد کا
اب عشق میرا جلوہ کرتا ہے تیرے پیغام پر
گالیاں سیتی او نازنیں مجھ یاد کرتا کر سنیا
اب دل کروں قربان اُس دشنام کے انعام پر
ہم بت پرستی چھوڑ کر زاھد نہ کہہ پوجو صمد
ہم کم میں تجھ کیا غرض رہ دھیان لا اب کام پر
دنیا کا حکمت نا بوجھیں ھرگز حکیماں علم سوں
گاو وترنا عیش کا نس دن پیا کے نام پر
شعر "معانی" آن بندھے موتی ھیں جگ میں حسن کے
بھردی صدف موتی جمیا اب وار ایزد نام پر

اندھارے شہر پر خورشید تاباں تک منور کر
آبھالاں آہ کے داتے میں منج سینے منے در کر
تمہارے عکس تھے روشن ھوا ہے چاند سب جگ میں
وگر نہ زنگ کا ٹھکرا ہے تج بن خاک سر پر کر

همارى آه كے شعلياں تھے پايا هے شفق لالي
آساساں تھے ميرى يودود اُپر چهايا هے منظر كر

كهيا عرضه سنو ميں ناز سوں كبي كام هے منج كوں
غروري آه كرتے هيں كتاب اب حسن كي زر كي

كرى ايراں زميں پر بادشاهي تج نہيں هے غم
مدن كا تباں په سوتا هوں پيا توں دنگهم سر پر كر

سو اس رنجير زلفاں سوں كيتاں كرں تو كرتا هے بند
مسا داغ غلامي دے منجے مجمر ميں عنبر كر

خدايا لطف كا باران بهيج اس شعله كے اوپر
كه جيوں نمرود كي آتش ميں ابراهيم سرور كر

رقيباں كهنياں سن كر همارى هوتے هيں حيراں
" معاني " آپنے دل ميں علي كا مهر مظهر كر

دنيا كا پهول اُپچتا هے جفا سوں
پنه ميں ركهه خدايا منج آس آزار

محبت مي دسے اُس مكهه صفا ميں
همن پيالے ميں مے بهر ساقي گلنار

دِيا اوستاد منج تعليم كچهه هور
همن كچھ ديكهه كر باندهے هيں زنار

درد جانے حكيم خوب دانا
همارا درد كيا بوجهيں گے اغيار

" معاني " پر نظر اُس يار كا هے
سدا اُس نين سوں بيدار ديندار

سو نظر سامنے نہیں ہے یار
نہیں پانی میں تیرتا دلدار
سامری سحر میں جتا کہ کروں
باطل السحر ہے بچن درکار
دارو کرتے ہزار وضع طبیب
توں دکھا غمزہ تاز سوں یکبار
باردے میرے جھاڑ کوں یا رب
پھول پھل ہووے تا سبھی گلزار

شکل باغ پانی تھے ہوتا ہے پرور
ہمن شاخ میں پانی ہوتا ہے سرور
ہندو ریت کوں دیتے ہیں تم رواجاں
کہ بت خانہ تم نے ہے توپے ہمن سر
بلائے منج وو نازنیں مست ہوکر
سدا راکھ یارب وو مستی کا شکر
صفا مکھ تھے پیتا ہوں مے ارغوانی
تو دندیاں سوں لڑتا ہے مریخ اختر

تیرے مکھ کے پانی پہ ظلمات ہے روز
ندستا کہاں پیوں اللہ اکبر
ترے عشق کے تیر تھے میں ہوں زندہ
ازل تھے ہوا ہے یہ روزی مقدر

منجے آگ کوئلیاں کی کرتی نہ تاثیر
تیرے عشق کي آگ کا ہوں سمندر
عشق نے منارے اوپر جیو دل سوں
"معاني" کہے بانگ اللہ اکبر

کہاں کیخسرو و دارا و سکندر و جمشید
دل پیالي میں بھریں ساقي شراب لبریز
شعر تیرا در وگوہر ہے "معاني" سب میں
شعر حافظ کے سر اوپر آہے تاج پرویز

دیکھا ہوں سپنا کہ میخانہ کا ہووے در باز
کروں گا شکر گزاروں کا سو دگانہ نماز
ہمن سو عجز کریں او کرے برائي کي بات
سوال نادني سگ کرتا ہوں او در پر نیاز
تمہارے مکھ کے کعبے کوں جن طواف کرے
نہیں ہے حاجت اسے جاؤ نے کوں تا بحجاز

پیا مکھ نور تھے جاوداں ہم عید و ہم نوروز
سورج آوو حمل یا نہ ؛ عیاں ہم عید و ہم نوروز
شہاں آئے ہیں زینت دیکھنے تم بزم عشرت کا
شہاں کا شاہ دیوے دولتاں ہم عید و ہم نوروز

محمد کي غلامي منج خطابی سر بلندي هے
سورج کرناں سوں باندے سایہ‌یاں ' هم عید و هم نوروز

راز نس کا تم ستیں کہنا هوس
تیری بات انکار کا سننا هوس
یي کچی کلیاں بهرے باغاں منیں
رس کی کلیاں باغ تج چننا هوس
بزم تیرا دستا هے رنگیں بهشت
یکدو باتاں پیالے سوں کہنا هوس
کونلی ڈالي کوں لگے پهل رنگ رنگ
اُس پهلاں سیتی طرا گُندنا هوس
سب بهشتی حور اُس باساں جیویں
روح کو اُس باس هے سنگنا هوس
شاعراں پڑتے "معانی" شعر لیک
شعر حضرت مدح پر پڑنا هوس

هوا فرح بخش هور ساقي سرکش
سمند ناز پر باندهي هیں کس په ترکش
سو اس لعل کا گرو عنبر هے کا جیو کا
وو خوشبوئی سگ هوتے عطار بے غش
سورج چاند کوں کیوں کروں تج برابر
همن نین کا نور هے توں پري وش

"معانی'' دیا ترک کر عیش سوں گرچہ
کہ پڑیا ہے تج ہاتھہ آنچل سبز وش

متفرقات

رکھہ ایک ہے ہر ٹیک کدھن لاکھہ چمن ہے
لکھہ جوت ہے ہر تہارولے ٹیک رتن ہے
سمدور ہے ایک ' ہور ندیاں ہیں سو ہزاروں
باتاں سو کروڑاں ہیں وے ٹیک رسن ہے
منج عشق گرمی اگ کا یک چنگي ہے سورج
اس آگ کے شعلہ کا دھواں سات گگن ہے

کفر ریت کیا ہور اسلام ریت
ہر اک ریت میں عشق کا راز ہے

قصیدہ

آج شہ چلیاں شرق نگر تھے شتاب
ڈھالی فلک کي اچا او شہِ عالي جناب
چرک فیل مست سوں مکھہ لال کر
گرم ہو چلنے لگیاں دن لے کتک بے حساب

رباعي

مستی کے ملک میں جما نیاني منجے
خوباں کے دیکھیں میں ہے مسلماني منجے

حمار کا خم خانہ رہے تھانوں میرا
ہر مد کا سو بند نگیں سلیمانی منجے

نوحہ

دو جگ اماماں دکھ تھے سب جیو کرتے زاری وائے وائے
رتن اول کی لکڑیاں جال کر کرتی ہیں خم
یک پوت کو دیتے رہو یک پوت پر کھینچ خنجر
کافر کئے کیسے قہر یو زخم کاری وائے وائے [۱]

---

[۱] تاریخ زبان اُردو - شمس اللہ قادری م تاج پریس حیدرآباد دکن -
اُردو شہ پارے - محی الدین زور مکتبہ ابراھیمیہ حیدرآباد دکن -
محبوب الزمن عبدالجبار ملکاپوری - مطبع رحمانی حیدرآباد دکن -
گل رعنا - رسالہ اُردو ج ۲ (اورنگ آباد) -

سلطان محمد قطب شاہ

محمد قطب (شاہ) نام، ظل اللہ تخلص فارسی کلام میں، اور قطب شاہ اردو میں ہے - محمد قلی قطب شاہ کا بھتیجا، شاعر اور عالم تھا -

اس کے کلام میں محمد قلی قطب شاہ کی سی پختگی نہیں لیکن سلاست اور سادگی میں اس سے کم نہیں -

تلمذ کے متعلق کوئی متحقق بات نہیں کہی جاسکتی لیکن محمد قلی قطب شاہ سے تلمذ کا قیاس غالب ہے - [۱]

اس کے شاگردوں میں عبداللہ قطب کے علاوہ اور کسی پر قیاس نہیں ہوتا -

اس کی تصانیف کے سلسلے میں بعض کتابوں پر تنقیدوں اور اردو فارسی کلام کے مجموعہ کا نام لیا جاتا ہے - [۲]

سنہ ۱۰۰۰ ھ [۳] میں پیدائش اور سنہ ۱۰۳۵ ھ میں وفات ہوئی -

---

[۱] اردو شہ پارے میں بھی اس طرف خفیف اشارہ موجود ہے -

[۲] اردو شہ پارے -

[۳] تاریخ اردوے قدیم - محبوب الزمن -

ساجن کي یاد

چھبیلی سوں لگیا ہے من ہمارا
کہ اس بن نین ہمن یک تل قرارا

صبوري کو نہیں ہے تہار دل میں
صبوري کیوں کرے سو کو تہارا

میا کرنا کرے معشوق اپنے ہو
کہونا کیا کرے عاشق بچارا

تھنڈ کالا

ہوا آئي ہے لیکے بھي تھنڈ کالا
پیا بن سنتا تہا مدن بالی بالا

سجن مکھ شمے باج اجالا نہ بھاوے
بھلایا ہے منج جیو کوں او اجالا

جو رات آوے چندني کي منجہ کوں ستاوے
کہ چندنا منجے نیں نین‌سوز لالا

نبی صدقے "قطبا" انندان سوں مل کر
اپس سائیں سوں پیوے جم ، د پیالا

غزل

چلے چندنی میں جب لتک پیو ہمارا
اونن عکس دیپے چندر تھے اپارا

جگوئی مانے ہے سائیں کے حسن چھب تھے
اسے مانیں نہ پنتھ میں جگ [یو] سارا

پیا نور بستا ہے منج دل جھمک مین
کہ جس نور ہے سرج آشکار
نبی صدقے "قطبا" کا من تجھہ سوں لا گیا
کہ آپ جیو میں تیرا کیتا ہے تھارا

خداداد محل

خداداد محل کوں محمد سنوارے
تو اس میں جنت کے نگاراں نگارے
بلندي محل کا ہے آسماں جیسا
سورج چاند تارے سوں اس تھے سنگارے
نہ اس جگ میں دیکھے کوئی ایسے محل کوں
مگر دھرت پر قدسیاں لیا کے تھارے [۱]

بے دام اس کا خدمت کرتا ھوں اپنے دل سوں
دیتے ھیں دام ان کو ھور کرتے ھیں عنایت
انجانے میں جواني گیا پند نا سنا
قرآن اور حدیث سوں ترکیب کر کلام
بکرید عید آیا صلوات بر محمد
آنند علم رچایا صلوات بر محمد

---

[۱] اُردو شہ‌پارے - محبوب‌الزمن - گل رعنا - رسالہ اُردو -

پیا سانولا من همارا بھولیا
نزاکت عجب سبز رنگ میں دکھایا

ساقیا آ شراب ناب کہاں
چندر کی پیالے میں آفتاب کہاں
رہن با سکي من پیا باج دیکھي
ہوے تن کوں سکھہ جب ملے پیو بالا

میرا دل ھے زر الفت کا کارخانہ
نہیں متجکوں بازار واں کا حاجت

عشق کي پتلي ھے گوري رنگیلي
چتر ناریاں میں دستي ھے چھید

سنو لوگ میرے پرم کي کہاني
کہ پیلا ھے رنگ عاشقي کي نشاني

عبداللہ قطب شاہ

عبداللہ قطب (شاہ) نام ' عبداللہ تخلص ' سلطان محمد قطب کا بیٹا اور جانشین تھا -

ادب‌نواز علم‌دوست ' عالم اور شاعر تھا ' دکنی اردو نے اس کے عہد میں بہت ترقی کی -

اس کی زبان میں صفائي اور خلوص نسبتاً زیادہ ھے غالباً محمد قطب شاہ (اپنے والد) کا شاگرد رھا ھوگا -

اس کے شاگردوں کے سلسلے میں کسي کا نام معلوم نہیں ھوتا - فارسی اور اردو اشعار کا مجموعہ (دیوان کي صورت میں) اس کي تصنیف ھے -

سنہ ۱۰۳۵ھ میں پیدا ھوا اور سنہ ۱۰۸۳ھ میں وفات پائي [۱] -

(نمونہ کلام)

اے پري پیکر ترا مکھ آفتاب
دیکھتا ھوں تو رھے نا مجھ میں تاب
قند ھور نابات گلتا ھے اجھوں
دے نہ سک تري مٹھي لب کا جواب

---

[۱] تاریخ اردوے قدیم - گل رعنا - اردو شہ پارے - محبوب‌الزمن -

راز کیا باتاں نبي کے صدقے پوچھےگا اگر
شاہ عبداللہ کو پوچھہ آکر کہ ھے حاضر جواب

آب حیات تھی ھے زیادہ کہ لب تـرا
کرتے ھیں منجھہ سوں خضر علیہ‌السلام بحث

ملا غواصي

نام کا پتا نہیں چلتا ' تخلص غواصي ' گولکنڈے کا رھنے والا اور شہنشاہ جہانگیر کا ھم عصر تھا -

کلام میں رواني اور اھتمام زیادہ ھے - مثنوي ان کا میدان معلوم ھوتا ھے ' تلمذ کا پتا نہیں چلتا ' اس کے کسي شاگرد کا ذکر تذکرہ‌نویسوں نے نہیں کیا ھے -

اس کی دو تصنیفیں مشہور ھیں ۱ - فسانہ سیف‌الملوک و بدیع‌الجمال ۲ طوطي نامہ

پہلی کتاب ' الف‌لیلہ فارسی کے ایک قصے کا مثنوي (اُردو) میں ترجمہ ھے - یہ مثنوی ۱۰۳۵ ھ میں ختم ھوئي - دوسري تصنیف بھي مثنوی ھے ملا ضیاءالدین نخشبی کی فارسي طوطي نامہ کا اُردو میں ترجمہ ھے - جو سنہ ۱۰۴۹ھ میں تمام ھوئي ھے -

سنہ ۱۰۱۴ھ میں پیدا ھوا سن وفات متحقق نہیں [۱] -

---

[۱] تاریخ زبان اردو - اردو شہ پارے - تذکرہ میر حسن - تاریخ زبان اردو -

مثنوي بديع‌الجمال

(کشت و خون)

ھوے جمع جنگي ھزبران تمام
قوي ھور خونخوار اميراں تمام
يک يک جان يک کوہ يا برج جيوں
لے ھاتاں ميں فتنے بھرے گرز جيوں
غضب‌ناک ھو جيوں انگے دل ھوے
کليجے پہاڑاں کے پھوت جل ھوے
سلح پوش پولاد کے کوت جيوں
پرآشوب سمدور کي لوت جيوں
اوتالے ھو آفت بھرے عزم سوں
کھڑے آکے ميدان ميں رزم سوں

(ايک بدصورت شھزادي)

وہ تھوبڑ تھا اس کا سو جيوں فيل کا
سر اس کا سو کالا رنجن نيل کا
انکھياں ڈونگياں ، دوکھڈے غار کے
دو ديدے بھتر جيوں تھپر گار کے
نکل پت انگے تيک آ جيوں گھڑا
اسے پيت تے سخت پيڑو بڑا
بوبني کھول جاری کی جيوں اوکھلي
مسل ھو کے دوڑی تھي رومالي

لٹکتی جو چتراں پہ چوٹی دسے
سو جیوں جہاز کی پیز موتی دسے

سڑے خوی بغلاں میں تھے یوں جھڑے
گندا نیر مہوریاں میں تھے جیوں پڑے

پون سار اس کے جو ٹک پاس جائے
تو لیا حلق میں انتریاں نہاس جائے

اگر لائیں جس تہار مشعل ہزار
ان آدے تو بتیرے پڑے آنہ کار

الہی جگت کا الہی سو توں
کرنہار جم بادشاہی سو توں

ترے حکم تل نوکر آسمان کے
رعیت ملک تیرے فرمان کے

مناجات

عطا کر منجے کچھہ ترے نانوں سوں
دے پرواز منجکوں بلند دھاوں سوں

جلادے مري جيو کسي آنکھہ کوں
دے ٹک باس مجھہ دل کے پھول باگ کوں

سدا کسب میرا تو اخلاص کر
ترے خاص بندیاں میں منج خاص کر

جگا جوت تجھہ دھیان کیرا رتن
مرے من کے صندوق میں رکھہ تجن

همـا کـر مـنجے بـات کے اوج کا
شـہنشـاہ کـر گیان کـي فـوج کا
مسیحا کا دے منجکوں آثـار جـم
مری جیب کوں کـر شکر بار جم

جو توفیق پاکر یو بولیا تمام
مبارک گھڑی میں کیا میں تمام
مبارک گھڑي میں کیا میں تمام
محمد نـبـي پـر هـزاراں سـلام

ملا قطبي

نام کا پتا نہیں چلتا ، قطبی تخلص ، گولکنڈے کا رهنےوالا تھا ، عبداللہ قطب شاہ کے ساتھہ شاید اس نے اپنے تخلص میں نسبت رکھی هے -

اس کے کلام میں سلاست کي کمي ، هندي ترکیبوں کی زیادتي هے -

سنہ ۱۰۴۶ھ میں تحفۃالنصائح کا اُردو نظم میں ترجمہ کیا هے -

بولوں صفت میں بے گنت
اس خالق جـن و بـشر
نردھار کـر اسمـاں رکـھیا
سـورج ستارے هـور چندر

جوں بزرگی دی عرش کوں
پنکھے اڑے یکہ پائتی
جوں پچھ برساں چار سو
انپڑے بڑاں پائے دگر

—

بتھاں ستر چھہ سات سو
اس وضع سوں میں جو کیا
باباں ہے چالیس پانچ جو
اسکوں یقیں کر تو شمر
چار بیس پندرہ سات سو
ہجرت سوں تھی اس مصطفیٰ
دسویں ربیع آخر جو تھا
ہور صبح صادق دن قمر

—

نازش جہاں میں میں کیتا
کیتا برائی کے جو بھی
قطبی دھریا امید یو
لایا ہوں سب صاحب نظر [۱]

—

[۱] تاریخ زبان اُردو -

جنیدی

شیخ احمد نام ' جنیدی تخلص ہے ' عبداللہ قطب شاہ کا معاصر تھا ' سنہ ۱۰۶۴ھ میں مثنوی ماہ‌پیکر لکھی :—

نبی کی سو ھجرت کا یو تھا قرار
چہار سال تین بیس بھی ایک ھزار

یہ شعر میں اس طرح پڑھا جائے گا :—

نبی کی سو ھجرت کا یو تھا قرار
چَہَر سال تین بیس بھی اک ھزار

اس شعر سے تصنیف کا سنہ بھی معلوم ھوتا ھے -

طبعی

نام معلوم نہ ھو سکا ' طبعی تخلص ' گولکنڈہ کا رھنےوالا اور عبداللہ قطب شاہ کا ھم‌عصر بلکہ درباری شاعر تھا -

کلام میں گداز کے ساتھہ روانی اور لطف زبان دونوں ھیں - اس نے ۱۰۸۱ھ میں نظم گل اندام و بہرام ' ھفت پیکر ھاتفی کی روش پر لکھی ھے ' بعض اخلاقی نظموں کا بھی پتا چلتا ھے -

سوال و جواب

بہرام و گل اندام

بہرام کا سوال

ھوا مجنوں برد تے سدھہ گنوا میں
اپنا دانا سو دیوانہ ھوا میں

تجے دل میں چھایا ہوں اپس کے
خرابے میں لگایا ہوں دیوا میں
رچایا ہوں ترے غم کے پہاڑاں
عجب ہے نیں سینا پھٹکر موا میں
صنم تیرے بدل ہوکر برہمن
گلے میں اپنے بہایا جانوا میں
منجے کیا دیکھتی از ماں گل اندام
پرانا ہوں نہیں عاشق نوا میں

گل اندام کا جواب

تجے حاصل نہیں ہے مجھہ تے بن غم
نکو کر غم میں اپنا پا نو محکم
ترا دل ہو گیا پھوڑا دکھوں تے
نہیں اس زخم کا مجھہ پاس مرہم
کدہاں تک غم توں کھا گا بول بارے
منجے توں چھوڑ دے آج بہوت خرم
پنا گا اس چمن میں تے توں میوو
ہوا کوتہ سخن واللہ اعلم

حب وطن

جکوئي یاد کرتا نیں اپنا وطن
او مردا ہے پیرن ہے اصل کا کفن
اگر کوئي غربت میں شاهي کرے
اگر مال هور ملکاں اور لاکھاں دھرے

آپس کون دیکھے کھول کر جوں انکھیاں
دیوے خاک تن کا وطن کا نشاں

غور و مشورہ

توں اندیشہ پر کام میں بہوت کر
کہ اندیشہ ہے بہوت عالی گہر
نکر کام ہرگز توں اندیشہ باج
کہ اندیشہ ہے کام کے سر پو تاج
کر اندیشہ ہر کام میں بے حساب
کہ اندیشہ بن کام ہوتا خراب [۱]

ابن نشاطی

نام کا پتا نہیں ؟ ابن نشاطی تخلص یا کنیت سے مشہور ہے ' گولکنڈے کا رہنےوالا عبداللہ قطب شاہ کا درباری شاعر تھا زبان زیادہ صاف اور خالص ہے -

اور حال معلوم نہ ہو سکا -

اس کی تصانیف میں ۱ - پھول بن ۲ - طوطی نامہ دو مثنویاں ہیں - اول الذکر کا سنہ تصنیف ۱۰۶۶ھ اور آخرالذکر کا بقول میجر استوارٹ سنہ ۱۰۶۴ھ ہے - [۲]

---

[۱] اُردو شہ پارے -

[۲] تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو از ہاشمی -

نوٹ - مرتب اُردو شہ پارے کی رائے ہے کہ طوطی نامہ ابن نشاطی کی تصنیف نہیں -

نمونه پھول بن

(حمد)

اول میں حمد رب‌العالمیں کا
دل و جاں سوں کہوں جاں آفریں کا
خداوندا تجي هے جسم خدائي
همیشه تجکوں سا جي کبر پائی
ازل سوں نہیں سمجے تیرا هدایت
ابد کو فهم نیں تیرا نہایت

(نعت)

کروں میں لي هات ابتدا نعت
سچیں حق کي پیمبر کا ادا نعت
محمد پیشوا هے سروراں کي
الهي سر خیل سب پیغمبراں کي

(منقبت حضرت علی)

زباں کوں میں ادب کے ساتهه کهولوں
نبي کی جانشیں کا مدح بولو
علي ساری نیاں میں هے سپهدار
علي ساري ولیاں کا هے سردار

(مدح عبدالله قطب شاه)

شہاں کا شاه عبدالله غازي
خدائي هے تري جم پیشں بازي

سعادت کي نين کا نور هے توں
شجاعت کی گگن کا سور هے توں

(آغاز کلام)

جکو نئی هے باغباں اس پھول بن کا
چمن لاتا هے یوں تازي سخن کا
کتے ایک شهر مشرق کی کدهن تها
جو اس کا ناںوں سو کنچن پٹن تها
حصار اس کا تها دریا کے کنارے
دسے خندق هور دریا تس بندارے

(ابتداے افسانه)

کتے کوئي بادشاه یک اس کدهن تها
حکومت میں سلیماں کے نمن تها
تهے اس کے زیر دیواں جگ کي سارے
پریاں اس حکم تے نهیں نهیاں کنارے
بني آدم جیوں خدمت میں یکسر
هوئے تهے و حش و طیر اس کے مسخر
نه تها بیٹا سو کوئي اس شاه کے گهر
هوا تها راج بیٹي پر مقرر

اخر میں لکهتے هیں :—

مسلماناں سو هے امیدواري
سخنداناں سو هے امیدواري

کرینگے تو میرا یہ یو پھول بن لیر
کہوں یکبارگي جو عاقبت خیر

نوري

شجاع الدین نام ، نوري تخلص ، گجرات کا رھنے والا تانا شاہ کے وزیر (سید مظفر) کے لڑکوں کا معلم تھا - کلام میں طرز ادا کي سادگي کے ساتھہ لطف زبان بھي ھے -

---

نوري ایس کے دل کي کسي سے نہ کہہ بتھا
حاصل بھلا اب اس سے دوانے جو تھا سو تھا [۱]

فائز

نام کا پتا نہیں ، فائز تخلص (ھي سے مشہور) ھے ، گولکنڈے کا رھنے والا تانا شاہ کے زمانے میں موجود تھا -
کلام میں عربي اور فارسي الفاظ اور ترکیبوں کي آمیزش ھے - صاف اور ستھرا پرسوز کلام ھوتا ھے -
قصہ رضوان شاہ و روح افزا کو سنہ ۱۰۹۴ھ میں نظم کیا ھے [۲] -

اول نام حق کا لے بولوں سخن
بندوں اس کي توحید کھولوں دھن

---

[۱] تاریخ ادب قدیم - تذکرہ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے - دکن میں اردو -

اتھا جس وقت سال ہجرت ہزار

اس اوپر نود اس کے اوپر چہار

ہوا قصہ رضوان شاہ کا تمام

نبی ہور ولی پر ہزاروں سلام

قصہ کا آغاز اس طرح کرتے ہیں :-

چڑھیا باپ کے تخت رضوان شاہ

جمع ہور وزیراں بھی ساری سپاہ

کیتک کو دے انعام کینا نہال

کسے مال دینا کسے گوشمال

قدیمی وزیراں کو عزت دیا

انوجیوں نصیحت کئی یوں کیا

قصہ کا درمیانی حصہ :-

و ساعت بہوت سعد تھی ظاہرہ

کرے کر شفقت یو او ساحرہ

سنے جب منوچہر کی سب خبر

سو شیشے کو لے سات آئی اتر

شاہی

نام شاہ قلی خاں ، حیدرآباد کا باشندہ ، قطب شاہ کے لشکر میں سپاہی تھا غالباً اسی نسبت سے اپنا تخلص شاہی اختیار کیا -

کلام میں صفائي زیادہ ھے بندش بھی بہتر ہوتی ھے -

مثلا تسن کا غیر سے کوئي جھوٹ کو سچ مجھہ کہے
کس کس کا منہہ موندوں سجن کوئی کچہہ کہے کوئي کچھہ کہے

مرزا [۱]

نام ابوالقاسم، حیدرآباد کے باشندے تانا شاہ کے مصاحب
خاص تھے اور حالات معلوم نہ ہو سکے -

کلام میں صفائی اور روانی کے ساتھہ گداز کافي ھے -

عارض نہیں چندر کا ترے گال سوں اچھا
سمجہیں ہمن کلف کر نہ تجھہ خال سوں اچھا
مرزا وہ نونہال کدھر مت گئے چمن
لگتا تھا جن کے ہاتھہ یہ گل ڈال سوں اچھا

(مرثیہ)

الـودا الـودا اے شاہ شہیداں الـودا
الـودا ابن علي دو جگ کے سلطاں الـودا
اس جفا کے تیر بیٹھے ھیں گگن کے تن اوپر
نین ستارے پھر یو سب دستے ھیں پیکاں الودا
شہہ کا ماتم سن دریا کے موج نت نعرا کرے
غرق ھیں اس غم سوں سب لو لوے مرجاں الودا [۲]

---

[۱] عالمگیر نے جب اورنگ‌آباد فتح کیا اس وقت وہ موجود تھے - ان کو اتنا صدمہ ہوا کہ وہ گوشہ‌نشین ہو کر تھوڑے دنوں کے اندر انتقال کر گئے - تذکرۂ میر حسن -

[۲] اردو شہ پارے -

شعرائے بیجاپور

نصرتی

نصرت نام ، نصرتی تخلص ، وطن بیجاپور - ان کے آبا و اجداد فوج میں ملازم ، قوم کے شیخ اور علی عادل شاہ کے درباري شاعر تھے ، ملک‌الشعرا کا خطاب حاصل کیا تھا -

پرگوئي اور کثرت مشق کے باوجود کلام میں رواني کم ھے مذھب کا عنصر غالب ھے -

تین مثنو یاں (علی نامہ - گُلشن عشق - گلدستہ عشق) مجموعہ قصائد ، دیوان غزلیات ، ان کي تصنیف ھیں -

سنہ پیدایش ۱۰۳۷ھ سے پہلے قیاس کیا جاسکتا ھے سن وفات ۱۰۹۵ھ ھے -

نمونہ علي نامہ

حمد

سـرانا سـري اس سکت ذار کـوں
کـہ آدھـار ھے ان نـرادھـار کـوں
دیا دور رستم کے پنجے میں زور
پڑیا ڈرتي جس دل میں در یار شور

(ملقبت شہر خدا)

زہے پیشۂ لا مکاں کا دلیر
علي ولي او خدا کا شیر
تو ایک کوٹ ھے برج جس کے تمام
او بارا اماماں علیہ‌السلام

مدح بادشاہ

قلم آج جو مجھہ جہانگیر ھے
صفت شہ کي لکھنے کی تاثیر ھے
زہے شاہ عادل سـي ولـي
علی ابن سلطان محمد بلي

(مذمت طمع)

طمع اھل عزت کو کرتی ھے خوار
کرے جگ میں بے قول و بے اختیار
طمع نام و ناموس کا کال ھے
طمع جیوں کو سکہ کے بھونچال ھے

(مدح خواجہ گیسو دراز)

جسے ناؤں عالم میں بندہ نواز
محمد حسیني ھے گیسو دراز

نظارے میں عارف نظر بار کوں
دسیں ہر طرف قدرت کا موں

اس زمانے کے معترضین نے نصرتی کی زبان پر اعتراض کیا
تھا اس کا جواب علی نامہ میں اس طرح دیتے ہیں :—

خریدار کو خوب سودے سے کام
نہ دکان کا دیکھنا سقف و بام
مضامین سوں جابجا بات بول
دکھایا سکت فیض کا حق کے کھول
یک یک فن میں کی سحر کی بہت چھند
خبیثاں کی جیباں کو کیتا ہوں بند
کیا ہوں سخن مختصر بے گماں
کہ یو شاہنامہ دکن کا تو جان
کہ ہر اک زباں حضرت غیب داں
سکھایا سب آدم کو سو تھے نہاں
ہوئی پستہ جو نسل آدم کی اصل
چکا ناں انہیں کے ہوے فصل فصل
انو میں جو تھے شہر کے اوستاد
گیا وہ زمانہ رہے شعر یاد
سخن بن نزاکت کے نا دیکھ بھول
کہ خوش باس سوں قدر پاتا ہے پھول
نہ کہتا ہوں میں بے وقوفوں کی بات
نہ کم بھول مثالیں تو حاسد نے مات

وے جو سخنداں ہیں صاحب تمیز
کہ ریجھہ اس ہنر کو دکھیں نت عزیز

گلشن عشق

(مدح)

عنایت کا تجھہ ہت ہے عالم نواز
کوئی ذرہ خورشید تھی سرفراز
وہ عالم کوں سو چانوں لک بات میں
دیکھنا چھپاتا پی تجھہ ہات میں
دیا ہے توں خاکي کو ایسا شرف
جو تس سجدہ توري کبھی صف بہ صف

(نعت)

یو نعت سرور عالم محمد مصطفے کا ہے
کھلایا گلشن ہستی اول جس نور کا پانی

(مدح بادشاہ)

خصوصاً شہنشاہ عادل علی
ترا ناتوں کا ری جو ہے رت بلی
فضیلت میں تجھہ اج ہے بے خطا
کہ علم لدنی تجھے ہے عطا

توں دانش سوں سب کھول نہ محفوظ اچھے
ترا مدرسہ لوح محفوظ اچھے

(تعریف عقل و عشق)

اچھي عقل یک دولت ناپدید
اچھي عقل مشکل کے جال کي کلید
اچھي عشق خلقت کے جگ کا سبب
اچھي عشق گنجینۂ راز رب

(آغاز داستان)

کہتا ریوں فیصلہ دلپذیر
کبھي کھول کر بات یوں بے نظیر
کہ یک روز وہ خسرو نیک فن
سخاوت تھي بھرا کہ در عالم نمن
سو مکھہ ھات دھونے نے فارغ ھو سب
کیا اپني راني تی پوچھیں طلب
دنب تار کوں دن کي جھوکي یہ لال
دھری عشرت کا دن بھوجن کا تھال
ستبیا ھات جیوں شاہ نعمت کی دھیر
پکاریا جھمن نل تلک اک فقیر

(خاتمہ)

ھر اک داستاں بولتا دل کي نیں
ھر یک بیت ھر یک محل جانشین

صفائي کي صورت کي هے آرسي
دکھن کا کیا شعر هوں فارسي
فصاحت میں کر فارسیاں کا کلام
دھري مغز هندی بچن په مدام
ذکر شعر هندي کی بعضے هنر
تسکین هے لیا فارسي میں سنور
ملک جگ میں مقبول اچھو پر مدام
بحق محمد علیه السلام

مولف گل رعنا نے ایک معراج نامه کا ذکر کیا هے جو عادل شاہ کي مدح پر اس طرح ختم هوا هے :—

حمد هے منعم کیرا خلق په اس دور کے
هے جو سمئي رسول خسرو ملک دکن
منبع لطف و عطا حامئي دین باوفا
معدن جود و سخا ماحئی کفر کهن
غازي صفدر کے دل بل سوں نکلتے نہیں
دھاک سوں بھادي بھپاں ترت ترت تربھن
شه سا لچھن نول کون هے جگ میں کہو
یاد سے جس اسم کے جاے کدورت محن
راج سوں شه کے سدا حق تھي دعا امن پا
جیو سے منگے هتهه پسار دور کے سب مرد وزن
لطف سوں دھریا إله شاہ کی شاهی تلک
جگ میں چلک پراچھیں عیش دھرم کے پٹن

جام سوں عشرت کے جم بزم یہ معمور اچھو

چرخ میں دن ایس کے کرم ھیں جیوں انجمن

شہ کی ثنا "نصرتی" نغز و نول یوں لکھی

دور کے دفتر اوپر پراچھے ھر اک بچن [۱]

---

[۱] گل رعنا - تاریخ زبان اُردو - سخن شعرا - تذکرۂ میر حسن - دکن میں اُردو -

هاشمي

سید میران نام ' هاشمی تخلص ' بیجا پور کے رهنے والے سید شاہ هاشم اس دور کے مشہور بزرگ کے مرید تھے ' پیر کے نام کی نسبت سے اپنا تخلص هاشمی اختیار کیا - اپنے پیر کی فرمایش سے یوسف زلیخا کو سنہ ۱۰۹۹ھ میں دکھنی زبان کی مثنوی میں ڈھالا ھے -

کلام میں آورد کا اهتمام زیادہ ھے -

سن پیدائش نا معلوم ' وفات سنہ ۱۱۰۹ھ ھے -

(حمد)

ثنا حمد اس کو سزاوار ھے
سگل خلق جس کا یو ستار ھے

(مناجات)

سکت کسی میں ھے جو کرے سر بسر
ابتا "هاشمی" تو مناجات کر
مرے شعر کرے بادشاهاں پسند
پسند کر کرورا کیں جو سب هوشمند
مرے شعر میں دے شجاعت کا بل
جو خوش هوے سنکر دلیراں سگل

نوٹ - هاشمی مادرزاد اندھے تھے ' هاشمی مولف " دکن میں اردو " راے ھے کہ هاشمي ریختي کے موجد هیں - مرتب -

غزل ریختی

اگر کوئی آکے دیکھےگا تو دل میں کیا کہےگا
مجھے بدنام کیا کرتے کہیں میں جاؤنگی چھوڑو
رضا گر مجھے کر دیتے ھی کرونگی گھر میں میں دارو
اگر مجھہ هوویگی مرمت صبح پر آؤنگی چھوڑو

——

عاجز

عارف‌الدین خاں نام ' عاجز تخلص ' دکن کے باشندے تھے '
اورنگ‌زیب کی فتوحات دکن کے وقت موجود تھے - کلام کے اندر
گداز ' کہنہ‌مشقی اور طرز ادا کی خوبی موجود ھے - قصہ
فیروزشاہ ' قصہ ملکہ مصر ' قصہ لال و گوھر ' مجموعہ اشعار
اُردو (دیوان) ان کی تصانیف ھیں -

نہیں چھوڑا انھوں کا نام مجھہ دل میں ترے غم نے
نہیں باور تو ظالم چوک مت چیر دے کنار اپنا
نہ جاوں کیوں کہ پھر پھر کے ظالم کوہ و صحرا میں
وھاں فرھاد اپنا مونس اور مجنوں ھے یار اپنا

——

بڑا پگڑ بڑا شملہ بڑا کلہ بڑا دھاڑ
بڑھایا ھے بڑی محنت سے زاھد نے وقار اپنا

——

شوخ مسجد کو چلا شیخ شتابی چھپ جا
دیکھہ ھووےگی ترے دین کی خرابی چھپ جا

محتسب آج خرابات میں آتا هے خراب
دختر رز کو بغل مار شتابي چھپ جا

دو بات سے خالي نہیں اشک کا چلنا
آنکھوں کا کہیں لگنا هے یا دل کا اٹکنا

خوبروئي اس سے کیا هوویگي خوب
جس نے دیکھا تجھکو سر کو دھن گیا

اِلٰهي کب دل غمگیں همارا شاد هوویگا
یہ اجڑا شہر یا رب کس گھڑی آباد هو ویگا

عیش کي مستي کي خاطر شیشۂ عشرت نہ توڑ
دل کو لاغر کر ' لہو پي ' جام جم کو بھول جا

هے سینۂ پرسوز مرا عشق کا آوا
دل داغوں سے هیگا جلے اینٹونکا پجاوا

تری آنکھوں کي گردش دیکھہ کے اے خوش‌نگہ بن میں
هرن نے کھاکے چکر ' دم کو چوکا چوکڑي بھولا

میرے لہو کا رنگ نہیں تو کہو شتاب
تھی اِس طرح سے لال تمہاری رکاب کب

ریختہ

سجن کا تبسم ، سجن کا تکلم ، سجن کی ادائیں ، سجن کی یہ قامت
ہے فردوش غنچہ ، ہے باغ فصاحت ، سراپا لطافت ، قیامت قیامت
سجن کی جبیں پر ، سجن کے رخ اوپر ، سجن کی بھواں پر، سجن کی کمر پر
ہے زہرہ تصدق ، ہے خورشید مائل ، ہے قربان کمانیں ، فدائے نزاکت
تری کالی آنکھیں ، تری کالی زلفیں، تری کالی پلکیں ، ترا خط مشکیں
سیہ مست آ ہو ہے ناگن کا جوڑا ، سیہ تاب نشتر ہے ریحان جنت
ہماری زباں ہے ، ہمارا سخن ہے ، ہمارا قلم ہے ، ہمارا رقم ہے
ثناخوان بلبل ، معانی کا گلشن ، نہال مقطع مرصع زراعت
ہماری جوانی ، ہماری ضعیفی ، ہمارا قد خم ، ہمارا تواضع
ہے معدوم ''عاجز'' ہے آثار رحلت ، ہے دام ہلاکت ، ہے ہمدوش تربت

ہماری آہ کو سمجھو کہ ہے بڑی بل بند
وہ گرز ہے کہ جو توڑے فلک کے ساتوں کہند

ساقی مرا چمن میں کرے گر نگاہ قہر
نرگس کے جام چشم میں ٹپکے شراب زہر

جہاں آباد سے گرمی میں کوئی ظالم نہیں ملتا
سمندر درد کا ہے تو وطن کو آگ دے "عاجز"

کیا کانٹوں کو یوں پامال میں پھر پھر کے صحرا میں
کہ مجنوں آہ کر میرا قدم پکڑا کہا بس بس

محتسب کے ہوش کو دارو سے دیتے ہیں اڑا
قلعۂ مینا کو جب مستی سے ہلکاتے ہیں ہم

مسجد میں اذاں و بتکدے میں ناقوس
وصف اس کے کمال کا کہاں ہے کہ نہیں

لالے کی فصل شاید آئی ہے گلشنوں میں
سب گلرخوں نے لب پر مسی جمائیاں ہیں

مت ستا محتسب اب ہم کو کہ بے جام و شراب
ہم تو اُس نرگس مخمور کے متوالے ہیں
اس کے ہم دام محبت میں پھنسے ہیں "عاجز"
بال جس شوخ ستمگر کے گھنگروالے ہیں

جب بحر اشک میرا کرتا ہے جوش طوفاں
ساتوں فلک کي چادر تر کر کھنگالتا ہوں

کیونکر آویں شہر کے نزدیک ، صحرا کے غزال
ہے انہوں کي چوکڑي میں رم ہماري آہ سے
شمع کے شعلہ کو کیا طاقت جو تھامے اس کا زور
برق کے اعضا میں ہے گا خم ہماري آہ سے

دل تیری نگاہوں کے ، تیغوں کي نگاہوں میں
کچھہ وار نظر آویں ، کچھہ یار نظر آویں
ہم آنکھیں تری دیکھیں ، اور تري بھویں دیکھیں
خوں‌ریز نظر آویں ، تروار نظر آویں

لکھوں جب اپني آہ داغ دل کے شور کر دہ عاجز ؟؟
قلم توپ اور سیاهي بس بھری باروت بن جاوے

کیفی نگاہ بن دل رنجور ہو رہا ہے
یہ شیشہ مے کی خاطر سب چور ہو رہا ہے

خیال اس شوخ کا کب مجھہ دل بیتاب میں ٹھہرے
کہاں بجلي کا سایہ چشمۂ سیماب میں ٹھہرے

محبت کے چمن کا گل جو بویا ھے یہی دل ھے
بہار عشق کا بلبل جو گویا ھے یہی دل ھے

——

جدائی کے سخن کو جب گریباں پھاڑ لکھتا ھوں
قلم فی‌الفور قینچی ھوکے کاغذ کو کترتا ھے

——

سنگ طفلاں سے گیا شہر سے ڈر کر مجنوں
ھم رھے ھم کو کہاں اتنی یہ دانائی ھے

——

اے زردپوش تم ھو اگر شاخ زعفران
"عاجز" بھی باغ عشق کا رنگیں پلنگ ھے

——

تری برگشتہ مژگاں کا خیال آتا ھے یوں دل میں
دکن کی فوج جوں بھالے پکڑ جنگاہ پر آوے
تری بانکی گلی میں ھم گذر کر سر سے بیٹھے ھیں
خدا وہ دن کرے قاتل کہ تو اس راہ پر آوے

——

جنجال زندگی سے ' کیا ھو گیا جو چھوٹے
"عاجز" ابھی پڑا ھے ملک عدم کا جھگڑا

——

وہ دوانا ہوں کہ اب شہر کو صحرا سمجھوں
چتر شاہي کو بگولے کا چھلاوا سمجھوں
یار کے کا کل و رخسار میں ایسا ہوں دنگ
کہ اندھیرے کو نہ جانوں نہ اجالا سمجھوں

——

اگر اس شعلہ‌خو کي بزم میں جوں شمع جل سکتے
پتنگے کي طرح جی سے فدا ہونے کو جل سکتے

——

عجب شور جنوں ہے اُن دنوں میرے خیالوں میں
کہو مجنوں کو دو دن چپ رہے مجہول بن جاوے
اڑا لوں جب چمن کی خاک سر پر اُس رنگیلے بن
سروں پر بلبلوں کے نکہت گل دھول بن جاوے

——

دوانو کوہ و صحرا پر جنوں میرا ہوا حاکم
کوئي جاکر کہو فرہاد و مجنوں کا وکیل آوے

——

مجھسے بیدل کی اگر تصویر کھینچنا چاھیے
اے مصور صورت دل‌گیر کھینچنا چاھیے

——

دیکھ دامنگیر محشر میں ترے ہوئیں‌گے ہم
خوں ہمارا اپنے دامن سے نہ اے قاتل چھڑا

——

"عاجز" هوں شاہ، ملک جنوں میرے واسطے
سورج کلاہ و چتر فلک ہے زمین تخت

ہے ہمارے بت کا دل پتھر کے چہرے کي طرح
کیا کروں اس کي صفت ہے سخت هیرے کي طرح

هر سحر کیا دیکھتے هو آرسي اے سادہ‌رو
ہے تمہارے حسن کے دفتر کي دونوں صاف فرد

جب سے اے رنگیں‌ادا تیرا ہے رنگ گل میں نقش
تب سے میری آہ کا ہے سینۂ بلبل میں نقش

"عاجز" بھي آہ شمع جلاتا ہے باغ میں
روشن اگر گلوں سے هوا ہے چراغ باغ

باغ میں اس لالہ‌رو کے آہ جب جاتے هیں هم
دل کے داغوں کو گلوں کے تازہ کر آتے هیں هم

عشق سے خوش‌قامتوں کے سبزپوشي کر پسند
سرو کے بوتے قبا پر اپنے چھپواتے هیں هم

خوش نگہ کي یاد میں ساغر کو جب گرداں کروں
بے تکلف گردن مینا کو نرگس واں کروں
اس حنائي هاتهہ کی تعریف خون دل سے لکهہ
ریشۂ نخل قلم کو پنجۂ مژگاں کروں

چمن میں جاکے وہ رنگیں ادا جب مسکراتا ھے
گلوں سے رنگ اڑ کر لال سا جنگل کو جاتا ھے
ھمارا اشک خونیں یاد میں گل رو کے بہ بہ کر
نگہ کو رشتۂ تسبیح یا قوتي بناتا ھے [۱]

مثنوي کا نمونہ

جنوں کے دشت کا بن کر بگولا
خرد کي راہ کو وحشت سے بهولا
سحر سے شام تک مانند خورشید
طلب کے فرق پر رکهہ پائے مالید
غزالوں کي طرح سرگرم دم تها
بیاباں اس کو گلزار ارم تها
برس دو لگ چلا جب راہ میں آہ
نظر میں اس کے آیا دشت جانکاہ

---

[۱] چمنستان شعرا - رائے لچهمن نرائن شفیق اورنگ آباد - م انجمن ترقي اردو اورنگ آباد - تاریخ زبان اُردو - دکن میں اُردو -

کروں اس دشت کی کیونکر صفت کو
زباں پر کس طرح ڈالوں لغت کو
وہاں ہرگز نہ تھا پانی کا آثار
اجل کا کھیت تھا وہ دشت خونخوار
بیاباں عدم کے تھا برابر
وہاں، تھا جہاں عزرائیل کو ڈر
وہاں کی ریت ہیرے کی کنی تھی
وہاں کے کانٹے بھالوں کی انی تھی
وہاں کی گرد تھی پاؤں کی دارو
وہاں کی خاک تھی دوزخ کی بالو

سخن کے درکا مجھکو جوہری کر
سخن سنجوں کو میرا مشتری کر
سخن کا لال دے میری زباں کو
دو منہہ ہے بھر میرے بیاں کو

پنچھی

حکیم‌الدین نام ، پنچھی تخلص ، بلگرام کے رھنےوالے تھے - حیدرآباد میں قیام کر لیا تھا -

پہلے اپنا تخلص عاجز کیا لیکن عارف‌الدین خاں "عاجز" کا شہرہ ھوا تو پنچھی رکھہ لیا - اس سے زیادہ حالات معلوم نہ ھو سکے - غزل میں گداز اور طبیعت میں فطرت‌نگاری ھے - [۱]

صنم بتا تو خدائي کا تجھکو کیا نہ ھوا
ھزار شکر کہ تو بت ھوا خدا نہ ھوا

قیامت ھے تر گھونگھت کے اوتوں میں لٹک جانا
ملا انکھیاں سوں انکھیاں مسکرا ھنسکر مٹک جانا
نہیں تم سے چلي ھے ناز کي یہ طرح دنیا میں
کہ دکھلا دور سے جھلکي نہ ملنا اور تھٹک جانا

---

[۱] عارف‌الدین خاں عاجز کے معاصر تھے ، بعض تذکرہ‌نویسوں نے ان کا زمانہ سنہ ۱۰۹۹ھ لکھا ھے - مرتب -

اس قدر ناداں نہیں هوں میں کہ دل باتوں میں دوں
عمر گذري اے سجن تم هي سے عیاروں کے بیچ

کفر و اسلام کي کچهہ بات نہ پوچهو هم سے
بت عیار کو هم اپنا خدا کہتے هیں
در بدر نالہ و فریاد کیا هم هر چند
پر کنهوں نے نہیں پوچها کہ یہ کیا کہتے هیں

شاید کہ آج آوے "پنچهي" ترا تماشا
پهڑ کے هے آنکهہ هر دم ، دل کو لگے هیں دهڑکے

بہ تنگ آیا هے ایسي قید کے جینے سے جي میرا
قفس میں کب تلک قسمت هماري هے خدا جانے [۱]

بحري

قاضی محمود نام ، ان کے والد بحرالدین قاضي دریا لقب سے مشہور تهے - قصبہ گوگی کے رهنےوالے تهے - دکني زبا میں ان کے تمام اصناف سخن کا کافي ذخیرہ تها جو برباد هو گیا

[۱] چمنستان شعرا -

کلام میں تصوف کا عنصر غالب ہے ' زبان بھي بہتر ہے ' ہر صنف میں سوز و گداز ہے ' سب کے آخیر میں مثنوی "من لگن" لکھي ہے جو نکات تصوف پر مشتمل ہے -

(حمد)

اے روپ ترا رتی رتي ہے پربت پربت پتی پتی ہے

(نعت)

اوت اے قلم اس گھڑي نہ گھر جائیں
تک نعت‌نگر کي سیر کر آئیں
ہے نانوں احد نشاں احمد
سرخي سواحد ہے پان احمد

(مدح پیر)

مولا کے محب نبي کے نائب
مانس نہیں مظہر العجائب
ساگر ہیں سپور معرفت کے
بل عین ہیں نور معرفت کے

(مدح عالمگیر)

اب بول توں مدح بادشہ کا
ہور اس کي کمالیت کلہ کا
جس کي یو دوبال پن کي عادت
عالمگیری ہے اور عبادت

یک ملک نهیں جو ان لیا نیں
یک نقل نهیں جو ان کیا نیں
دیندار ، دلیر هور دانا
یک علم نه سب ملے سیانا

امین

محمد امین نام عالمگیر کے معاصر تھے ، مثنوی یوسف زلیخا کو دکنی زبان میں نظم کیا هے - نمونه یه هے :—

اول تعریف سن خالق اے یار
که وے دونوں جہاں کا هے کرن هار

مومن

عبدالمومن نام - قوم پٹھان چیناپٹن قلمرو عادل شاهي میں رهتے تھے اسرار عشق مشهور مثنوي ان کی تصنیف هے جو سید محمد جون‌پوري کي سوانح حیات هے تشبیهات اور استعارات خوبی سے لاتے هیں ، یه مثنوي ۱۰۹۳ھ میں تمام هوئي هے - [۱]

عجب دن شب که مدنجن سیم کرحل
عروس بدر سر تمنا نور کي جل

---

[۱] دکن میں اردو - تاریخ زبان اُردو -

نوٹ - ۱۱۰۹ھ ان کا زمانه تھا

تجمل کا دکھائے جب نبي کوں
چوا چوکي کتیں لالي نکہت سوں
کہ تاجا دجلۂ مغرب مني چل
سورج کي ضو سوں دل جلوا لکي کل
پرت کي ریت میں بھي خوب لاگي
عروس آپیں ھو جانا شوکی جاگي
کھومیتے تھی رکن میں تیربازي
دکھاتي تھی فلک کو تیغ بازي
آتا کر رقص رکت تازہ تبازنا
تنن ناتن تنن ناتن تنانا

(احاطہ مدراس و بیجاپور)

ذوقي

شاہ حسین نام، لقب بحرالعرفان تھا، درویش اور متوکل شخص تھے، کلام میں شکوہ لفظی و معنوي دونوں ھیں، اور زبان کی خوبی بھي - وصال العاشقین ان کي مثنوی ھے جو سنہ ۱۱۰۹ھ میں تصنیف ھوئی، نمونہ یہ ھے :-

مگر اے حسن دل کا خوش سرشتہ
لبھایا من کو میرے ھو فرشتہ
اگرچہ اي سرشتہ لے اول بھي
گندھے ھیں ھار تلال شیخ وجھي
ھوا کیا جو انیک تار لے کر
گندھے اپنے موافق ھار لے کر

هوئے جو بھڑ دونوں مل مقابل
پڑیا لرزا زمیں اسمان کے دل

(نمونۂ غزل)

ہے سروقد سکے گا جوں پھول ڈال نازک
مکھ پھول پھل رہیا ہے جیسا گلال نازک
مکھ پھول نار کی سوں ڈالی پھول پھل رہیا ہے
پلکڑیاں سو پھول کیا ہوں دستیں میں گال نازک
بن کہا کہ ناز کی سوں لٹکی سکی اگن میں
گویا دیاں شفق میں دستے حلال نازک [۱]

مجرمی

شاہ بیراللہ نام، بیجاپور کے رہنےوالے تھے۔ کلام میں روانی کا عنصر کم ہے، لیکن قدرت کا پتا چلتا ہے [۲] ان کی تصنیف مثنوی "گلشن حسن دل" ہے جو سنہ ۱۱۰۴ھ میں لکھی گئی، نمونہ یہ ہے:-

(حمد)

جتا حمد ہے سو خدا کونچ ہے
ثنا ہور صفت بھی اسی کونچ ہے

---

[۱] دکن میں اُردو۔

[۲] دکن میں اُردو۔

جو درگاہ اس کی اہے بےنیاز
اپس سول اپیس ہے وہ بےنیاز

نہ قادر ہے قدرت میں اس سار کا
نہ پیدا کیا ہے اپس سار کا

(آغاز مثنوی)

زباں اور نظر دونوں مل یار ہو
چلے ہیں تماشے کو اک تہار ہو

چلے جب تماشے کو مل کے ملوک
تو دیکھتے تمیز کر کو کرتے سلوک

سلوک سوں ہر ایک ملک کالے خبر
تو واقف ہو پھرتے تھے کرتے نظر

کتے ہیں ولایت کو اے دونوں
عجائب شہر ایک پائے دونوں

(تاریخ تصنیف)

یو بارویں صدی میں پھر یو قصہ تمام
جو چودا برس نہیں ہوئے تھے تمام

(نام)

اس عاجز کا ناؤں شاہ بیر اللہ فقیر
جو سید میراں اس کا ہے دستگیر [ا]

[ا] دکن میں اُردو -

نتھر اولیا

تہر عالم نام، ایک مثنوی ان کي تصنیف ھے اس کا نمونہ یہ ھے اور حالات معلوم نہ ھو سکے [۱] - کلام میں روانی ھے -

---

عجب میں جو زاھد جھٹک آستیں
تما شبکوں جو جوڑي نظر پاک بیں
ایسے دھات شو گشب میں تھار تھار
جہاں شــو کھڑا ھےنہیں واں نہار

بچھایاں مرصـع کے کرسـی اُدھـر
بندیا درمیاں پـردہ ' باریـکـتـر

ولي دکھنی [۲]

محمد فیاض نام، قوم سید ' وطن ویلور (احاطۂ مدارس) ھے - عالمگیر کے معاصر تھے -

کلام میں ' اُردو زبان پر ھندی عناصر کا غلبہ ھے ' روانی اور سلاست کافی ھے -

---

[۱] دکن میں اُردو -

[۲] - یہ مشہور شاعر ولی اورنگ‌آبادي سے کوئی تعلق نہیں رکھتے ' بلکہ بالکل دوسرے شخص ھیں - مرتب -

ان کی تصنیف ذیل کی دو مثنویاں ھیں ۔

[۱] رتن پدم ۔

[۲] روضۃالشہداء ۔

ریاست خاں ، رئیس ساتگڑہ نے ان کی بہت قدردانی کی تھی ، کچھ دنوں ان کے دربار میں تھے ، اس کے بعد نواب عبدالمجید ساکن کڑپا کے پاس آئے ، نواب نے ان کو سد ھوت کے قلعے میں ایک عہدے پر مامور کر دیا ۔

'' رتن پدم '' میں ولی نے اپنے ان واقعات کا اس طرح ذکر کیا ھے :—

ریاست خاں امیر ایک نامور تھا
سکونت گاہ اس کو ساتگڑھ تھا
اتھا او اھل درد و نیک اعمال
رفاقت میں اتھا میں اس کی خوشحال
قضاراں واں سوں ھو قسمت نے برخاست
سو آیا میں طرف کڑپا کے دھرخواست
نواب عبدالمجید ، ابن الحمید ایک
اتھا واں نامور ، صوبہ سعید ایک
سو او بحسر شجا پروانہ لکھ کر
بہ سلک نوکراں مجھ منسلک کر
تعین کر مجکوں سدھوت کو روانہ
کیا او صاحب شیریں زمانہ
سو حسب الحکم میں سدھوت کو آیا
رنگارنگ واں تماشے میں نے پایا

—

" ولي " تیرے کرم کي ہے مجھے آس
نہ کر، اُس آس سوں ہرگز تو نیراس

" ولي " ھے یو سبب خالي بہانا
اسي کا کام ھے دینا دلانا [۱]

"روضۃالشہدا" میں ولي نے واقعات کربلا نظم کئے ھیں اس کے علاوہ انہوں نے ایک مناجات بھي لکھي ھے جس کا نمونہ یہ ھے :—

(مناجات)

یا الٰھي زھد و تقویٰ نیں ھوا مجھ ھات سوں
کچھ عبادت ھور ریاضت نیں ھوا مجھ ذات سوں
سر بسر ھوں منفعل اِس کام ھور اس بات سوں
یا غفورالمذنبیں مجھ حال پر احساں کرو

محمود

محمود بیگ نام، محمود تخلص تھا - بیجاپور کے رھنے والے، ولي کے شاگرد فخري کے معاصر تھے - [۲]

نمونۂ کلام یہ ھے :-

لوگاں کہیں پتھر سوں کچھ سخت نہیں و لیکن
جو کوئي پیا سوں بچھڑا وہ سخت ھے پتھر سے

---

[۱] تاریخ زبان اردو -

[۲] تذکرۂ میر حسن - چمنستان شعرا -

صبائي

احمداباد کے رهنے والے ' ولي کے معاصر تھے [۱] - بالکل عامیانه مذاق میں کهتے تھے .-

زر سے هے آشنائي' زر سے ملے هے بهائی
زر نهیں تو هے جدائي ' دنیا میں جو ہے زر هے

احمد

احمد نام اور تخلص ' گجرات وطن هے ' زیادہ حالات معلوم نهیں - عربي فارسی کے علاوہ سنسکرت اور بهاشا زبانوں کے بهی عالم تھے ' ولی کے معاصر تھے - نمونه کلام :-

احمد بتائیں کیا کریں اب راہ عشق میں
سر پر تو سانجھ [۲] پڑگئی اور پانوں تهک گئے

آگاہ [۳]

محمد باقر نام تها - ذی علم شخص تھے ' تصانیف کثیرہ ان کي طرف منسوب هیں ' زیادہ تر نظم هي ان کا میدان

---

[۱] دکن میں اردو -

[۲] لفظ '' سانجھ '' بجائے '' شام '' استعمال کیا ' اس سے ان کے صحت مذاق کا پتا چلتا هے کیونکہ '' تو '' اور '' پڑگئي '' کے درمیان '' سانجھ '' مناسب اور موزوں هے - مرتب -

[۳] دکن میں اردو

رہا ہے - "آگاہ" پہلے شخص ہیں جنھوں نے اُردو نظم میں سیرت کی مکمل اور صحیح روایات پر مبنی کتاب لکھی ہے، عروض کی پابندیوں کے ساتھ اپنی وادی میں رواں ہوں، ان کی تصنیف میں "۱- ہشت بہشت" "۲- من درپن" دو کتابیں ہیں -

پہلی کتاب سیرت میں ہے اور دوسری میں معجزات نبی بیان کئے ہیں - سنہ ۱۲۲۰ھ میں وفات پائی [۱] -

"نمونہ من درپن" :-

(آغاز)

بحول و قوت پروردگار اب
میں لکھتا ہوں اسے با اختصار اب

بہ ترتیب لطیف و حسن اسلوب
کہ جو دیکھے سو بولے ہے بہت خوب

اگرچہ ، معجزوں کے ذکر اندر
ہیں نسخے بہوت دکھنی اے برادر

ولے اکثر غلط اس کا بیاں ہے
محدث پاس جھوٹ اس کا عیاں ہے

حدیثوں میں نہ ہو جس کوں ٹھکانا
حرام اس کا ہے پڑنا ہور پڑانا

میں "من درپن" رکھا ہوں نام اس کا
جلا دینا ہے دل کو کام اس کا

---

[۱] محبوب الزمن -

جب اِس سے حسن مطلق ہے نمودار
ہوا یہ نام اس کے تئیں سزاوار

نمونہ ہشت بہشت :—

سال نہم میں وفود آے بہت
ایمان اس شاہ اُپر لاے بہت
نام اس سال کا ہے سال وفود
معنے اس کے ہے جماعت سن زود
جو وفود آے ہیں نزد سالار
ساتھ سے کچھ ہیں زیادہ اے یار
ہور اس سال میں ہے جنگ تبوک
جس کی سختی میں نہیں ہے کچھ چوک
اس سبب سے بکلام علام
اس کے تئیں "ساعت عسرت" ہے نام

(آغاز سیرت)

شروع حسن سیرت کو کرتا ہوں اب
بیاں مختصر اس کا کرتا ہوں اب
تھے اخلاق سب شاہ کے باکمال
نہ تھا اول منے کوئی اس کی مثال
کہا عائشہ پاس آ ایک جوان
"کہ اے مادر مہرباں کر بیاں
شہنشاہ کے اخلاق تھے کس وضا
مجے یک بیک اس کے تئیں سب سنا"

کہی عائشہ اسکوں اے ھوشیار
ہے تفصیل اس کی نہایت سی بہار
و لیکن میں کہتي ھوں اب مختصر
کہ خُلق اس کا قرآن تھا سر بسر

وجدی

وجیہ‌الدین نام، قوم شیخ، کرنول کے باشندے تھے، کلام میں سلاست زبان کا لطف غالب ہے طرز ادا میں بے ساختگي ہے۔ دکنی اُردو میں ان کی حسب ذیل مثنویاں ھیں -

۱ - باغِ جانفزا ضخیم مثنوی ہے - سنہ ۱۱۴۵ ھ میں تصنیف ھوئی چنانچہ باغ جانفزا تاریخی نام ہے -

۲ - پنچھي باچھا، شیخ فریدالدین عطار کي مشہور مثنوی منطق‌الطیر کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۴۹ ھ میں تمام ھوئی -

۳ - تحفۂ عاشقاں، یہ بھي شیخ فریدالدین عطار کي مثنوي ''گل و ھرمز'' کا ترجمہ ہے - سنہ ۱۱۵۲ ھ میں ختم ھوئی -

نمونہ باغ جاں فزا

دنیا میں رہ کے دنیا سوں جدا اچھ
جدا ھوکر، طلبگار خدا اچھ
قلندر ھو کے ست دے خود پرستي
دیوانا ھو کے دکھلا جوش مستي

شراب عشق سوں ، کر دل کو سر مست
پکڑلے نیستي نـا هوئے گا مست
مرادِ دل سمجھه لے ، نا مرادی
که غم سوں پائیگا توں راہ شادي
بهشتي حور طوبے قد ، پري رخ
مبارک شـکـل چـهـرا فـال فرخ

پری صورت هے توں ، لیکن پري نیں
که انسـاں بن یو جسن دلبري نیں
که اے روشن گهـر ، ماہ جهاں تاب
سوا تجھ کـوں جوانـي کا اچھـو لاب
فـلـک اک گـوشـۂ ایـوان ، اس کا
زحل سو کمتریں ، دربـان اس کا
کرے مریخ وهـاں ، خنجـر گـذاري
اتي خورشید کـوں ، چوکی کي باری
مقابل مطرباں کا راگ ، هور رنگ
بجي طنبور سر منڈل دف و چنگ
عجب دلکش هے بـزم مے پرستاں
خصوصاً هوے جب ، هاے هوے مستاں

کریگا کون ، میـری کارسـازي
دوستی هوئیگي ، عاشق نوازي

---

۱ - باغ جانفزا کي تاریخ اس طرح نکالي هے :—

یو هے بیان خاتمۂ جي شکر سوں بولیا هوں میں
تاریخ جس کے ختم کا ' آیا هے باغ جاں فزا

—

۲ - پنچھي نامہ یا پنچھي باچھا :—

اصل میں یو تھا ' کلام فارسي
اهل معنے کو ' مثال آرسي
خوشتریں تصنیف شیخ نامدار
پیشواے عارفاں روز کار
شیخ صاحبدل ' فرید نامور
خاص جن کا هے لقب عطار کر

—

تھا ولے جوں ' فارسي میں ' یو کلام
کم سمجھہ سکتے تھے اس کو' خاص و عام
گرچہ میں بھي کچھہ نهیں' معنے شناس
کاں مجھے ' اس کے سمجھنے کا قیاس
لیکن اس کو دیکھہ کر ' دلچسپ بول
یک بیک یوں دل منے ' آیا کلول
جو موافِق فهم اپني کے ضعیف
اس کتاب خاص کا ' نظم شریف
قصد کر ' دکھني زباں میں لیکے آؤں
تار هے دنیا منے میرا بھي ناؤں

—

اے پنچھی پیارے ' سخن آغاز کر
حمد سوں ' حق کے ' بلند آواز کر
شوق سوں ' ایسا روچایا یک چھجا
جو رہے تس لوگ کا ' عالم لوبھا
گلشن وحدت ' ہے تیرا آشیاں
احدیت کا راز ' سب تجھ پر عیاں
سر کشی سب چھوڑ دے ' ہو سر نگوں
درد سوں کر ' دل کوں اپنی غرق خوں
گر تجھی ہے ' ہمت معنے بلند
دل نکو بردار و تباں سات بند
جانے کا دونوں جہاں سو کر گذر
بیٹھ ذوالقرنین کی ' چاہات پر

ایک دن ' سب جگ کی پنچھی جانوو
مل کر بیٹھے ' جمع ہو یک تھار پر
ہے ہر یک فرقہ ' میں یک بادشا
نہیں ہمن کوں بادشاہ ' سو کیا کیا

خاتمہ کی تاریخ لکھتے ہیں :—
جب کیا تارخ کا ' دل میں حساب
تب ہوا میزان کیا خاصا کتاب
سنہ ۱۱۳۶ھ

---

۳ - تحفۂ عاشقان :—

(آغاز)

کروں پاک دل ، ہور زباں پاک سوں
ثنا پاک ، اس عاشق پاک سوں

قضارا دسیا مجکوں ، یک بار کا
گل و ہرمز ، اس شیخ عطار کا
ہوا شوق پیدا ، منجھے بعد ازاں
کہ دکنی زباں سو ، کروں ترجماں

قافیہ کے لئے ترجمہ کو ترجمان کیا ھے -

سال تصنیف میں لکھتے ھیں :—

دیے اس کی تاریخ مجکوں عیاں
پچھا نو امے تحفۂ عاشقاں [۱]
سنہ ۱۱۵۳ھ

---

[۱] دکن میں اردو -
تاریخ اردوے قدیم -

خاکي

سید محمد جمال‌الدین نام ، قادري لقب ، خاکي تخلص تھا ، قریب قریب ھر صنف میں شعر کہے ھیں ، ان سب میں خوبي زبان ، طرز ادا اور مضامین تصوف کا غلبہ ھے - سنہ ۱۱۴۱ھ میں مثنوی '' فیض عام '' لکھي -

جائز نہیں تھیں ، ھجر کي شب کی ، شکایتیں
مجکوں خصوص ، آج تو روز وصال تھا

اپنے معشوق سنگ ھو رھنا
ایک دل ایک رنگ ھو رھنا
حال واصل کا ، ھے یھي '' خاکي ''
دیکھہ دلبر کوں دنگ ھو رھنا

احمد ، اگر ظہور نہ ھوتے جہان میں
پائے خدا کي ذات کوں ، کس کا مجال تھا

صدق ، میں صدیق اکبر ، کبریا
زھد اور تقویٰ ستي او بے ریا

ھیں عمر ، دائم عدل سوں بے بدل
اس صفت سوں ، اُن کوں حق نازل کیا
ہے حیا کے سنگ نت ایماں قرار
صاحب ایمان عثماں با حیا
ہے ولایت اور شجاعت جس پہ یار
او علی مہیلی ھیں ابلیا
یو خلیفے چار ، برحق جان توں
بے شبہ ، حق مرتبہ ان کوں دیا

مست ہوکے خیال میں رھنا
گُم اُسی کے جمال میں رھنا
ناقصوں کا ھے کام اے '' خاکی ''
اپنے فخر و کمال میں رھنا

بلبل کوں ، گل سے مطلب ، خاروں کی کب ھے پروا
جو عشق میں دیا سر ، ماروں کی کب ھے پروا

حق کے مخفی راز کا ، سن لے بیاں
پوچھہ مت ھم ، سن تو اخبار بہشت

تاب کاں ، ھم میں ، جو تصویر صنم کی دیکھیں
نقش ھوجائیں ، کبھو دیکھہ اسے دیوار کے سات

صنم کا ناز ، عاشق کی نیازی
نزاکت ھے ، نزاکت ھے ، نزاکت
ھوا ، جب کعبۂ مقصود مشہور
زیـارت ھے ، زیارت ھے ، زیـارت

ھوش کھو ، محو ھو رھا ھوں
دیکھہ کر ، میں ترا ادا ، اے شوخ

پیو ، کل میں محیط ھو بالا
ھے او ظاھر ، نہان ، کچھ کا کچھ

ھشیار اے ، او ، بے خبر ، ھے جسم میں ترے ، یزید
یا مار کر غازي ھو توں ، یا مر کہ ھو اس سوں شہید

ھوں میں کل قید غیریت سوں ، خلاص
بـلکـہ دایـم ھوں عینیت سوں خلاص
پیو سوں ، نا جدا ھوں ، نا شامل
ھو رھا ھوں میں عبدیت ، سوں خلاص

اب تلک ، منتظر ھیں ھم ، پیو کے
پیو نہ آیا نظر ، خدا حافظ

ھے نگھہ بان ، در پہ ، مہوش کے
سگ دربان سوں ، ڈروں کب لگ

——

نیں ھے مجکوں خوف کچھ ، روز جزا
یا محمد ، توں ھوا ھے جب کفیل

——

کیوں کروں ، میں غیر کے اوپر نگاہ
نیں جدا ، میری نظر سوں ، او صنم

——

نور سوں رب کے ، محمد ھے عیاں
ھے عیاں نور نبي سوں ، کل جہاں

——

ھمارے سرکا چھتر ھے ، " جمال " اے " خاکي "
دئے ھیں ، دست کوں ھم ، سایہ دار کے ھاتھوں

——

ارے دل کی ھے روشني ، جاگنے میں
کہ ھوتا ھے مفلس غني ، جاگنے میں

——

تري آنکھوں کي کیا کروں ، تعریف
حوض کوثر کے ، خاص کانسے ھیں

——

هوش دیکر ، کبھي کریں بےھوش
پھر کبھي ، ھوشیار کرتے ھیں

بندگی کوں تو چھوڑ بیٹھا ھوں
موں ، خدائي سوں موڑ بیٹھا ھوں

دلوں پہ نقش ھوا ھیگا ، یار کے ھاتھوں
بنی ھے صورت زیبا ، نگار کے ھاتوں

' خاکی '' سخن کہا ھے ، تصوف کے باب میں
کر غور ، اس کے شعر سوں ، انکار مت کرو

اصل تیرا ھے نام ، بسم‌الله
ورد کر ، صبح و شام بسم‌الله

کون ھے تجھ بنا مرا والي
جو کروں اس سوں داد و فریادی

جسکے بر میں روز و شب دل دار ہے
بت پرستی سوں ، اُسے در کار ھے

عشق بازی میں کرے عاشق غرور
کم نگاهي كي سزا درکار هے [۱]

آزاد [۲]

فقیراللہ نام ، وطن حیدرآباد تھا ، اُن کي غزل پر ولي نے غزلیں لکھي هیں -

(نمونۂ کلام)

" آزاد " سے لینا هوں ، یه مصرعۂ مناسب
جس سے که یار ملتا ، ایسا هنر نه آیا

سب صنعتیں جہاں کي ، " آزاد " همکو آئیں
پر جس سے یار ملتا ، ایسا هنر نه آیا

شعراے اورنگ‌آباد

۴ — ولي اورنگ‌آبادی

محمد ولی نام ، اورنگ‌آباد کے رهنے والے تھے -

ولی دهلي بھي گئے تھے ، بعض تذکرہ نویسوں نے لکھا هے که وهاں اُن کي بہت قدر هوئی -

---

[۱] سالنامۂ اخبار رهبر دکن - (حیدرآباد دکن) -
[۲] دکن میں اُردو - چمنستان شعرا -

'' شاہ گلشن '' مشہور فقیر اور شاعر سے ' ملاقات کی اور اپنے اشعار سنائے ' انہوں نے صلاح دی کہ

'' ایں ہمہ مضامین فارسي کہ بے کار افتادہ اند
در ریختہ بکار ببر از تو کہ محاسبہ خواهد گرفت

(تذکرۃالشعرا - میر)

ولي کے کلام میں سلاست اور روانی اس قدر ھے کہ کہا جا سکتا ھے کہ وہ اس دور کے '' داغ '' ھیں - زبان کو خالص اردو بنانے کی پوری کوشش کرتے ھیں ' اپنا مطلب اس طرح ادا کرتے ھیں کہ سننے والا متاثر ھو جاتا ھے غزلوں میں سوز و گداز ' مثنوي میں روانی ' قصائد میں شکوہ ' رباعیوں کے اختصار میں تفصیل مسائل دور سے نمایاں ھیں -

کلیات ولی - نورالمعرفت (تصوف میں) ان کي تصانیف ھیں - بہ‌قول '' آزاد '' ولي سعداللہ گلشن کے شاگرد تھے - ولی کے شاگردوں میں بعض تذکرہ نویسوں نے مرزا '' داؤد '' کا نام لیا ھے جیسا کہ وہ خود کہتے ھیں :—

کہتے ھیں سب اھل سخن ' اس شعر کو سن کر
تجھہ طبع میں ' '' داؤد '' '' ولي '' کا اثر آیا

سنہ ۱۰۷۹ھ میں بمقام اورنگ‌آباد پیدا ھوئے اور سنہ ۱۱۵۵ھ میں احمدآباد (گجرات) میں وفات پائی -

کہتا ھوں ' ترے نانوں کوں ' میں ورد زباں کا
کرتا ھوں ' ترے شکر کوں ' عنوان بیاں کا

هر ذرۂ عالم میں ہے ، خورشید حقیقی
یو بوجھہ کے ، بلبل ہوں ، ہراک غنچہ دہاں کا
جاري ہوئے آنجھو مرے ، یو سبزۂ خط دیکھہ
اے خضر قدم ! سیر کر اِس آب رواں کا

کتابت بھیجنی ہے ، شمع بزم دل کوں اے کاتب
پر پروانہ اوپر لکھہ ، سخن مجھہ جانفشاني کا
عزیزاں بعد مرنے کے نہ بوجھو تم ، کہ تنہا ہوں
لکھا ہوں ، پردۂ دل پر ، خیال اس یار جاني کا
شراب جلوۂ ساقي اِسوں ، مت کر منع ، اے زاھد
یہي ہے مقتضا ، عالم میں ، ھنگامِ جواني کا

کیا مدھوش مجھہ دل کو ، انیندي نین ساقی نے
عجب رکھتا ہے کیفیت زمانہ نیم خوابی کا

ھوئي ہے آرسي جوگن ، ترے مکھہ کے تصور میں
بھبھوتی مکہہ پہ لیا ، دم مارتي ہے خاکساري کا

طالب نہیں ، ماہ و مشتری کا
دیوانہ ہوا ، جو تجھہ پری کا

تجھہ تل سے ' اے آفتاب طلعت
ممنون ھوں ' ذرہ پروری کا

محبت یار بےپروا کي ' سینے میں ھے ' رات ھور دن
یھي مطلب ھے ' رات ھور دن نمازي ' ھور نیازی کا

شغل بہتر ھے ' عشق بازي کا
کیا حقیقی و کیا مجازي کا
آج تیري نگہ نے ' مسجد میں
ھوش کھویا ھے ' ھر نمازی کا

چاھتا ھے اس جہاں میں گر ' بہشت
جا تماشا دیکھہ ' اس رخسار کا
آرزوئے چشمۂ کوثر ' نہیں
تشنۂ لب ھوں ' شربتِ دیدار کا

کیا کرے تعریف دل ' ھے بےنظیر
حرف حرف ' اس مخزنِ اِسرار کا
گر ھوا ھے ' طالب آزاد گي
بند صت ھو' سبحہ و زنّار کا

جهوں [illegible] ، بجز آتش خاموش لب یار
مرهم نهیں عالم میں ، "ولی" داغِ جگر کا

روح بخشی هے کام ، تجهه لب کا
دم عیسیٰ هے نام ، تجهه لب کا

آئینہ تجهہ سے هو کے ، هم زانو
حیرت افزا هوا هے ، گلشن کا

اس قد سے ، جس چمن میں ، وہ نو نہال هوےگا
کیا سرو ، کیا صنوبر ، هر اک نہال هوگا

یاد آتا هے مجهے جب ، وہ گلِ باغِ وفا
اشک کرتے هیں مکاں ، گوشۂ داماں میں آ
حسن تها پردۂ تجرید میں ، سب سوں آزاد
طالب عشق هوا ، صورت انسان میں آ
درد مندوں کو بجز درد نهیں صیدِ مراد
اے شہِ ملکِ جنوں ، غم کے بیاباں میں آ

نقش دیوار کیوں نہ هو ، عاشق
حیرت افزا هے ، بےوفا کی ادا

اے ''ولی''، درد سر کی دارو ہے
مجکوں، اس صندلی قبا کی ادا

دل عشاق کیوں نہ ہو، روشن
جب خیال صنم، چراغ ہوا

جو ''ولی'' ہے، مرجع ہر جز و کل
وہ مرا مقصودِ جان و تن ہوا

سینۂ بلبل و قمری کو کیا، محشر درد
جبکہ اس سرو نے، سیر گل و شمشاد کیا

تب سے ہوا ہے، محمل لیلیٰ کی شکل دل
جب سوں، ترے خیال نے، دل میں گزر کیا

خدا دیا ہے مجھے، سو ہزار عجز و نیاز
جو سر سے پاؤں تلک، تجھکوں شکل ناز کیا

صحن گلشن میں جب، خرام کیا
سرو آزاد کو، غلام کیا

غمزۂ شوخ نے ، بہ نیم نگاہ
کام عشاق کا ، تمام کیا

ہے قد ترا سراپا ، معنئی ناز گویا
پوشیدہ میرے دل میں ، آتا ہے راز گویا
ہر یک نگہ میں تیرے ، ہے نغمۂ محبت
ہر تار تجھ نگہ کا ، ہے تار ساز گویا
ہے قبلہ رو ہمیشہ ، محراب میں بھواں کے
کرتی ہیں تیری پلکاں ، مل کر نماز گویا

پی کے ہوتے ، نہ کر تو مہ کی ثنا
معتبر نیں ہے ، حسن دور نما
باعث نشۂ دوبالا ، ہے
حسن صورت کے ساتھ ، حسن ادا
اے گل باغ حسن ، مکھ سوں ترے
جلوہ پیرا ہے ، رنگ و بوے حیا

کم نما ہے نو جواں میرا ، برنگ ماہ نو
ماہ نو ہوتا ہے دائم ، اے عزیزاں کم نما
مدعائے عاشقاں ہر آن ہے ، دیدار یار
یار کے دیدار بن ، دوجا عبث ہے مدعا

کیمیا عاشق کے حق میں ہے، نگاہ گل رخاں
گل رخاں سوں جگ کے، پایا ھوں ''ولي'' یہ کیمیا

(نعتیہ)

لا مکاں پر بنا احمد، جو بنا بٹھلایا
تب ملائک نے وهیں، صلوا علیکم گایا
حور و غلماں نے، ترانے سوں، وہ نغمے بولے
قاب قوسین کا نوشہ، تو ہے سب کو بھایا
تھے براتي وھاں، آدم سوں لگا، تا عیسیٰ
اور جبرئیل امیں، گوندھہ کے سہرا لایا
حق نے، لولاک لما حق میں محمد کے، کہا
ان سوا، کون سے مرسل نے، یہ رتبہ پایا

کیوں ھو سکے، جہاں میں، ترا ھمسر، آفتاب
تجھہ حسن کي اگن کا ہے، یک اخگر آفتاب
دیکھا جو تجھکوں، آپ سے روشن جہان میں
سر سوں لیا، نقاب زریں مکھہ پر آفتاب

ترے جلوے سوں، اے ماہ جہاں تاب
ھوا دل سر بسر، دریاے سیماب

ملیا وہ گلبدن جس کوں ' اسے گلشن سوں ' کیا مطلب
جو پایا وصل یوسف ' اس کو پیراهن سوں ' کیا مطلب
سخن ' صاحب سخن کا ' سن کے ملنے کي هوس مت کر
جواهر جب هوے حاصل تو پهر معدن سوں ' کیا مطلب

ترے مکهه پر ' اے نازنیں ' یو نقاب
جهلکتا هے ' جیوں مطلع آفتاب
ادا فهم کي ' دل کي تسخیر کوں
ترا قد هے ' جیوں مصرعۂ انتخاب

مدت کے بعد ' آج کیا جو ادا سوں بات
کهلنے سے اس لباں کے ' هوئي حل مشکلات
دیکهے سوں مجهکوں آج شب و روز نیک هے
وہ زلف و رخ ' کہ جن سوں عبارت هے دن و رات

زبان حال سوں کهتا هے یو شمشاد ' هر ساعت
پڑیں گے قید میں ' اس قد کوں دیکهه ' آزاد هر ساعت
بچے گا کب تلک ' اے طائر دل ' زور وحشت سوں
نگهه کا دام ' لے آتا هے وہ صیاد ' هر ساعت

هر درد پہ کر صبر ' " ولي " عشق کي رہ میں
عاشق کو نہ لازم هے ' کرے دکهه سوں شکایت

لب ترے پر ' کہ روح کا ھے قوت
کاتب ناز نے ' لکھا ھے سکوت
جو ہوا داغ عشق میں ' اس کوں
تختۂ لالہ سوں ' کرو تابوت
اے '' ولي '' سبزۂ لب دلبر
خوشنمائي میں ھے ' لب یاقوت

روایت خضر سے ' پہونچي ھے ' مجھہ کو
کہ اس کا خط ھے ' موج آب یاقوت

شوخ میرا ' بے میا ھے ' الغیاث
صاحب جور و جفا ھے ' الغیاث
وہ صنوبر قامت گل‌زار حسن
محشر ناز و ادا ھے ' الغیاث
اس کماں ابرو کا ' ھر تیر بلا
جیوں خدنگ بے خطا ھے ' الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ' جیوں حنا ھے الغیاث
بلبل باغ وفا ھوں ' میں '' ولي ''
وہ سراپا بے وفا ھے ' الغیاث

انکھوں کو تیرے دیکھہ کے ' گلشن میں گلبدن
نرگس ھوا ھے شوق سوں بیمار ' الغیاث

ہے جلوہ گر صنم میں ، بہار عتاب آج
لیتا ہے ، اس کے ناز و ادا کا حساب ، آج
عالم ؤ ہوش کیونکہ رہے گا ، عجب ہوں میں
چوتا ہے اس کے نین سوں ، رنگ شراب آج
کیا ناز ، کیا غرور ہے اس نوبہار میں
دیتا نہیں ، سلام کا میرے جواب ، آج

جولاں گری میں ، گرم ہے وہ شہسوار آج
سینے سے عاشقوں کے ، اُٹھے ہے غبار آج
بے شک کریگا ؛ خاطر عشاق باغ باغ
آیا ہے التفات پہ ، وہ نوبہار آج

آخر کو رفتہ رفتہ ، دل خاکسار نے
تیری گلی میں ، آ کے کیا ہے مکان ، آج
شعلے کوں ، دل کے ہیچ ہے - جانا فلک اُپر
برپا کیا ہوں ، آہ سوں میں ، نردبان آج

بے تاب آفتاب ہے ، تب سوں جہان میں
دیکھا ہے تجکوں ، جب ستی ، اے رشک نور صبح

زہے طرب ، کہ ہوا بزم عیش میں دم ساز
صنم کے لعل سوں ، یاقوت بے بہاے قدح

اگر اشـارت ابرو ، کرے وہ ماہ تمـام
ھلال بزم میں ، ھو چرخ زن ، بجائے قدح

کیا ھے دفع ، مرے درد سر کوں ، رونے نے
ھوا ھے حق میں مرے خون دیدہ ، صندل سرخ

ھمیشہ ھے ، بہار سرو آزاد
نہ جائے ، دولت حسن خدا داد
خلاصی کیونکہ پائے ، بلبل دل
نـگاہ مہرباں ھے ، دام صیـاد

گر آرزو ھے تجھکوں ، مقصد کے گل کا کھلنا
تک بند کر زباں کو ، مکھہ میں ، کلي کے مانا

کُھلا ھے ، عقدۂ دل ، تجھہ پلک کی سوزن سوں
ترے نین کا ، اشارہ ھے ، قفل دل کي کلید

اے "ولي" ترک علائق ، دل کو ، لذت بخش ھے
جیوں ھے ، دنیا دار کو ، فکر سروساماں ، لذیذ

یاد ، تجھہ خط سبز کي ، اے شوخ
زخم دل پر ھے ، مرھم زنگار
بسکہ پایا ھے ، تجھہ جفا سوں شکست
خانۂ دل ، ھوا ھے ، آئینہ وار

تشبیہ ، جو تجھہ خط کو دیا ، مشک ختن ، سوں
عالم کوں ، وہ آگاہ کیا ، اپني خطا پر

مت تغافل کو راہ دے ، اے شوخ
جگ ھنسائي نہ کر ، خدا سوں ڈر
ھے جدائی میں ، زندگي ، مشکل
آ جدائي نہ کر خدا سوں ڈر
عاشقاں کوں ، شہید کرکے ، صنم
کف ، حنائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
آرسی دیکھہ کر ، نہ ھو مغرور
خود نمائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
اس سوں ، جو آشنائے درد نہیں
آشنائی نہ کر ، خدا سوں ڈر
اے "ولي" غیر آستانۂ یار
جبہ سائي نہ کر ، خدا سوں ڈر

رحم بیجا ، ستم برابر ھے
تو رقیباں اُپر ، کرم مت کر

—

کیا درد کہے ، کون کہے درد مرا ، جا
اے آہ ، مرے درد کی ، تو جا کے خبر کر

—

اے ''ولی'' آیا ھے ، وہ مقصود دل
خانۂ دل ، خوں سوں ، رنگ آمیز کر

—

صنعت کے مصور نے ، صباحت کے صفحے پر
تصویر بنائي ھے تری ، نور کو حل کر

—

میں ، تجھے آیا ھوں ایماں بوجھہ کر
باعث جمعیت جان ، بوجھہ کر
رحم کر ، اس پر کہ آیا ھے ''ولی''
درد دل کا تجھکوں ، درماں جان کر

—

جنون عشق ھوا ، اس قدر زمیں کو محیط
کہ پارسا کو ھوئي ، موج بوریا زنجیر
زبان قال نہیں ، طفل اشک کوں ، لیکن
زبان حال ، سوں کرتے ھیں عشق کي تقریر

—

ان نے ، پایا ھے منزل مقصود
عشق جس کا ھے : هادي و رهبر

ترک لذت کی ، جس کوں ھے لذت
شکر اس کو ھے زهر ، زهر شکر

آشنایاں کوں ، موج آب وفا
ھے محبت کي تیغ کا ، جوھر

هوا نہیں ، وہ صنم صاحب اختیار ، ھنوز
بجائے خود ھے ، رقیباں کا اعتبار ھنوز

'' ولی '' جہاں کے گلستاں میں ، ھر طرف ھے خزاں
ولے بحال ھے ، وہ سرو گلعذار ھنوز

آزاد ، اپنے عشق سوں مت کر ؛ '' ولی '' کے تئیں
تیرا غلام ، جگ میں کہایا نہیں ، ھنوز

خواب میں دیکھا تھا ، تیري زلف کوں
دل میں ھے ، باقي پریشاني ، ھنوز

تشنۂ ، آب زندگاني ھوں
بوسہ دیکر بجھا ، تو میري پیاس

اے '' ولی '' اس کا زهر ، کیوں اترے
جن نے کھایا هے ، تیرے عشق کا نیش

ذوق دیدار یار هے ، جس کو
طلب عشق میں سدا هے ، حریص

جیوں گل ، شگفتہ رو هیں ، سخن کے چمن میں هم
جیوں شمع ، سر بلند هیں ، هر انجمن میں هم

شراب شوق سے ، سرشار ، هیں هم
کبھو بے خود ، کبھو هشیار هیں ، هم
دو رنگی سے تری ، اے سرو رعنا
کبھو راضی ، کبھو بیزار هیں ، هم

اے آفتاب طلعت ، ٹک پر مرے نظر کر
تا یک پلک میں ، آوے تجھہ پاس مثل شبنم

صنم کے لعل پر ، وقت تکلم
رگ یاقوت هے موج تبسم
سختی کے بعد ، عیش کا اُمید وار رہ
آخر هے روزہ وار کوں ، اک روز عید یہاں

دل ہوا ہے مرا، خراب سخن
دیکھ کر، حسن بےحجاب سخن
راہ مضمون تازہ، بند نہیں
تا قیامت کھلا ہے، باب سخن

گریۂ عشاق سوں، خنداں ہے، باغ بزم حسن
مغز پرانہ سوں، روشن ہے، چراغ بزم حسن

خوبئی اعجاز حسن یار، اگر افشا کروں
بے تکلف، صفحۂ کاغذ، ید بیضا کروں
ہندوئے زلف پری رو ہے، پریشانی فروش
بیچ دیوے مجھکوں، سودے میں اگر سودا کروں
رات کو آوں، اگر، تیری گلی میں، اے حبیب
زیور لب، ذکر "سبحان الذي اسرىٰ" کروں

میری طرف سے، جا کے کہو، اس حبیب سوں
گر مجھ کوں چاہتا ہے تو، مت مل رقیب سوں
اس بےوفا کی طرز سوں، شکوہ نہیں "ولی"
ہے جنگ، رات دن مجھے اپنے نصیب سوں

پروانہ وار عشق میں تیرے ' جو جیو دیا
اس کا کفن ہے ' رشتۂ شمع نگاہ سوں

سیہ روئی نہ لے جا ' حشر میں دنیاے فانی سوں
سیہ نامے کو ' دھو اے بےخبر ' انچھوؤں کی پانی سوں

میری طرف سوں ' جا کہو اس ماہ عالم تاب کوں
یک رات ' فرش خواب کر ' مجھ دیدۂ کم خواب کوں
گر عشق میں آیا ہے توں ' اے دل! گریباں پارہ کر
لیتے ہیں ' اس بازار میں ' بےتابئی سیاب کوں

خدا یا ! ملا صاحب درد ' کوں
کہ میرا کہے درد ' بے درد کوں

اس کے قدم کی خاک میں ہے ' حشر کی نجات
عشاق کے کفن میں رکھو ' اس عبیر کوں

بخشی ہے ترے نین نے ' کیفیت مستی
تجھ مکھ نے ' خبردار کیا ' بےخبری کوں

کرے فردوس ، استقبال اس کا
تصور جو کرے ، تیری گلی کوں

فدائے دلبرِ رنگیں ادا ، ھوں
شہید شاھد گلگوں قبا ، ھوں
گیا ھوں ، ترک نرگس کا تماشا
طلبگار نگاہ با حیا ، ھوں
سدا رکھتا ھوں شوق ، اس کے سخن کا
ھمیشہ تشنۂ آب بقا ھوں
قدم اس کے پہ رکھتا ھوں سدا سر
" ولي " ھم مشرب رنگ حنا ، ھوں

میں عاشقي میں تب سوں ، افسانہ ھو رھا ھوں
تیري نگہ کا جب سوں ، دیوانہ ھو رھا ھوں
شاید وہ گنج خوبي ، آوے کسو طرف سوں
اس واسطے ، سراپا ویرانہ ، ھو رھا ھوں

میں ، یو تجھہ لب کوں ، قند بولا سوں
لب کوں ترے ، کہ قند بولا ھوں
قد کو تیري ، کہا ھوں سرو سہي
بات یو ، میں بلند ، بولا ھوں

تیرے خیال آنے کی ، پاؤں اگر خبر
سینے کوں ، داغ عشق سوں گلزار کر رکھوں

آے اگر ، وہ شوخ ستمگر ، عتاب میں
جرات جواب کی ، نہ رہے آفتاب میں
تیری نگاہ مست ، کہ ہے جامِ بےخودی
رکھتی ہے کیفیت ، کہ نہیں ہے شراب میں

عیاں ہے رنگ کی شوخی سوں ، اے شوخ
بدن تیرا ، قبائے صندلی میں

دل نے تسخیر کیا ، شوخ کوں ، حیرانی میں
آرسی ، شہرۂ عالم ہے ، پری خوانی میں
دل بیتاب ، کہ اک آن نہیں اس کوں قرار
زلف دلدار سے ہمسر ہے ، پریشانی میں

کیونکہ سیری ہو ، حسن سے تیرے
دھوپ کھانے سے ، پیٹ بھرتا نیں

اے نورِ جان دیدہ ، ترے انتظار میں
مدت ہوی پلک سوں پلک ، آشنا نہیں

مجھے ' گلشن طرف جانا روا نہیں
اگر گلشن میں ' وہ رنگیں قبا نیں

مجھہ کوں ' تجھہ بن کسو سے کام نہیں
فکر ناموس و ننگ و نام نہیں
صف عشاق کو ' بہ کعبہ قسم
بجز آوارگی ' امام نہیں

زندگی ' جام عیش ہے لیکن
فائدہ کیا ' اگر مدام نہیں

خوش قداں ' دل کو ' بند کرتے ہیں
نام اپنا ' بلند کرتے ہیں

خوبرو ' خوب کام کرتے ہیں
ایک نگہ میں ' غلام کرتے ہیں
کم نگاہی سے ' دیکھتے ہیں وہ
کام اپنا ' تمام کرتے ہیں

گل مقصد کا ' ہار ڈالے ہیں
نقد ہستی ' جو ہار ڈالے ہیں

کیونکہ نکلے ' برہ کے کوچے سوں
زلف تیری نے ' مارڈالے ھیں

صدق ھے ' آب و رنگ گلشن دیں
پاک بازي ھے ' شمع راہ یقیں
جبکہ رویا ھوں ' یاد کرکے تجھے
چشم میري ھے ' دامن گلچیں

زلف تری برھمن ' مکھہ ھے ترا آفتاب
مکھہ ھے ترا آفتاب ' زلف تري برھمن

ھے قصۂ دراز کے ' سننے کی آرزو
اُس زلف تابدار کي ' تعریف سر کرو

مت تمھیں ' انتظار ماہ کرو
ماہ رو کو ' چراغ راہ کرو
سفر عشق کا اگر ھے ' خیال
ھمت دل کو ' زاد راہ کرو
سرخ روئي ھے ' عاشقاں کی تمام
گر رقیبوں کو ' روسیاہ کرو

اپنی خوبی کے ، اگر طالب ہو
اپنے طالب کو ، جلایا نہ کرو
پاکبازوں میں " ولی " ہے مشہور
اس سوں ، چھرے کوں چھپایا نہ کرو

غفلت میں ، وقت اپنا نہ کھو ہشیار ہوشیار ہو
کب لگ رہے گا ، خواب میں بیدار ہو بیدار ہو
و نو بہار عاشقی ، ہے جیوں سحر جگ میں عیاں
اے دیدہ ! وقت خواب نیں ، بیدار ہو بیدار ہو

میری طرف ، ساغر بکف آیا ہے ، وہ مست حیا
اے دل ! تکلف بر طرف ، مستانہ ہو مستانہ ہو
مج کوں ، خمار ہجر سوں ، پیدا ہوا ہے درد سر
اے گردش چشم پری ، پیمانہ ہو پیمانہ ہو
اے عقل کب لگ وہم سوں ، یکجا کریگی خار و خس
آیا ہے سیل عاشقی ، ویرانہ ہو ویرانہ ہو

ترے حسن کو ، جس نے دیکھا نہیں
نصیبوں میں اس کے ، ندامت اچھو

مبادا محتسب ، سرمست ، سن کر تان میں آوے
طنبورا آہ کا ، اے دل بجا آہستہ آہستہ

وفاداری نے دلبر کی ، بجھایا آتش غم کوں
کہ گرمی ، دفع کرتا ہے ، گلاب آہستہ آہستہ
" ولی " مجھہ دل میں آتا ہے ، خیال یار بےپروا
کہ جیوں انکھیاں منیں آتا ہے ، خواب آہستہ آہستہ

ہوا ظاہر ، خط روئے نگار ، آہستہ آہستہ
کہ جیوں گلشن میں آتی ہے ، بہار آہستہ آہستہ

گریاں ہے ابر ، چشم مری اشکبار دیکھہ
ہے برق بیقرار ، مجھے بیقرار دیکھہ
اے شہسوار تو جو چلا ہے رقیب پاس
سینے میں عاشقوں کے ، اُٹھا ہے غبار دیکھہ

مجھکوں لگتا ہے ، اے پری پیکر
آج تیرا جمال ، کچھہ کا کچھہ
اثر بادۂ جوانی ہے
کر گیا ہوں ، سوال کچھہ کا کچھہ

اے " ولي " دل کوں، آج کرتي هے
بوے باغ وصال، کچھه کا کچھه

حشر کا خوف " ولی " کو تو نہیں هے واللہ
هے شفاعت جو وهاں، احمد مختار کے هاتهه
هوا هے جب سوں، وہ نور نظر انکهاں سوں جدا
نہیں نظر میں مري، تب سوں غیر بے خوابي

اس سخن سوں آشنا هے درد مند
درد دوري هے وبال دوستي
اے " ولی " هرآن کر مشق وفا
هے وفاداری، کمال دوستي

طریقہ عشق بازاں کا، عجب نادر طریقہ هے
جو کُئی عاشق نہیں، اس کوں مسلماں کر نہیں گنتے
گریباں جو هوا نیں چاک، بے تابی کے هاتهوں سے
گلے کا دام هے، اُس کوں گریباں کر نہیں گنتے

وہ راحت دل و جاں، جب وهاں مقام کیا
هوا هے درد، دل و جان بےقرار کرے

میں اپنی آنکھوں کو ، واللہ فرش راہ کروں
گزر جو میری طرف کوں ، وہ شہسوار کرے

سست ہونا عشق میں تیرے ، صنم
ناکسی ہے ، ناکسی ہے ، ناکسی
باعث رسوائی عالم ، " ولی "
مفلسی ہے ، مفلسی ہے ، مفلسی

اشک خوں آلود ہے ، سامان طغرائے نیاز
مہر فرمان وفاداری ہے ، داغ عاشقی
گر طلب ہے تجھکوں ، راز خانۂ دل ہو عیاں
آہ کی آتش سوں ، روشن کر چراغ عاشقی

دیکھا ہوں جب سوں ، خواب میں وہ چشم نیم‌خواب
صورت خیال و خواب ہوئی مجھکوں ، خواب کی

زلف نیں ، تجھ مکھ پر ، اے دریائے حسن
موج ہے یہ ، چشمۂ خورشید کی
تجھ دھن کو دیکھ کر ، بولا " ولی "
یہ کلی ہے ، گلشن اُمید کی

ے عزیزاں ، سیر گلشن ہے گل داغ الم
جنت احباب ہے ، معنی میں باغ زندگی
کیوں نہ ہووے اے "ولی" روشن شب قدر حیات
ہے نگاہ گرم گل رویاں ، چراغ زندگی

جسے عشق کا تیر کاری لگے
اُسے زندگی کیوں نہ بھاری لگے
نہ ہووے اُسے جگ میں ہرگز قرار
جسے عشق کی بے قراری لگے

تعریف اُس پری کی ، جسے تم سناؤگے
تا حشر ، اُس کے ہوش کوں ، اُس میں نہ پاؤگے

نہ جاوے تجھکو چھوڑ ، اے گلشن ناز
مرا دل بلبل باغ وفا ہے
مرا دل کیوں نہ جاوے ، اس گلی میں
گلی ، اس دل ربا کی دل کشا ہے
سجن کے حسن کوں ، تک غور سے دیکھ
کہ یہ آئینۂ "معنی نما" ہے
نہیں واں آب ، غیر از آب خنجر
شہادت گاہ عاشق ، کربلا ہے

غنیمت بوجھ ملنے کوں ' " ولی " کے
نگاہ پاکبازاں کیمیا ہے

— —

گر تجھکو ہے ' عزم سیر گلشن
دروازۂ آرسی کھلا ہے
یک دل نہیں آرزو سے خالی
برجا ہے ' محال اگر خلا ہے
تسخیر کیا ہے گوش گل کوں
بلبل کا ' " ولی " عجب نلا ہے

——

عدم ہے ' تجھ دہن کا جگ میں ثانی ' اے پری پیکر
اگر " بالفرض والتقدیر " ثانی ہے ' تو عنقا ہے

——

قد ترا ' رشک سرو رعنا ہے
معنی نازکی سراپا ہے
ساقی و مطرب ' آج ہیں ہم رنگ
نشۂ بے خودی ' دوبالا ہے
اِس کے پیچوں کا ' کچھ شمار نہیں
زلف ہے ' یا یہ موج دریا ہے
سبب دل ربائی عاشق
مہر ہے ' لطف ہے ' دلاسا ہے

——

؛ شتابي ، نهيں تو جاتا هوں
کيا کروں ، دل اداس هوتا هے
تجهه جدائي ميں ، نهيں اکيلا ميں
درد و غم ، آس پاس هوتا هے

مرا دل ، مجهه سے کرکے بے وفائي
پسند خاطر خوباں هوا هے
عزيزاں ! کيا هے پروانے کے دل ميں ؟
که جی دينا اسے ، آساں هوا هے
برنگ گل ، فراق گل رخاں ميں
گريباں چاک ، تا داماں هوا هے

ديکهه ! اس کي کلاه باراني
چاند پر ، آج ابر آيا هے

ظاهر هوا هے مجهه په ، ترے ناز سوں صنم
رنگيں بهار حسن ، بهار عتاب هے
پوشيده حال عشق رهے کيونکر ، اے "ولي"
غماز تار زلف ، خم پيچ و تاب هے

عاشق بے تاب سوں ، طرز وفا
جيوں ادا محبوب کي ، محبوب هے

لخت دل پر ، خط لکھا ہوں یار کو
داغ دل ، مہر سر مکتوب ہے

"ولي" ! جو عشق بازی میں ، حقیقت سوں نہیں واقف
سخن اُس کا ، قیامت میں ، گُل باغ ندامت ہے

غم نہیں ، مجنوں کو ، ہرگز اے "ولي"
خانۂ زنجیر ، اگر آباد ہے

کیوں نہ ہو ، فوارۂ خوں ، جوش زن رگ رگ ستي
ہر نگاہ تیز خوباں ، نشتر فصاد ہے
آسماں اوپر ، نہ بوجھو چادر ابر سفید
جا نماز زاہد عزلت نشیں ، برباد ہے
سرو کي وارستگي اوپر نظر کر ، اے "ولی"
باوجود خود نمائي ، کس قدر آزاد ہے

عشق میں صبر و رضا درکار ہے
فکر اسباب وفا درکار ہے
چاک کرنے جامۂ صبر و قرار
دلبر رنگیں قبا درکار ہے
زلف کو وا کر ، کہ شاہ حسن کوں
سایۂ بال ہما درکار ہے

عزم اس کے وصل کا ھے ، اے "ولي" !
لیکن امداد خدا درکار ھے

مت نصیحت کر " ولي " کو ، اے سخن ناآشنا
ترک کرنا عشق کا ، دشوار ھے ، دشوار ھے

نہ سمجھو خود بخود دل بے خبر ھے
نگہہ میں ، اس پري رو کے ، اثر ھے
مروت ترک مت کر ، اے پری رو
محبت میں مروت معتبر ھے
ترے قد کے تماشے کا ، هوں طالب
کہ راہ راست بازي ، بے خطر ھے

اگر پوچھے ، وہ بے پروا مرا ناؤں
کہوں " مشتاق رند لا اُبالي "

نثار اس کے قدم اوپر ، کروں انچھواں کے گوھر سب
اگر کرنے کوں دلجوئي ، وہ سرو خوش ادا نکلے

هر اک نقش قدم سوں ، دستۂ گل جلوہ پیرا هو
اگر سیر گلستاں کوں ، وہ رشک صد چمن نکلے

چھوڑ اے شوخ ! طرز خود کامي
مت ہو ، ہر دیدہ باز کا ، دامي
اے '' ولي '' ! غیر عشق ، حرف دگر
پختہ مغزوں کے نزد ہے خامی

سجن ! تیري غلامي میں ، کیا ہوں سلطنت حاصل
مجھے ، تیری گلی کي خاک ہے ، تخت سلیمانی
'' ولي '' کوں ، گر ترے نزدیک کُئي دیکھے ، تو یوں بوجھے
لگي ہے صفحۂ هستي اُپر ، تصویر حیراني

آغوش میں آنے کی کہاں تاب ہے ، اس کوں
کوتي ہے نگہہ ، جس قد نازک پر گرانی
مت دور ہو ، اک آن ، ''ولی'' پاس سوں ہرگز
اے باعثِ جمعیتِ ایامِ جوانی

جو میرے حال کي گردش کوں ، دیکھے
اسے گرداب گرداں ، یاد آوے
' ولی '' ! میرا جنوں جو کُئي کہ ، دیکھے
اسے کوہ و بیاباں ، یاد آوے

اُس وقت ، مجھے دعوئے تسخیر ، بجا ہے
جس وقت ، مرے حکم میں ، وہ عشوہ گر آوے

جامے ملیں ' غنچے کی نمن ' رہ نہ سکوں میں
گر پی کی خبر لے کے ' نسیم سحر آوے

سرود عیش گاویں ہم ' اگر وہ عشوہ ساز آوے
بجاویں طبل شادی کے ' اگر وہ دل نواز آوے
جلوں عشق میں ' مجھکوں نہیں زنجیر کی حاجت
اگر میری خبر لینے کو ' وہ زلف دراز آوے
" ولی " ! اس گوھر کان حیا کی ' کیا کہوں خوبی
مرے گھر اس طرح آتا ھے ' جیوں سینے میں راز آوے

عالم میں ' ترے ھوش کی تعریف کیا ھوں
ایسا تو نہ کر کام ' کہ مجھ پر سخن آوے

مستی نے تجھ نین کی ' بے خود کیا " ولی " کوں
آوے جو بزم مے میں ' کیوں ھوشیار جاوے

دل چھوڑ کے ' یار کیونکہ جاوے
زخمی ھے شکار ' کیونکہ جاوے
جب لگ نہ ملے ' شراب دیدار
انکھیاں کا خمار ' کیونکہ جاوے
ھے حسن ترا ' ھمیشہ یکساں
جنت سوں بہار ' کیونکہ جاوے

انچھواں کي ' اگر مدد نہ ہووے
مجھہ دل کا غبار ' کیونکہ جاوے

کہاں ہے آج یارب ! جلوۂ مستانہ ساقي
کہ دل سوں تاب، جي سوں صبر، سر سوں ہوش، لے جاوے

چمن میں جلوہ گر ' جب وہ گل رنگیں ادا ' ہو وے
خزانِ خاطرِ عاشق ' بہار مدعا ہووے

آلودہ کیوں نہ ہووے دامان پاک زاھد
جب دست نازنیں میں ' جام شراب ہووے
تیرے لباں کے آگے برجا ہے ' اے پری رو
گر آب زندگاني ' موج سراب ہووے
کیوں بے خودي نہ آوے، اس وقت، اے ''ولي'' مجھہ
وہ سرو نازپیکر ' جب مست خواب ہووے

تجھہ رخ سے جب کنارے صبح نقاب ہووے
عالم تمام روشن ' جیوں آفتاب ' ہووے

وہ ' محبت میں تري ' فاني ہوئے
روز و شب ' جو محو حیراني ہوئے

عشق میں، اُس رشک لیلیٰ کے، ''ولی''
مثل مجنوں کے، بیابانی ہوئے

عشاق کي تسخیر کوں، یار یہ بلا ہے
یا ناز مجسم ہے، کہ تصویر ادا ہے
یا لفظ ہے رنگین، ہم‌آغوش معانی
یا بر میں، گل اندام کے، گلرنگ، قبا ہے
جانا نہیں گلشن کي طرف، صبح وہ گلرو
بوجھا ہے کہ، وہاں آہ میری باد صبا ہے
بیماریٔ عاشق ہے، تجھ انکھیاں ستي لیکن
صد شکر کہ تجھ لب منیں، ہر دکھ کي دوا ہے

تری تعریف کرتے ہیں ملائک
ثنا تیری، کہاں حد بشر ہے؟

رگ جاں سوں، ہوا ہے خوں جاری
یاد تیری پلک کي، نشتر ہے
مکھ ترا، بحر حسن ہے جاناں؟
زلف پر پیچ، موج عنبر ہے
تجھ بن، اے نور بخش محفل دل
حال مجلس، تمام ابتر ہے

زندۂ جاوید ، شہدا کیوں نہ ہوں
موجۂ آبِ بقا ، شمشیر ہے

کیوں نہ ہوے ، آب سر سوں ، تا قدم
جوہر کان حیا شمشیر ہے

کعبۂ فتح و ظفر میں ، اے " ولی "
شکل محرابِ دعا شمشیر ہے

کیا کہے حیراں تیری تعریف ، اے آئینہ رو
مو بمو تیرا سراپا ، ناز کي تصویر ہے

غیر حیرت ہے ، خبر اس آئینہ رو کي کسے
راز کے پردے میں ، جس کي خامشي آواز ہے

رو برو ہونے میں اُس کے ، حال دل ظاہر ہوا
جلوۂ آئینہ رویاں ، کاشف ہر راز ہے

درد مندوں کي نظر سوں ، اس کا گرنا ہے بجا
جو برنگ طفل اشک عاشقاں ، غماز ہے

کرنے کو ، سیر راہ حجاز و عراق عشق
عشاق پاس ، ساز و نوا سب نیاز ہے

ہے گل رعنا ، بہار حسن کا
ناز تیرا ، جو نیاز آمیز ہے

شوق کے مرکب کوں ، راہ عشق میں
اے سجن ! تری نگہ ، مہمیز ہے
تجھ تغافل سوں ، ہوا ہے رو نما
گریۂ عاشق ، کہ خوں آمیز ہے

آج گلگشت چمن کا ، وقت ہے اے نوبہار
بادۂ گُل رنگ سوں ، ہر جام گُل لبریز ہے

ہم کوں شفیع محشر ، وہ دیں پناہ بس ہے
شرمندگی ہماری ، عذر گناہ بس ہے
دل لے گیا ہمارا ، جادو سوں وہ پری رو
دیوانگی ہماری ، اس پر گواہ بس ہے

اے صنم ! تیرے دھن کے شوق سوں
ہر کلی میں ، نغمۂ ناقوس ہے

دیکھنا تجھ قد کا ، اے نازک کمر
باعث خمیازۂ افسوس ہے
کیوں نہ ہو امید کا ، روشن چراغ
شمع محفلِ ساقیِٔ مے نوش ہے

کیا تری زلف ، کیا ترے ابرو
ہر طرف سوں ، مجھے کشا کش ہے
تجھ بن ، اے داغ بخش سینہ و دل
چمن لالہ ، دشت آتش ہے

مست جام عشق کوں ، کچھ غم نہیں
خاطر ناصح ، اگر ناصاف ہے
جب سوں ، وہ آتا ہے ہمراہ رقیب
درد مندان کا مکاں ، اعراف ہے
اے ''ولي'' ! تعریف اس کی ، کیا کروں ؟
ہر طرح ، مستغني از اوصاف ہے

اے دوست ! تیري یاد میں ، دل کو کمال ہے
نقش مراد آئینہ ، تیرا خیال ہے
آ اے مہ دو ہفتہ ، مرے پاس ایک روز
ہر آن ، تجھ فراق کے سینے پہ سال ہے
روے زمیں کا ، خال ہے زینت میں اے صنم
تیرا ، جو مثل نقش قدم پائمال ہے

عشق کے راہ کے مسافر کوں
ہر قدم ، تجھ گلي میں منزل ہے

اے " ولی " طرز عشق آساں نہیں
آزمایا ہوں ، میں کہ مشکل ہے

——

نشہ بخش عاشقاں ، وہ ساقی گلفام ہے
جس کی انکھیاں کا تصور ، بے خودی کا جام ہے
مت قدم رکھ اس طرف ، اے زاہد خلوت نشیں
غمزۂ خوں خوار اس کا ، دشمن اسلام ہے

——

تنہا ، نہ بند عشق میں تیرے ہوا ، " ولی "
یہ زلف حلقہ دار ، دو عالم کا دام ہے

——

سراپا ناز ہے تو ، اے پری رو
مجھے ، تیرے سراپا کی قسم ہے

——

وفا کر ، حسن پر مغرور مت ہو
وفاداری ، بہار بے خزاں ہے
" ولی " اس کی جفا سوں خوف مت کر
جفا کرنا ، وفا کا امتحاں ہے

——

تری یہ زلف ، ہے شام غریباں
جبیں تیری ، مجھے صبح وطن ہے

'' ولي '' ایراں و توراں میں ھے ' مشہور
اگرچہ ' شاعر ملک دکن ھے

عارفاں پر ' ھمیشہ روشن ھے
کہ فن عاشقی ' عجب فن ھے
دشمن دیں کا ' دین دشمن ھے
راہ زن کا چراغ روشن ھے
عشق میں ' شمع رو کے جلتا ھوں
حال میرا ' سبھوں پہ روشن ھے

کہو زاھد سے ' '' جاے اس گلي میں ''
اگر ' مشتاق فردوس بریں ھے

گلي میں ' اس ستمگر کے ' نہ جا اے دل نہ جا اے دل
کہ جاں بازي میں آفت ھے ' قیامت ھے ' خرابی ھے

مفلسی ' سب بہار کھوتی ھے
مرد کا اعتبار ' کھوتي ھے
کیونکہ ملنا صنم کا ' ترک کروں
دلبري ' اختیار کھوتي ھے

اے "ولی" آب ' اس پری رو کی
میرے دل کا غبار ' کھوتی ہے

شب فرقت میں ' مونس و ہمدم
بے قراری و آہ و زاری ہے
اے عزیزاں ! مجھے نہیں برداشت
سنگ دل کا فراق بھاری ہے
اب "ولی" نے ' یہ تیری صورت حسن
صفحۂ دل اُپر ' اتاری ہے

عشق ' بے تاب جاں گدازی ہے
حسن ' مشاق دل نوازی ہے
پاک بازوں سوں ' یہ ہوا معلوم
عشق ' مضمون پاک بازی ہے

تجھ سوں ' ہرگز جدا نہ ہوں اے جان
جب تلک ' مجھ میں زندگانی ہے

اے "ولی" ! رہنے کوں ' دنیا میں مقام عاشق
کوچۂ یار ہے ' یا گوشۂ تنہائی ہے

مضطرب عشق سوں ھوں ، مجھکو ملامت نہ کرو
تپش دل نے کیا ، رعشۂ سیماب مجھے

کیونکر بیٹھوں گوشۂ آرام میں ؟
کھینچتا ھے ، وہ کماں ابرو مجھے

وفا دشمن نہ ھو ، اے آشنا رو
وفا پر ھے ، مدار آشنائی
مروت کے ھمیشہ ھاتھہ میں ھے
عنان اختیار آشنائی

بات رہ جائیگی قاصد ، وقت رھنے کا نہیں
دل تڑپتا ھے ، شتابی لا خبر دلدار کی
اے " ولی " ! اس بے وفا کی مہربانی پر ، نہ بھول
دل کا دشمن ھے ، مگر کرتا ھے باتیں پیار کی

مخمس

مشق کو ، اے دل ! سدا تجرید کی
عاشقی ھے ، ابتدا توحید کی
ترک مت کر ، گفتگو تفرید کی
جس کوں ، لذت ھے سجن کے دید کی
اس کوں ، خوش وقتی ھے صبح عید کی

چھب ہے تیري ' نشۂ صہباے حسن

رنگ ہے تیرا ' چمن آراے حسن

قد ہے تیرا ' رحمت والاے حسن

زلف نیں' تجھہ مکھہ پہ ' اے دریاے حسن

موج ہے ' یا چشمۂ خورشید کی

ترجیع بند

مرے دل میں ' وہ سرو گلفام ہے

کہ جس شوخ کا ' خوش ادا نام ہے

رخ روشن و زلف مشکین یار

مجھے یاد ' ہر صبح و ہر شام ہے

خلاصي نہیں ' تا دم زندگی

نگہہ شوخ کي ' جیو کا دام ہے

برہ میں ' طلب مت کرو صبر کوں

برہ ' دشمن صبر و آرام ہے

جو دل ' یار کي مجھکو دیوے خبر

نہیں دل ' وہ جمشید کا جام ہے

سدا تجھہ پری رو کي ' خدمت منیں

یہي درد مندان کا ' پیغام ہے

شتابي خبر لے ' کہ بے تاب ہوں

ترے عشق میں ' بے نوا خواب ہوں

مدح شاہ وجیہ‌الدین

فکر تیری ہے ' آب دانش و ہوش
هر گُل عقل ' تجھہ سے ہے سیراب
اے تو ' مجموعۂ فراست تام
دل ترا ' مطلب ہزار کتاب

ہر سحر ' آفتاب کرتا ہے
تیرے روضے اُپر ' زر افشانی
زندگی بخش ہے ' خیال ترا
یاد تیری ہے ' آب حیوانی

کیا کہوں ؟ گنبد شریف کو میں
اُوج میں ہے ' فلک سوں وہ ہمسر
تجھہ سے خورشید کوں ' وہ پایا ہے
کیوں نہ ہووے ' فلک سے بالا تر

قصائد

حمد - نعت - منقبت

شکر اُس کا ' محیط آعظم ہے
وہ ہے ' سلطان بارگاہ ازل

جس کي همت کی هے ترازو میں
دو جہاں ' مثل دانۂ خردل
اس کی مجلس میں ' آ هوا هے کھڑا
صف آخر میں ' جو هر اول
هیں یہ چاروں ' ستون شرع متیں
دیں کا هے ' ان سوں مستقیم محل
مشرق و مغرب و جنوب و شمال
سب کوں ' ان چار ذات سوں ' هے بل
چار عنصر هیں ' دین کے تن کے
چار دیوار باغ شرع نچھل
هیں یہ ' اسلام کے صحیفے پر
چار اطراف صورت جدول
هر دو ' سلطان کشور کونین
هر دو ' مقبول شاہ روز ازل

عشق تیرا هے ' موج طوفاں جوش
جس سوں ' هے عقل کي بنا میں ' خلل
دل ' جو تجھہ زلف بیچ ' بند هوا
کون کھولے ' یہ عقدۂ لا حل

عاشقوں پر ' چلا هے یہ غمزہ
هاتھہ میں ' لے کے تیغ تیز اجل

نعت

محمد وہ کہ جس کے حق میں "لولاک"
کہا ہے ، خالق املاک و افلاک
عجب گلزار ہے وہ مظہر کل
کہ ہے ، جس باغ کا ، خورشید اک گل
اسي کا ذکر ہے ، ایمان مومن
اُسي کي یاد ، اطمینان مومن

ہوا جب چار باغ دین ، روشن
شریعت کا کھلا ، اس بیچ گلشن
سنواری ، گرد اس کے چار دیوار
حقیقت میں سمجھ ، ہیں یار وہ چار

تعریف شہر سورت

عجب شہراں میں ہے ، پرنور یک شہر
بلا شک وہ ہے جگ میں مقصد دہر
اہے مشہور اس کا نام سورت
کہ جاوے ، جس کے دیکھے سے کدورت
جگت کے آنکھ کا گویا ہے یہ نور
اچھو اس نور سوں ، ہر چشم بد دور
عجب قلعہ ہے وہاں ، اک با قرینہ
انگوٹھي میں دنیا کے ، جیوں نگینہ

فراق گجرات

گجرات کے فراق سوں ہے خار خار دل
بیتاب ہے سینے ملیں ' آتش بہار دل
مرے سینے میں آکے چمن دیکھہ عشق کا
ہے جوش خوں سوں ' تن میں مرے لالہ‌زار دل

قطعات

(۱)

حسن دلبر کا ' خواب میں دیکھا
نور حق تھا ' حجاب میں دیکھا
خود فنا ہو کے ' ذات میں ملنا
یہ تماشا ' حباب میں دیکھا

---

(۲)

گنج مخفي کي نہیں کنجي ہے ' بسم‌اللہ بن
قفل دل کھلتا نہیں ہیگا ' ہمارا آہ بن
رود نیل آنکھوں سوں جاري ہے ' ندی نالے ہیں آب
باولی ہو گئي ہے یوسف کي زلیخا ' چاہ بن

رباعیات

(۱)

اے جیو دو عالم کا ، ترے مکھہ پہ فدا
محتاج تری ذات سوں ، سب شاہ گدا
مجھہ عاجز و بیکس پہ ، نظر رحم سوں کر
اے منظر ہو ناظر و منظور خدا

منقبت حضرت علی

ہر ایک رنگ میں جو دیکھا ہوں ، چرخ کے نیرنگ
ہوا ہوں ، غنچۂ صفت جگ کے باغ میں ، دل تنگ
جہاں کے گل بدناں ، جلوہ گر ہوے ہیں جہاں
اُڑاھے ان کی تجلی سوں ، عاشقاں کا رنگ
ہو دستگیر مجھے ، یا علی ولی اللہ
نہ اس فلک نے کیا ہے ، کمال مجھہ کوں تنگ
وہ شیر حق ، کہ جہاں میں وہ ناصر دیں ہے
کہ جس صدا سوں ہیں ، وحشی جنگل کے مست و تنگ

مدح بیت الحرام

خلقت حق میں ، تو عرفاں کی نظر کھول کے دیکھ
ذرے ذرے کی بہتر ، یہاں ہے جدا اک عالم

اس کے مشتاق ھیں ، سب اھل زمیں ، اھل سما
شوق کا جس کے لیا ، چرخ پہ خورشید علم

مدح حضرت میراں محی الدین

ترے فراق نے ، عشاق کوں کیا امداد
غذاے خون جگر ، ھور لباس عریانی
تجھہ اشتیاق کی آتش سوں ، سرفرازئی دل
کہ سر پہ آگ کا شعلہ ھے ، تاب سلطانی
ترے چمن کی صبا ، گر کرے چراغ کوں گل
گل چراغ دسے ، جیوں گل گلستانی

مدح شاہ وجیہ الدین و روضہ

چراغ یہاں کے ، ستارہ نمن ھیں ، گرداں نت
دئے ھیں چرخ کوں ، تعلیم سبحہ گردانی
تری طبع کوں ، دیا حق نے ، فہم پر مقصد
تری زباں کوں ، سزاوار ھے سخن دانی
ھے ملک دیں میں ، تری ذات کو شہنشاھی
ھے نقد علم ترا ، سکۂ مسلمانی

مثنویاں

الٰہی ! دل اُپر دے ، عشق کا داغ
یقیں کے نین کوست '' کُحل ما زاغ ''

چمن میں شوق کے ، دل کھول ، جیوں گل
اسی گل کے اُپر ، کر دل کوں بلبل
یہ دل معمور کر ، جیوں شیشۂ دل
پریشانی نہ دے ، مانند سنبل
شتابی سوں ، دے اے ساقی مہرباں
برہ کا جام ، جیوں سورج درخشاں
کہ خورشید نبوت کے ، مدح میں
کنول کا دل کھلا ، سینے کے دح میں
میخانۂ جگ کا ، جسے سر جوش کیا
اس ہاتھہ سوں ، عالم نے قدح نوش کیا
اس سید عالم کوں ، جو دیکھا یکبار
یکبار گی عالم کوں ، فرامش کیا

رکھتا ہوں میں دل میں ، درد جانکاہ ہنوز
اے شوخ ! نہیں ہوا تو آگاہ ہنوز
تجھہ غم سوں ہیں ، گرچہ چشم پر آب ، ولے
سینے میں بجا ہے ، آتش آہ ہنوز

کونین ، حسن حسین کا ، مفتوں ہے
اس یاد سوں ، عشرت کا سن محزون ہے
ایسوں کے اُپر روا رکھا داغ ، فلک
جس داغ سوں ، لالۂ جگر پر خوں ہے

فردیات

بانج حق کے ، نہیں کوئی واقف ، ہماری آہ کا
مد ہے ، یہ دیوان بیتابی کی بسم‌اللہ کا

مذھب عشق میں ، تری صورت
دیکھنا ھم کوں ، فرض عین ھوا

میں نہ جانا تھا ، کہ تو نادان ھے
دل دیا تھا تجھکو ، دانا بوجھکر

اس نہانے کی ، سن خبر آیا
چشمۂ آفتاب گرم ، نکل

کیا غم ھے اس کوں ، گرمیٔ خورشید حشر سوں
بخت سیاہ ، جس کے سر اوپر ھے سائباں

گر تمنا ھے کہ ھوں روشن دلوں میں سر بلند
مجھ سوں پروانے اُپر ھو ، موم دل اے شمع رو

کیا کام اس کوں ، پھر کے شراب طہور سوں
پی ، جس نے تجھہ لباں سے ، شراب دو آتشہ

از بسکہ شکستہ دل ہوں ، غم سوں
لکھتا ہوں ، شکست خط سوں نامہ

اي کعبہ رو ، کھڑا تو ہوا ، جیوں ادا کے ساتھہ
بولے اکابراں نے ، کہ " قدقامت الصلوٰۃ "

لام نستعلیق کا ہے ، اس بت خوش خط کي زلف
ہم تو کافر ہوں ، اگر بندے نہ ہوں ، اسلام کے

اس ملاحت کے نون کي ، لذت
جس کا دل ہو کباب ، سو جانے

جب کہ تو ، نین میں سماتا ہے
جیو میرا ، انکھاں میں آتا ہے

مکھہ ترا ، بحر حسن و زلفاں موج
گردش چشم ، عین طوفاں ہے

تجھہ طرف اکثر ھیں ، آھن دل رجوع
دل ترا ، کیا ؟ سنگ مقناطیس ھے

شعلہ خو ، جب سوں ، نظر آتا نہیں
تب سوں ، انگاروں پہ لوٹتے ھے '' ولی ''

ضمیمہ

موں ھوں ، تیرے فراق سوں ، اندھا
مردمک ھو کے ، مجھہ نین میں آ

سوز ، یار گداز ھے ، ھمدم
مونس جاں ھے ، آہ اور نالا

سبزۂ خط نے ، رخ یار کو ، بخشا ھے جلا
دیکھو یہ رنگ عجب ، آئینہ پرواز ھوا

بیداد ھے بیداد کہ وہ یار نہ آیا
فریاد ھے ، فریاد ، کہ غم خوار ، نہ آیا
میں جیو کوں ، رکھیا عشق کے بازار میں لیکن
ھیہات ، مرے جیو کا خریدار ، نہ آیا

آج کی رین ، مجکوں خواب نہ تھا
دونوں انکھیاں میں ، غیر آب نہ تھا
آہ پر آہ کھینچتا تھا میں
آج کي رات ، کچھہ حساب نہ تھا

وہ ھلال ابرو ، برنگ ماہ نو
ان دنوں میں ، کم نما ھے ، الغیاث
پائمال قاتل رنگیں ادا
خون عاشق ، برملا ھے ، الغیاث

سجن کے غم سوں ، نکلتا ھے نالۂ بیتاب
ھر ایک رگ ستي ، تار رباب کے مانند

دیکھے ھے ترے داغ کے جلوے کوں ، جگر پر
کیا خوب ، اُتھا نقش ، عقیق جگري پر

غنیمت جان ، اس تن کے قفس میں ، مرغ دم اپنا
نہ پھونچیگا ، بغیر از شوق تا حب‌الوطن ھرگز

اس مثل سے ، تو بھاگ اے دانا
جس مثل میں ، ہوے ہیں ناداں جمع

زلف و رخ ہے ترا ، جو لیل و نہار
مجکوں '' واللیل والضحیٰ '' کي قسم
یک قدم ، چھوڑ کر نہ جاؤنگا
مجکوں ہے ، تیری خاک پا کي قسم

کم نگاھی سوں ، دیکھتے ھیں '' ولي ''
کام اپنا ، تمام کرتے ھیں

سوز سوں ، عشق یار کے ، یاراں !
جیوں شمع ، سر سوں گل کے ، جل جاناں

عاشق کوں ھے ، بے تابي و بے طاقتی دل
بن عشق ، جو عالم میں ، فراغت سوں جیا ھے

رہے کیوں ہوش عاشق کا سلامت ، دیکھ یو آفت
تبسم ہے ، نگہہ ہے ، زلف ھے ، چھرا گلابی ھے
ولي '' اس بےوفا کے قول پر ، کیا اعتبار آوے
کہ ظالم ہے ، دورنگي ھے ، ستمگر ہے ، شرابي ھے

سدا ہم کو، خیال رنگ روے یار جانی ہے
ہمارے شیشۂ دل میں، شراب ارغوانی ہے
تواضع کی توقع، نونہالاں سوں، نہ رکھ اے دل
کہ بے بادی و شوخی لازم وقت جوانی ہے

چار در چار

صنم سات، جب آئے یاری لگے
یو دکھ، درد، عمر ساری لگے
جسے عشق کا، تیر کاری لگے
اُسے جیونا، پھر کے بھاری لگے

مستزاد

دل چھوڑ کے، یار کیونکہ جاوے کہتا ہے عیاں
زخمی ہے، شکار کیونکہ جاوے بسمل ہے یہاں

جس گرد اُبر، پانوں رکھیں تیرے رسولاں اے بار خدایا
اُس گرد کو، میں کحل کروں، دیدۂ جاں کا صدیق ہو من سوں

قطعه

آہ سوں ، مجھ جگر میں چھید ہوے
فاش ، مجھ عاشقي کے بھید ہوے
اس سیہ دل سوں ، جا کہو یاراں
رو رو دیدے مرے ، سفید ہوئے

فردیات

اے پتنگ ! جل کہ تجھ موے پیچھے
شمع ، ثابت قدم ہے جلنے میں

عشق کرنا ، تو ایک سیں ، کرنا
عشق دو تھور ، بے حیائي ہے

مکھ ترا ، جیوں روز روشن ، زلف تیري ، رات ہے
کیا عجب یہ بات ہے ، یک، تھار ، دن اور رات ہے

آج دلبر نے ، مجھ پیام کیا
شکر اللہ ، فلک نے کام کیا

شاخ گُل ھے ' یا نہال رز ھے
سرو قد ھے ' یا سراپا ناز ھے

دود آہ شوق مشتاقاں نہیں
خط نہیں یو حسن کا اعاز ھے

نبض عاشق میں ' تان کا ھے جیو
تانت بجنے میں ' راگ بوجھا ھوں

تو ھے حق ستي ' ھم زباں ' ھم کلام
ترا ' قاب قوسین ' ادنیٰ مقام

جب نقش ' اس صنم کا ' نقاش کھینچتا ھے
بازو کے ' کھینچنے میں ' وہ ھات کھینچتا ھے

دیکھ کر ' پانوں کي ترے ' مہندی
مجھکو ' تلوؤں سے آگ لاگي ھے

یار کو دیکھ ' میں ھوا قرباں
اس تجارت میں ' مجھ کو وارا ھے

تا چند کہوں ' بات تری خوش شکلی کی
اے شوخ ' ترے غمزے نے ' جو کی سو بہلی کی

ترجیع بند

مدح شاہ وجیہ الدین

اے تو مقبول سرور عالم
ہے تو فہرست دفتر عالم
جلوہ گر تو ہے آفتاب یقیں
تجھ سوں ' روشن ہے پیکر عالم
علم ظاہر و علم باطن سوں
تو ہے عالم میں رہبر عالم
دل عرفاں سرشت ہے تیرا
مظہر خلق و مظہر عالم
ہے زمیں پر یہ آستان شریف
مرجع خلق و منظر عالم
نام تیرا ہے ' ورد صاحب درد
ذات تیری ہے مفخر عالم
دستگیری ہے تیری ظاہر نت
جب نہ برپا ہو محشر عالم
ہے تیرے نام پر سدا قرباں
روز و شب سال و مہ سر عالم

تجھہ اُپر جیوں سورج ہویدا ہے
مطلب جملہ ، مضمر عالم
اس زمانہ میں حق نے تجکوں کیا
مہتر خلق و بہتر عالم
اے امام جمیع اہل یقیں
قبلۂ راستاں وجیہ الدین

(نعت)

عشق میں لازم ہے اول ذات کوں فانی کرے
ہو فنا فی اللہ دائم یاد یزدانی کرے
یاد کے گلزار پر ، دو نین کر ، ابر بہار
پیچ کہاسینے میں ، دل کوں سنبلستانی کرے
مرتبہ خلعت پناہی کا وہ پاوے گا جو نت
مثل اسماعیل اول جی کوں قربانی کرے
جوش دے یک بارگی دریا کوں دل کے لہو ستی
گوہر اچھوں کوں ، رو رو رنگ مرجانی کرے
جو اپس تن کوں جلا دے عشق میں ہر صبح و شام
وہچہ کامل ہر سو جیسے ماہ تابانی کرے
سرخرو ہو آبرو وہ جگ میں پاوے اے عزیز
دل کوں لوہو کر ، اول لوہو سوں جو پانی کرے
عشق کی آتش میں جالے تن کوں جو دُئی رات دن

وهچه پاوے مطلب '' راضیۃً مرضیۃً ''

محض للہ جگ میں جو اعمال پنہانی کرے

عشق سوں فارغ جو کُئی وہ نحس اکبر ہے مدام

ساتواں کھینڈ پر اگر ایوان کیوانی کرے

اپنے مطلب کے سوں ' لیلیٰ کا وہی دیکھے جمال

عشق میں دل کو جو مجنوں بیابانی کرے

حشر میں شیریں ہو وہ حق سوں سنے شیریں بچن

شوق میں دل کوں جو فرہاد کہستانی کرے

یا محمد دو جہاں کی عید ہے تجھ ذات سوں

خلق کوں لازم ہے جی کوں تجھ پہ قربانی کرے

وہ اچھے آزاد جو بازار میں تجھ حسن کے

بندگی میں آپ کو ' جیوں ماہ کنعانی کرے

دل جام حقیقت ستی ' جو مست ہوا

ہر مست مجازی سوں ' زبردست ہوا

یہ باغ دسا ' نظر میں تنکے سوں کم

اور عرش عظیم پگ تلے ' پست ہوا

ہے حسن کی اقلیم میں ' توں شاہ ہنوز

خوبی کا تری ' مشتری ہے ماہ ہنوز

اس وقت میں تو ہے ' مالک مصر بہار

یوسف کوں ہے ' تجھ عزیز کی چاہ ہنوز

حمد و نعت و منقبت

لے زبانوں پر تو ' اوّل اوّل
نام پاک خدائے عزوجل

لائق حمد نیں ہے ' اُس بن اور
اس اُپر متفق ہیں ' اہل ملل

یاد اُسکی ہے ' سب اُپر لازم
شکر اُس کا ہے ' مدعائے سکل

آسمان اور زمین کے ' سب ساکن
یاد کرتے ہیں اُس کون ہر پل پل

شکر اس کا ' محیط اعظم ہے
وہ ہے ' سلطان بارگاہ ازل

اسکے بہیتر ' اگر شناور ہوں
روز محشر تلک ' سکون نہ نکل

بعد حمد خدائے بےہمتا
یاد کر نعت سید مرسل

جسکی ہمت کی ہے ترازو میں
دو جہان مثل دانۂ خر دل

اُسکي مجلس میں ' آ ہوا ہے کھڑا
صف آخر میں جوہر اوّل

گر ہو وہ آفتاب ' گرم عتاب
آسمان جائیں ' مثل موم پگھل

دیکھہ ' اسکے جلال و عظمت کون
بادشاها کا دنگ ... ۱۶۱۰

گر کرے بدر پر ' غضب کي نظر
ماهیں جئیں جل کے بہیتر جل

اُس فصاحت کے ' دیے مجهکوں
نطق سد بان عبارت مہمل

کاملاں سوں ' سنا هوں یہه نکتہ
عشق اس کا هے هادي اکمل

دیکهه اُس زلف و مکهه کوں ' بے جا هے
بحر اور برمیں عنبر و صندل

بعد اُس آفتاب انور کے
چار هیں اهل علم و اهل عمل

صاحب صدق و عدل و علم و حیا
ایک سوں ایک اکمل و افضل

اُن کوں اصحاب میں سباقت هے
دین کوں جو کیے قبول اول

هیں دجے وہ کہ دین کے بل سوں
کفر کے دست و پا کوں کیئے شل

هیں تجے وہ کہ جن کے لوهو سوں
رنگ پکڑا کلام عز و جل

ختم خلفا کي کیا کہوں میں بات
جس کے رتبہ کا عرش پر هے محل

مدح شاہ وجیہ‌الدین

ہوا ہے خلق اُپر ' پھر کے ' فضل سبحانی
کیا ہے ابر نے رحمت سوں گوہر افشانی

یہ آب صاف میں گوہر کوں دیکھ ' خجلت سوں
صدف کے پیٹ میں گل کر ہوا ہے جیوں پانی

تمام پات '' یسبح بحمدہ '' کے بحکم
زبان حال سوں کرتے ہیں ذکر سبحانی

قطار قطرۂ شبنم سوں ' آج سبزۂ خضر
لے سبحہ ہاتھ میں ' کرتا ہے ادعیہ خوانی

ہر اک طرف جو ہوئی ' بسکہ ریزش باراں
کیا ہے آج تفرج نے جوش طوفانی

اِس آب روح فزا کے کمال لطف کوں دیکھ
چھپا ہے پردۂ ظلمت میں آب حیوانی

ہوئی ہے غنچہ نمن ' جگ کوں بسکہ جمعیت
عجب ہے ' اب رہے سنبل منیں پریشانی

ہر یک قطرۂ شبنم ہے غیرت گوہر
ہر ایک پات پہ برسا جو ابر نیسانی

ادب سوں ' حضرت حق کے ' زبسکہ سنتی ہے
ہر اک کلی ہے ' سو جیوں کودک دبستانی

چمن میں اُس کے کرم نے دیا ہے ' حکمت سوں
ہر ایک پھول کی پکھڑی کوں ' رنگ مرجانی

یہ لطف دیکھ ہوا ہے ' دماغ بسکہ بحال
بدل ہوئی ہے اپنی ' حافظے سوں نسیانی

تمام ملک ہوا حق کے فضل سوں آباد
رہا نہیں نہ جگت میں نشان ویرانی
چراغ گرد میں روضے کے جو ہوئے روشن
ہر اک چراغ ہے جیوں آفتاب نورانی
ہوا ہے بسکہ طراوت سوں ' یہ مکاں سرسبز
ہر اک سفال پہ دستا ہے رنگ ریحانی
ہے ملک دین میں ' تری ذات کوں شہنشاہی
ہے نقد علم ترا سکۂ مسلمانی
ہر اک کوں اس سوں ' خبر نیں ہے جگ کے صفحے پر
تجھے جو کشف ہوئے رازہائے پنہانی
دیا ہے حق نے تجھے جامع الکمالاتی
عطا کیا ہے تری ذات کوں ہمہ دانی
عجب نہیں جو دوے ' عقل کوں وہ آج سبق
جو اِس جناب میں آ کر کیا سبق‌خوانی

مخمسات

تجھ قد نے مجھ نگاہ کوں عالی نظر کیا
تجھ مُکھ نے شوق بدر کوں دل سوں بدر کیا
لب نے ترے ' عقیق کوں ' خونیں‌جگر کیا
مستی نے تجھ نین کی مجھے بے خبر کیا
دل کوں مرے ' بھوؤں نے تری جیوں بھنور کیا
تجھ چشم نیزہ باز کی جرات کوں دل میں رکھ
تیری بھواں کی تیغ کی دہشت کوں دل میں رکھ

پلکاں کے خنجراں کی صلابت کوں دل میں رکھ
تیری نگہہ کے تیر کی ہیبت کوں دل میں رکھ

سورج نے تجھ اپس کا سراسر مہر کیا
ہے تجھکوں مرتبے منیں ' کیواں سوں بر تری
تجھ مکھ کوں دیکھ دنگ ہیں: کیا حور ' کیا پری
ناهید میں کسی نے نہ دیکھی ' یہ دلبری
تجھ مہر کا ہوا ہے ' دل و جاں سوں ' مشتری
جب سوں ' ترے جمال پہ مہ نے نظر کیا

داؤد

مرزا داؤد ' داؤد ' اورنگ آبادی ' فقط ' زبان کے ساتھ سوز و گداز میں ممتاز ہے - سن وفات ۱۱۶۰ھ -

---

عزیزاں! خواب میں دیکھا ہوں ' آج اُس سرو قامت کو
ہوا معلوم: وقت آیا ہے میری سرفرازی کا

ہوا ہے ابر گریاں ' دیکھ میری چشم گریاں کو
پڑا ہے شور دریا میں ' مرے اس اشک جاری کا

قانون شفا ' نطق میں ہے یار کے موجود
اے دل ' نہ ہو محتاج طبیباں کی دوا کا

سند یہ بس ھے تجھے مصرعۂ ولی '' داؤد ''
کہ تجھکو شور قیامت سے بے نیاز کیا

مسند ھے اھل دل کو بساط زمیں کا فرش
ھے بے ریا کو ' بوے ریا ' نقش بوریا

لالہ‌رو کو دیکھ کر ' لالہ کا پھول
داغ دل لے ھاتھ دکھلانے لگا
ھجر میں ابرو کے ' ابر چشم رخ
اشک کا برسات ' برسانے لگا

دیکھ تجھ جام چشم کا اک دور
دل کے تئیں نشۂ شراب ھوا

گل بدن ھنستا ھے ' مجھ رونے کو دیکھ
خندۂ گل گریۂ شبنم ھوا

رنگ کاغذ ھوا ھے فاختئی
جب لکھوں سروقد کے تئیں مکتوب

کرو مت وعدۂ کل جان من عشاق بیکل ھیں
جو آپی کل سوں بیکل ھے اسے کیا کام ھے کل سوں

ہے شراب و کباب و فصل بہار کوئي اس وقت میں پیا لا دو

کیوں نگہہ کا قدم رہے برجا
مکھ پہ تیرے صنم صفائي سوں

پھر جام چشم مست جسے تم دکھاؤ گے
تا حشر اُس کو ہوش سے اُس کے بھلاؤ گے

محمد مصطفیٰ کي یاد سیتي میرا دل قلعۂ احمد نگر ہے

اس صنم کے خیال ابرو نے ناتواں مجھکو جوں ہلال کیا

مجھہ بزم میں ' رقیب عبث سرکشي نہ کر
شعلہ پڑا ہے ' شمع پہ مجھہ سوز آہ کا

کہتے ہیں عاشقاں مرا احوال دیکھ کر
شاید تو دل دیا ہے کسي بیوفا کے ہات

دست رنگیں کو ' دیکھ کر تیرے
رنگ مہندی چھپا ہے پاتوں پات

کیونکے سیر چاندني کرنے کو نکلے وہ صنم
دیکھتے مہ کا تماشا ' آفتاب آتا نہیں

تیمم اُس کا اوروں کے وضو کرنے سے افضل ھے
کیا ھے جن نے حاصل خاکساري کي عبادت کو

مرا احوال ' چشم یار سے پوچھ
حقیقت درد کی ' بیمار سے پوچھ
مرے حال پریشاں کي حقیقت
صنم کي زلف کے ھر تار سے پوچھ

اے زاھداں ! اُٹھاؤ جبیں کو زمین سے
جو سر نوشت ھے اُسے کاں لگ مٹاؤ گے

عزلت

سید عبدالولي ' سعداللہ سورتي کے بیٹے تھے - ۱۱۰۴ھ میں پیدا ھوے - فارسي اور بھاشا میں بھي شعر کہتے تھے - موسیقي اور مصوري میں مہارت رکھتے تھے - ۱۱۶۴ھ میں دھلي آئے اور خان آرزو کو کلام دکھاتے رھے کچھ عرصے بعد اورنگ‌آباد جاکر سکونت اختیار کرلي - ۱۱۸۹ھ حیدرآباد میں وفات پائي اور وھیں میر مومن کے دائرے میں دفن ھیں -

---

سیہ روزی میں ، میری قدر کیا احباب کیا جانیں
اندھیری رات میں ، کس کو کوئی پہچانتا ھوگا

اس کو پہونچی خبر ، کہ مرتا ھوں
کسی دشمن سے سن ھوگا

بجز رفاقت تنہائی ، آسرا نہ رھا
سوائے بے کسی ، اب اور آشنا نہ رھا

جلایا مصحف دل تو نے ، کیوں برق تغافل سے
جو سچ بولوں ، تجھے جھوٹی قسم کھانے کے کام آتا

" عزلت " گمان یوں تھا ، نہ جل کر ھوا ہے راکھ
پھر دود آہ دل میں ، مرا دیدہ تر کیا

کدھر بہتا پھرتا ہے ، اے گریۂ غم
کہ آنکھوں سے ، تیرا خریدار ھوں میں

چین ابروے سجن میں ، مرا دل الجھا ہے
دل کھلے کب کبھی ، دونوں میں گرہ پڑ جائے

سدھارے گل کہاں ، سونے پڑے ھیں گلستاں اپنے
گئي ھیں بلبلیں کیدھر ، جلا کر آشیاں اپنے

دیکھہ مت رنگیں چمن کو ، دل مرا غمناک ھے
گُل کے ھاتھوں ، خون بلبل کا ، گریباں چاک ھے

اے بلبل ! اتنی روکے دعا ، ھر سحر تو مانگ
حق تیري آہ سرد ، چمن کي ضیا کرے [۱]

سراج

سراج الدین نام - قوم سید ، اورنگ آباد وطن تھا ، اورنگ آباد کے مشہور بزرگوں میں تھے ، فارسي اور اُردو دونوں زبانوں میں مشق سخن کرتے تھے -

بعض اھل راے کے نزدیک اس دور میں ولي کے بعد تمام خصوصیات میں سراج کا دوسرا درجہ ھے -

فارسي اور اُردو کے دو دیوان ھیں - حمزہ دکني کے شاگرد تھے [۲] سنہ ۱۱۲۷ھ [۳] میں پیدا ھوے اور سنہ ۱۱۷۷ھ میں [۴] وفات پائي -

---

[۱] چمنستان شعرا -

[۲] تذکرۂ میر حسن - نکات الشعرا - میر تقي -

[۳] تاریخ زبان اُردو -

[۴] چمنستان شعرا -

نوٹ — " بوستان خیال " نام کی ایک مثنوي بھي ان کي طرف منسوب کي جاتي ھے - اپنے دیوان کا ایک انتخاب بھي طیار کیا تھا - مرتب

تجھ بنا ، اے " سراج " ، بعد ولی
کوئی صاحب سخن ، نہیں دیکھا

شکر للّٰہ ، ان دنوں تیرا کرم ہونے لگا
شیوۂ جور و ستم ، فی‌الجملہ کم ہونے لگا

ڈورے نہیں ہیں سرخ ، تری چشم مست میں
شاید چڑھا ہے خون ، کسی بے گناہ کا

آہ سوزاں سے مرے ، دامن صحرا میں " سراج "
قبر مجنوں پہ ، چراغاں نہ ہوا تھا سو ہوا

یار کا دیدار ہا کر ، اے " سراج "
شکر رحمن کر کے ، تہ وصل ہوا

کیا پیا ، شراب کا پیالہ ، پیا ہوا
دل کی دیر کے جوت کا کاجل ، دیا ہوا

تجھ قبا پر ہے ، نرگسی بوٹا
گویا نرگس کا پھول ، ابھی ٹوٹا

لعل تیری بھووں کے ، سچے ہیں
کیوں نہ یاقوت کو ، کہوں جھوٹا

عشق میں شوخ سنگدل کے ' '' سراج ''
شیشہ ناموس و ننگ کا ' پھوٹتا

سب جگت ڈھونڈھ پھرا ' پیو کو نہ پایا ھرگز
دل کے گوشے میں ' مکاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

تو احد ہے ' نام تیرا احمد بے میم ھے
زیب پایا ' تجھہ صفت سوں ' ھر ورق قرآن کا

نہیں ہے تاب مجھے ' سامنے ترے جاناں
کہاں '' سراج '' کہاں آفتاب عالمتاب

شہید خنجر الفت ' ھوا ھوں
سلامت ہے ' سلامت ہے ' سلامت

نیں حقیقت میں حسن و عشق جدا
طوق قمری ہے ' طرۂ شمشاد

اے '' سراج '' آرزوے قند نہیں
شعر تیرا ہے ' جوں نبات لذیذ

ھاے وہ گئی ' دل میں دامنگیریوں کی آرزو
سبزۂ تربت مرا ہے پنجۂ گیرا حضور

کیا شراب محبت نے ' دل کے خم میں جوش
عجب نہیں ' جو قیامت تلک رہوں بیہوش

جام مے الست ہے ' بیخود ہوں اے " سراج "
دور شراب ' شیشۂ پرمل سے ' کیا غرض

عجب وہ سرو گلزار ادا خوش قد ہوا واقع
پر بلبل ' نشان گل کو دست رد ہوا واقع

شعلہ خو ' جب سے نظر آتا نہیں لوٹتا ہے تب سے ' انگاروں پہ دل

مجھہ نگین داغ دل پر ' نقش ہے حرف وفا
عشق کي اُمت میں ہوں ' مہر نبوت کي قسم

کافر ہوا ہوں ' رشتۂ زنار کي قسم
تجھہ زلف حلقہ دار کے ' ہرتار کي قسم
ہرگز مریض ہجر کا ' بن وصل نیں علاج
اس کے ادا کی نرگس بیمار کی قسم
درشن دکھا کے ' آتش غم کو مري بجھا
میں نشنۂ لب ہوں ' درشن دیدار کي قسم

نہ پوچھو ' خود بخود کرتا ہوں تعریف اس کے قامت کی
کہ یہ مضمون ' مجھکو عالم بالا سے آتے ہیں

کیا چلے ' دام نگاہ مہربانی سے ترے
صید ہو جاویں یہاں ' صیاد کی صیادیاں

یاد رکھہ اے دل خوں گشتہ ' کہ جوں تکمۂ لعل
جامہ زیبوں کے گریباں کا گلو گیر نہ ہو

مدت سے گم ہوا ' دل بیگانہ اے '' سراج ''
شاید کہ جا لگا ہے ' کسی آشنا کے ہاتھہ

تم پر فدا ہیں ' سارے حسن و جمال والے
کیا خط و خال والے ' کیا صاف گال والے

: تیر عشق میں ' نہ جنوں رہا ' نہ پری رہی
نہ تو تو رہا ' نہ تو میں رہا ' جو رہی سو بے خبری رہی
بے خودی نے عطا کیا ' مجھے اب لباس برہنگی
نہ خرد کی بخیہ گری رہی ' نہ جنوں کی پردہ دری رہی
، سمت غیب سے اک ہوا ' کہ چمن سرور کا جل گیا
مگر ایک شاخ نہال غم ' جسے دل کہیں سو ہری رہی
تغافل یار کا ' گلہ کس زباں سے بیاں کروں
کہ شراب حسرت و آرزو ' خم دل میں تھی ' سو بھری رہی

کیا خاک آتش عشق نے ' دل بے نواے '' سراج '' کو
نہ خطر رہا ' نہ حذر رہا ' مگر ایک بے خبری رہی

(رباعی)

تجھہ غم میں ہے ' رنگ زردیاناں میرا
دشوار ہے ہر کسی کو پاناں میرا
درکار نہیں ' کہ تجھہ گلی میں جاؤں
آناں تیرا بھی ہے ' جاناں میرا

صارم

(میر ' عبدالحئی نام ' صمصام‌الملک خطاب ' اورنگ‌آباد وطن تھا ' سلطنت دکن میں سب سے پہلے '' قلمدان بردار تھے '' [۱] -

کلام میں ذومعنین اور ایہام کا عنصر غالب ہے - سنہ ۱۱۷۲ھ میں وفات پائی :—

اک آن میں ' حیف کہاں گئیں یہ آنکھیں
پھر موند پلک ' میں وہ نہ دیکھا رویا

از بسکہ تم ' اب عشق کی سیکھیں گھاتیں
سب بھول گئے شادی کی باتیں

---

[۱] دکن میں اردو -

مجھے ، گر جاں کنی کا حکم ، وہ شیریں دھاں کرتا
کہا اس کا ، خدا کي سوں ، ارے یارو بجاں کرتا

نہیں کھلتا ، بہار و باغ سوں دل
یہی عقدہ ، مجھے مشکل رہا ہے

شیدا

نوازش علي ، شیدا - کلام میں روانی کافي ہے ھندي کا غلبہ کم ہے - ان کی دو مثنویاں مشہور ھیں - ۱ - اعجاز احمد - حضرت رسول اللہ صلعم کي سوانحعمری ، دو جلدوں میں
۲ - روضۃ الاطہار - واقعات کربلا کو نظم کیا ھے -

لکھے راویاں ھیں ، روایت صحیح
میں کرتا بیاں ھوں ، سنو تم صریح
کہ بیٹھے تھے ، اک دن امام الرسل
مہاجر و انصار حاضر تھے ، کل
یہودي اک ، آتا ھے با احتشام
تھا نام أس کا ، عبداللہ ابن سلام
شرافت میں أس سا نہ تھا دوسرا
اتھا عقل میں ، علم میں ، وہ رسا [۱]

اول ، حمد خدا سے ھو سرافراز
کروں میں '' روضۃ الاطہار '' آغاز

---

[۱] اعجاز احمد -

دو عالم نام پر ہے اُس کے شیدا
شہادت کا نیا عالم وہ پیدا

دیکھے عباس ، سرور کے علمدار
موے بھائی پڑے ہیں سارے یک بار
کسی کا سر نہیں ہے تن کے اوپر
کسی کے ہات کٹ ٹوٹے ہیں ، سراسر
کسی کا تن ہے ، سب زخموں ستی چور
پڑا نزدیک کوئی ہے ، کوئی دور [۱]

واقف [۲]

نورالعین ، واقف - ان کے کلام میں صفائی ہے ، آورد اور تصنع کا عنصر غالب ہے ، ذومعنیین الفاظ اکثر استعمال کرتے ہیں -

آتی ہے بوے خوں مجھے اس لالہ زار سوں
اے باغباں! یہ کس کے شہیدوں کا تربت ہے

تجھے دماغ نہیں تو مجھے بتانے کا
کسو سے پوچھ نہ کر حال ہے فسانے کا
بہار دیکھی ہے اس باغ کی ، خزاں دیکھی
کوئی بھی ایک قرار نہیں زمانے کا

---

[۱] روضۃ الانوار -

[۲] واقف ، شفیق اورنگ آبادی کے ہم عصر تھے -

قفس میں دھوم مچا خوب سي تو مرغ اسیر
کہ تجھکو فکر نہیں کچھ بھي ، آب دانے کا

عزیز

عزیزاللہ ، عزیز ، اورنگ‌آبادي ، اپنے وقت کے مشہور بزرگ تھے -

مجھ ناتواں میں کیا سکت ، جو بولوں ولیاں کي صفت
" عاجز " عزیزاللہ پر دکھن کے سب پیراں ، مدد

ڈرتا نہیں ھوں بانک و کٹاري کے زخم سے
بانکي نگاہ دیکھ تري ٹل گیا ھوں میں

عاشق

میر یحیٰی نام (' عاشق علی خاں ' خطاب) برھان‌پور ' دکن کے رھنے والے تھے - کلام میں ایہام کا عنصر غالب ھے -

طبیب عشق سیں پوچھا زلیخا نے علاج اپنا
کہا تجھ پر بھلا ھے سورۂ یوسف کا دم کرنا

جام کو لب سے آشنا مت کر نام اس کا ' پیا ' کٹورا ھے

جیت ھے میری عشق بازی میں
جب سے دلبر نے مجھ کو ھار دیا

جس وقت جان نکلی ، مجھ پاس کوئی نہ آیا

شمشیر تیری ، اک دم ، بیٹھی تھی میرے سر پہ

صاف دل آرسی سا کوئی نہیں

لیک ، منھ دیکھی آشنائی ہے

نکلے ہیں اُجلے بال ، چڑاتے ہیں تب سے ہم

بڈھوں کے بیچ ، ہم بھی جوانِ چنندہ ہیں

مہدی

محمد مرتضیٰ ، مہدی ، میر دولت کی فوج میں ملازم تھے ، مرہٹوں کے مقابلے میں سنہ ۱۱۲۳ ھ میں مارے گئے - سید عبدالولی " [illegible] صاحب " کے شاگرد تھے - کلام میں آورد زیادہ ہے -

---

نان ، داغ دل ہمارا : آب ، آنکھوں کا سرشک

عشق کی دولت سے ہم نے خوب اچھی گذرا کی

چار دن بچھڑا سجن ہم پر قیامت آ گئی

"مہدی" حیرت ہے کہ تب خضر اب تک کیوں جیا

ہر کسی مکھ کا تاب دیدہ ہوا

یوں جو آئینہ آب دیدہ ہوا

گرم‌جوشي ستي خورشيد لقا گهر سے نکل
هو گئي صبح ، دم سرد کے بھرتے بھرتے

کرے هے آج چشم عندلیباں روشن ، آئینه
هوا هے اُس کے عکس رو سے رنگ گلشن ، آئینه

مرزا

محمد بیگ یا محمدی بیگ ، مرزا ، دکن کے باشندے تھے - مضمون آفرینی کی کوشش کرتے هیں ، طرز ادا میں بیساختگي زبان میں شیرینی هے - ان کے شاگردوں میں مهر علي " مهر " مشهور هیں -

---

مرا غم نامه ، اے قاصد ! سجن کے هاتھ رو ، دیجو
یهي مضمون هے اس کا که انجواں سوں لکھو ، دیجو

" مرزا " کو آج حاجت قاصد نهیں رهي
پیغام بھیجتا هے نگاه رسا کے هاتھ

مهر

مهر علي ، مهر ، اورنگ‌آباد کے رهنے والے اور مرزا کے شاگرد تھے - کلام میں رندانه مضامین اکثر لاتے هیں -

---

پڑھ نماز با ریا ، ہر وقت رندوں کو نہ چھیڑ
تجھ کو اے زاہد پرائی کیا پڑی ؟ اپنی نبیڑ
میکدے کی راہ سے زاہد ! نہ جا ! جائے خضاب
رند داڑھی کو تری دیویں گے تالی سے لتھیڑ

خاک ہونا کیمیائے عشق کی تدبیر ہے
پارۂ بیتابیِ دل مایۂ اکسیر ہے

آبرو پائی شجاعت نے عطائے خضر سے
موج نقشِ بوریائے جوہرِ شمشیر ہے

ترش روئی سے ہوئی زاہد کو تپ سی آخرش
اِس بہانے اُس کو میں دارو پلاؤں تو سہی

دیکھ چشمِ مہر سے اے باغباں وقتِ خزاں
عندلیباں پھر کہاں اور یہ بہاراں پھر کہاں

ضیا

مرزا عطا خدا نے سنہ [illegible] ھ میں وفات پائی - ان کے کلام میں میخوشی کے مضمون اکثر آئے ہیں -

---

دیکھتے ھي اس کے خط کي شان ، دل مرجھا گیا
اس دھبیں کو دیکھ آنکھوں میں اندھارا چھا گیا

تجھے کیا یاد ھے ساقی وہ عالم بے حجابي کا
اِدھر تو جام کا ھنسنا اُدھر رونا گلابي کا

اُدھر تو تم بھووں کو تان کر تیوري چڑھاتے ھو
اِدھر میں دل میں ' بسم‌اللہ بسم‌اللہ ' کہتا ھوں

کرتا ھے حشر برپا ، ساقی سے جلد کہنا !
گردن اُٹھا اُٹھا کر شیشے کا دیکھ رھنا

اے ساقي ! غم کي ماروں کي تسلی کر شتابی سے
گلابي کا بھرا آتا ھے منہ وہ بے حجابي سے

رنگ اُڑ گیا سمن کا ، نرگس بھی تک رھي ھے
گلشن میں گلبدن بن کھچڑي سی پک رھي ھے

تری آنکھوں کو ، ساقي ! دیکھ شاید جان جاتي ھے
گلابي بیٹھي ، منہ میں جام کے ، پانی چواتي اھے

فضلی

شاہ فضل اللہ ، فضلی ، اورنگ آبادی بڑے پائے کے درویش تھے اور غازی الدین خاں فیروز جنگ اِن کے بڑے معتقد تھے - شاہ صاحب فارسی میں بھی شعر کہتے تھے - کلام میں ایہام کی کثرت ہے -

---

رکھا ہوں نیم جاں جاناں تصدق تجھ پہ کرنے کو
کیا سب تن کو میں درپن ، اجہوں درشن نہ پائے ہوں

دو بھواں دیکھ کر کہا میں یوں
دو گھڑی رات دن میں آئی کیوں

تجھ ملاحت کے لون کی لذت
جس کا دل ہے کباب ، سو جانے

مصور کو تری تصویر کو چاہئے نہ اب کھینچے
لگا دے ایک سارا چاند چہرے کے بدلے تو

زلف کے سلسلے سے صاحب تو
بیچ دے کر مرید کرتے ہیں

منورالدوله

امراے دکن کے درباریوں میں تھے - کلام میں گداز اور صفائي دونوں موجود هیں -

---

گریباں چاک مطعون جہاں بدنام عالم هو
پڑے خاک اس طرح کے ' هاے ! رسوائي کے جینے میں

صنم نے میرے سخن کو سن سن ' کہا کہ اتنا نہ مضطرب هو
جو ابتدا کو نہیں سمجھتا ' تو کیا خبر هوگي انتہا کي

شفیق

لچھمي نرائن ' کائستھ ' شفیق ' اور ' صاحب ' تخلص کر تھے - اُردو اور فارسی کے نامور شاعر تھے -
کلام میں کثرت مشق کا ثبوت زیادہ اور اثر کم ھے - میر غلام علی آزاد بلگرامی کے شاگرد تھے -
ان کی تصنیف تذکرہ چمنستان شعرا مشہور ھے -
١١٥٩ھ میں پیدا هوے [١] -

بہار آئي جنوں نے سر اتھایا ھے ' خدا حافظ
نسیم صبح نے دل کو ستایا ھے ' خدا حافظ

---

[١] مخزن نکات - چمنستان شعرا - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن -

تیرے بس میں ہیں ، ہمیں تو چھوڑ دے یا قید رکھ
آپ سے اب دام میں تدبیر کرنا کیا ضرور

بس ڈھانپی رہنے دو یہ بات ، میاں ! مت بولو
ہم تمہیں دیکھ لیا اور تمہارا اخلاص

جیوں جلا آگ کا آتش ستی ہوتا ہے بھلا
عشق کے درد کو تحقیق دوا ہے گا عشق

شیخ جی آتے ہیں کس دھج سے پگڑ سجی تو ہے تہ
مارے گردن میں لپیٹا ہے یہ مفت ذلت

کیا کریں عرض حال تیرے پاس
ہم تو دل ہیں ، سمجھی دماغ نہیں
کوئی بچارا تجھے کہاں ڈھونڈے ؟
ایک ہی جگہ کا کبھی سراغ نہیں

لے جواب یہ کوئی صاحب کے سمجھ ؟
جس کو نہ کچھ [illegible] تک توفیق ہو

ہمیں گلشن چمن میں چھوڑ کر صیاد جاتا ہے
خدا جانے کہ ہم سے خوش ہے یا ناشاد جاتا ہے

دور اول

حصہ دوم

(شعرائے دھلی)

آرزو

سراج‌الدین علی خاں " آرزو " مشائخ اکبرآباد کے خاندان سے تھے ، علوم و فنون کی تحصیل کی اور ۰۳ سال کی عمر میں سند فراغت حاصل کی ، اور فرخ سیر بادشاہ کی طرف سے گوالیار میں ملازم ہوئے - شاعری کا شوق بچپن سے تھا -

اردو میں ان کے کلام کی تعداد بہت کم ہے لیکن جو کچھ ہے تغزل کے اعتبار سے بہتر ہے ، زبان سلیس ، بندش چست ، درد اور جذبات سے لبریز ، اس لئے کہ انداز ہے اردو میں فارسی محاورات کا غلبہ ہے -

ان کی تصانیف حسب ذیل ہیں :—

۱ - تنبیہ الغافلین - اس میں حزیں کے کلام پر اعتراضات کئے ہیں -

۲ - موہبت عظمی - فن معانی میں -

۳ - عطیہ کبری - فن بیان میں -

۴ - سراج اللغت - لغت اور فرهنگ میں -

۵ - چراغ هدایت - فن اصطلاحات میں -

۶ - سکندر نامه اور قصائد عرفي کي شرح -

۷ - فارسي شعرا کا تذکره -

۱۱۶۹ھ میں وفات پائي [۱] -

رات پروانے کي الفت سےي روتے روتے
شمع نے جان دیا صبح کے هوتے هوئے

داغ چھوٹتا نهیں ، یه کس کا لهو هے قاتل
هاتهه بهي دکهه گئے دامن ترا دهوتے دهوتے

کس پریرو سے هوئي شب کو مری چشم دو چار
که میں دیوانه اُتها خواب سے سوتے سوتے

عبث دل بیکسي اپني په توں هر وقت روتا هے
نه کر غم اے دوانے عشق میں ایساهي هوتا هے

میخانے آج جاکر شیشے تمام توڑے
زاهد نے آج اپنے دل کے پهپهولے پهوڑے

---

[۱] گلشن هند – مرزا لطف ، رفاه عام اسٹیم پریس ، لاهور -

تجھہ زلف میں لٹک نہ رھے دل، تو کیا کرے
بھگار ھے اٹک نہ رھے دل، تو کیا کرے

جان تجھہ پر کچھہ اعتماد نہیں
زندگانی کا کیا بھروسا ھے

ھر صبح اوتا ھے تیری برابری کو
کیا دن لگے ھیں دیکھو خورشید خاوری کو
دل مارنے کا نسخہ پھونچا ھے عاشقوں تک
کیا کوئی جانتا ھے اس کیمیا گری کو
اس تند خو صنم سے ملنے لگا ھوں جب سے
ھر کوئی مانتا ھے میری دلاوری کو
اپنی فسوں گری سے اب ھم تو ھار بیٹھے
باد صبا یہ کہنا اس دل ربا پری کو
اب خواب میں ھم اسکی صورت کو ھیں ترستے
اے "آرزو" ھوا کیا، بختوں کی یاوری کو

فلک نے رنج تیر آہ سے میرے زبس کھینچا
لبوں تک دل سے، شب نالے کو میں نے نیم رس کھینچا
رھا جوش بہار اس فصل گر یوں ھی، تو بلبل نے
چمن میں دست گلچیں سے عجب رنج اس برس کھینچا
کہا یوں صاحب محمل نے سن کے شور مجنوں کا
تکلف کیا جو نالہ بے اثر مثل جرس کھینچا

نزاکت رشتۂ الفت کي ديکھو سانس دشمن کي
خبردار "آرزو" تک گرم کر تار نفس کھينچا

کھول کر بند قبا کو، ملک دل غارت کيا
کيا حصار قلب، دلبر نے کھلے بندوں کيا

دکھائي چشم مست اپني جو اس رند شرابی نے
نہ دم مارا کٹورے نے نہ ھچکي لي گلابي نے

بہار

ٹيک چند، بہار، کلام ميں صفائي اور سوز و گداز بھي ھے
سراج الدين علی خاں آرزو کے شاگرد تھے -

بہار عجم مشہور لغت ان کي تصنيف ھے - غزل ميں
درد اور بلاغت دونوں ھيں، زبان بھی اُس وقت کے اعتبار سے
سلیس ھے -

کرے وہ سلطنت يہ عشق ميں شيريں کے سر ديوے
تکلف بر طرف! خسرو کو کيا فرھاد سے نسبت

کہتے ھيں عندليب گرفتار، مجکو ديکھہ
اميد جيونے کي نہيں اس بہار ميں

تھی زلیخا مبتلا یوسف کی اور لیلی کا قیس
یہ عجب مظہر ہے ، جسکے مبتلا ہیں مرد و زن

وہی اک رسیماں ہے جس کو ہم تم تار کہتے ہیں
کہیں تسبیح کا رشتہ کہیں زنار کہتے ہیں

ناز بے جا و لطف بے موقع
دلبروں کی ادا ہے کیا کیا کچھ

کریں ہیں یہ ستمگر قتل بے تقصیر کیا کیجے
جو انکے ہاتھ یوں مرنا ہوا تقدیر ، کیا کیجے

نہیں معلوم کیا حکمت ہے شیخ اس آفرینش میں
ہمیں ایسا خراباتی کیا تجھکو ملاجانے [١]

آصف

یحییٰ خاں نام ، آصف اور امیر تخلص [٢] عزیز جنگ ، آصف الدولہ ، آصف جاہ القاب اور خطاب ہیں ، شجاع الدولہ نواب اودھ کے بیٹے تھے -

---

[١] چمنستان شعرا -

نوٹ - چونکہ سراج الدین علی خاں کے ہم عصر اور شاگرد تھے ، اس وجہ سے کہ و بیش سنہ ١١٦٠ ہجری ان کا زمانہ قیاس کیا جا سکتا ہے - مرتب -

[٢] تذکرہ مصحفی میں ان کی غزلیں امیر کے تخلص سے درج ہیں - مرتب -

سنہ ۱۱۸۷ھ میں شاہ عالم بادشاہ کے زمانے میں فیض آباد کے وزیر ہوئے ، کچھہ دنوں کے بعد لکھنؤ آئے ، ان کا نام ' سخاوت " کے لئے " حاتم " کی طرح مشہور ہے -

غزل میں بہتر رنگ ہے ، آمد کی نرالی شان ہے ، معلوم ہوتا ہے جو کچھہ کہتے ہیں دل کی زبان سے کہتے ہیں سلاست ، روانی سب کچھہ موجود ہے ، الفاظ کے پھیر میں معانی کو گم نہیں کرتے ، سنہ ۱۲۱۰ھ میں وفات پائی -

---

جنسِ طاعت سے کچھہ اپنے تو نہیں پاس " امیر "
مگر احمد کا ہوں ، اور ہے احمد میرا

یہ ڈر ہے مجھے تیرا کہ میں کچھہ نہیں کہتا
یا حوصلہ میرا ہے کہ میں کچھہ نہیں کہتا
کہتا ہے بہت کچھہ وہ مجھے چپکے ہی چپکے
ظاہر میں یہ کہتا ہے ، کہ میں کچھہ نہیں کہتا

کیا تو نے دیا تھا مجھہ کو ساقی
شیشے میں تو واہ کچھہ نہ نکلا

موا ہے تیرے لئے تیرا عاشق غم کش
ذرا تو فاتحہ پڑھ چل کے ، تا کجا وسواس

جب مرنے لگی بلبل شوریدہ قفس میں
"آصف" یہی بہتی تھی یہ تکرار دم نزع
صیاد تجھے بخش دیا خون میں اپنا
تک جا کے دکھا دے مجھے گلزار دم نزع

کل ہنس کے بولا نالۂ بلبل پہ یوں پتنگ
کم ظرف دیکھ ہم بھی تو آخر ہیں زار شمع
رو رو کے یہ جواب دیا عندلیب نے
انصاف دل میں کھینچیو اے دل فگار شمع
ہے شمع کے بھی دل میں محبت پتنگ کی
گر ہے پتنگ سوختہ جان بیقرار شمع
پروانے کو جلا کے ہوئی شمع بھی تمام
جینا بغیر یار کے ہے ننگ و عار شمع
گل مہرباں سدا ہے کبھی عندلیب پر
تو شکر کر کہ مہر و وفا ہے شعار شمع
میں آہ و نالہ گر نہ پہنچیں تو کیا کہوں
جلتی ہیں غم سے میری رگیں مثل تار شمع

جہاں تیغ اس کی علم دیکھتے ہیں
وہاں اپنا سر ہم قلم دیکھتے ہیں
جو جلوہ صنم تجھ میں ہم دیکھتے ہیں
خدا کی خدائی میں کم دیکھتے ہیں

بتوں کي گلی میں شب و روز " آصف "
تماشہ خدائی کا ' هم دیکھتے هیں

دل همارا خانۂ الله ' گر مشہور تھا
سو بتوں کے عشق میں اب وہ بھي بت خانہ هوا

بڑی شکوہ سے جاتا هے قافلہ دل کا
چکے گا روبرو کس کے ' معاملہ دل کا

" آصف " نہ چھٹے عشق بتاں دل سے همارے
سو بار اگر پھر بھي بناویں اسے گھڑ کر

شوخیِ چشم کي شہرت کو تری ' سن سن کر
شرم سے باغ میں نرگس نے چھپائیں آنکھیں

مرے دل کو ' زلفوں میں زنجیر کیجو
یہ دیوانہ اپنا هے ' تدبیر کیجو
مرے دل نے زلفوں میں مسکن کیا هے
یہ مہماں هے اے شانہ توقیر کیجو

جس جگہہ آنسو گرے هے ' آبلہ پڑ جاے هے
آب سے آتش هوئي کیوں کر بہم ' کیا جانئے

پوچھتے کیا ہو شب ہجر کی حالت، یارو!
میں ہوں، اور رات ہے اور بستر تنہائی ہے

" آصف " نہ چھوڑ دست سخاوت کو زینہار
لایا ہے کچھ نہ ساتھ، نہ جائے گا تو لئے

یاں تلک داغ محبت، دل نے کھائے ہیں کہ بس
سر سے پا تک ایک گویا صورت طاؤس ہے

ہزاروں مردے جیتے دیکھے تیرے بات کرنے سے
لب معجز بیاں میں تیرے، شاید آب حیواں ہے

تیرے گھر جانے سے یاں اپنا تو گھر جاتا ہے
اے مری جان کے دشمن، تو کدھر جاتا ہے

سرخ چشم ایسی، کہیں ہوتی ہے بیداری سے
لہو اترا ہے تری آنکھوں میں، مے خواری سے

جس گھڑی تیرے آستاں سے گئے
ہم نے جانا کہ، دو جہاں سے گئے
تیرے کوچے میں نقش پا کی طرح
ایسے بیٹھے کہ پھر نہ واں سے گئے

شمع کی طرح رفتہ رفتہ ہم
سنیو اک دن کہ جسم و جاں سے گئے

تو اپنے شیوۂ جور و جفا سے کیوں گزرے
تری بلا سے ' مرا دم رہے رہے نہ رہے

ملنے نہ ملنے کا تو وہ مختار آپ ہے
پر ہمکو چاہئے کہ تگ‌ودو لگی رہے [۱]

آبرو

نجم الدین نام ' شاہ مبارک لقب تھا ' لقب ہی سے مشہور تھے ' حضرت محمد غوث گوالیاری کی اولاد میں تھے ' خان آرزو سے قرابت تھی ' ابتدائے جوانی میں دہلی آئے اور آخر تک رہے - دیوان مختصر ہے لیکن بہتر ہے ' طبع نہیں ہوا ہے ' اس کا ایک نسخہ '' الاصلاح '' لائبریری دسنہ ' ضلع پٹنہ میں موجود ہے -

کلام میں گو سلاست نہیں لیکن درد ہے - محاورات میں لطف موجود ہے ' زبان کا خیال زیادہ کرتے ہیں - خان آرزو سے تلمذ تھا [۲] -

---

[۱] خمخانۂ جاوید - گلشن ہند - سخن شعرا - تذکرۂ مصحفی -

[۲] گل رعنا -

کم مت گنو ' یہ بخت سیاہونڈ رنگ زرد
سونا وهي که ' جو هو کسوتي کسا هوا

انداز سے زیادہ نپٹ ناز ' خوش نہیں
جو خال اپنی حد سے بڑھا سو مسا هوا
قامت کا سب جگت میں دوبالا هوا ہے نام
قد اس قدر بلند تمہارا ' بڑھا ہوا

جدائي کے زمانے کي سجن کیسا زیادتی کہئے
که اس ظالم کی جو گھڑي بیتي ' سو جگ بیتا

چھرے نے سرخ تیرے ' سارے جگت کو موہا
اي لعل ' تیرے سر پر یہ آج خوب سوہا

رخسار کے گل اوپر شبنم ہے یہ پسینا
کیا سرخ ڈانک پر ہے الماس کا نگینا
خجلت سے تجھ نگھہ کي ' مے هوگئي ہے پاني
کہنا بجا هوا ہے ' شیشے کو آبگینا

مشتاق عذر خواهي نہیں " آبرو " تو کیا ہے
یوں روٹھہ چلنا ' چل چل کے پھر ٹھٹھکنا

یہ سبزہ اور یہ آب رواں اور ابر یہ گہرا
دوانا میں نہیں ، ٹہر میں رہوں کیوں چہوڑ کر صحرا

بوسہ لباں سے دیئے کہا ، کہہ کے پھر گیا
پیالہ بھرا شراب کا افسوس گر گیا

نین سے نین جب ملاے گیا
دل کے اندر مرے سماے گیا
تیرے جانے کی سن خبر ، عاشق
یہی کہتا موا ، کہ ھاے گیا
سہو کر بولتا تھا مجھہ سیتی
بوجھہ کر بات کو چباے گیا

مل گئیں آپس میں نظریں ایک عالم ہوگیا
جو کہ ہونا تھا سو کچھہ آنکھوں میں باھم ہوگیا
ساتھہ میں تیرے جو کچھہ تھا سو پیارے عیش تھا
جب سے تو بچھڑا ھي تب سے عیش سب غم ہوگیا

نور دیدہ کم ھوا یعقوب کا گریہ کا جاتا ھے ، خالي قافلا

حق میں عاشق کے مگر لطف ، ستم تھا یا رب
دل لیا جب سے ، مجھے تب ستی آزار دیا

زنانے بھی لگے مردی پکڑنے   کسب سیکھا چماری نے نئی کا

دل تو دیکھو آدمی بے باک کا   عشق سے بھرتا ہے، پتلا خاک کا

درد کی راہ میں جو کوئی گرا، سو پھر نہ اٹھا
قدم پھرا نہیں یاں آ کے دستگیروں کا
وہ اور شکل ہی، کرتی ہے دل کو جو تسخیر
عبث ہے شیخ ترا نقش یہ لکیروں کا

دل کے غنچوں کو کھول جب دیکھا
شوق پایا تمام تجھ لب کا
"آب و" "تاب زندگی سے لذیذ
جان لیتا ہے جام تجھ لب کا

یہ رسم ظالمی کی، دستور ہے کہاں کا
دل چھین کر ہمارا، دشمن ہوا ہے جاں کا

بیتابی دل آج میں دلبر سے کہوں گا
ذرے کی تپش مہر منور سے کہوں گا

ہر گدا گوشۂ قناعت میں   شاہ ہے، ملک بے نیازی کا

لائي هے جب سے بات چمن کی زباں اُپر
رنگیں ہوا ہے تب سے بیاں عندلیب کا

سے ہو زیب ذاتي · اسکے تئیں ہے عیب آرائش
کرے ہے بدنما البتہ حسن ماہ کو گہنا

ہم سے چرا کے اور سے آنکھیں ملا گیا
ظالم کسي کو مار، کسي کو جلا گیا

بیٹھے وہ زرد پوش · جھلک سے بنا بسنت
چاروں طرف سے آج اتھي جگمگا بسنت

دل نے پکڑي ہے یار کي صورت
گُل ہوا ہے بہار کي صورت
کوئی گل‌رو نہیں تمھاری شکل
ہم نے دیکھي ہزار کی صورت
وصل کے پیچھے ہجر جائے بھول
جوں نشے میں خمار کی صورت
کچھہ ٹھہرتي نہیں کہ کیا ہوگی
اس دل بے قرار کي صورت

ہر طرف عشق کي لگي هے گهات
دل همارا هوا هے بارہ باٹ

زندگي هے سراب کي سي طرح
پاو بندي حباب کي سي طرح
نون چاهے گا گهر بسے تجهکو
مجهه سے خانه خراب کي سي طرح
تجهه اوپر خون بے گناهوں کا
چڑهه رها هے شراب کي سي طرح

بلبل سے دل کو پهول پهر گل سے نک هنسے
پهر "آبرو" کا وقت کہاں ؟ جب گئي بهار

آج پهر هم سے کر دیا هے اُداس   ان رقیبوں کو جاے ستیاناس
غیر صحبت میں اب لگے جانے   چهوڑ کر اپني "آبرو" کا پاس

نهیں تارے بهرے ، هیں شک کے نقط
اس قدر نسخۂ فلک هے غلط

سانورے کے روبرو هے دل همارا داغ داغ
دیکهه لو کالے کے آگے آج جلتا هے چراغ

سب زلیخا شہر میں رسوا ہوئي ، مجنوں سے کم
مرد ہو یا زن کوئي ، ہے سب کے تئیں بدنام عشق

افسردگئي یاس سے ہم کو ہوا وصال
پکڑا ہے آہ سرد کے کانٹے سے ہم نے لال

جلتا ہے اب تلک تری زلفوں کی رشک سے
ہر چند ہو گیا ہے چمن کا چراغ گل

جلتے تھے تجھکو دیکھ کے غیر ، انجمن میں ہم
پھونچے تھے رات شمع کے ہو کر برن میں ہم

دلدار کی گلي میں مکرر گئے ہیں ہم
ہو آئے ہیں ابھي تو پھر آکر گئے ہیں ہم

جبکہ ایسا ہو گندمی معشوق
نت گنہگار کیوں نہ ہو آدم

غم کیا ؟ اگر شراب کي مجلس میں ہم نہیں
ہم کو تمہارے عشق کا یہ کیف ، کم نہیں

عشق ہے اختیار کا دشمن — ہوش و صبر و قرار کا دشمن

لٹایا چاہتے ہیں خاک و خوں میں مجھ بچارے کوں
سمجھتا ہوں تری شمشیر ابرو کے اشارے کوں

سر سے لگا کے پاؤں تلک دل ہوا ہوں میں
یاں لگ ہنر میں عشق کے کامل ہوا ہوں میں

اپنا جمال [illegible] ابرو [illegible] کو ٹک دکھا آج
مدت سے آرزو ہے درس کی بچارے کوں

جب چمن میں جا کے پیارے تم نے زلفیں کھولیاں
لے گئی باد صبا خوشبو کی بھر بھر جھولیاں

درد مندی سے اثر دل کے ہوئے ہو متہم
رحم فرما کے مرے [illegible] نہ اٹھا [illegible]

جلوۂ حسن جو دلدار کے گلزار نہو
شوق جو دل کے مرے مستی سرشار نہو
یار سے جائے مرے دل کا [illegible] نہو
غم نہو رنج نہو حسرت دیدار نہو

کس نے، آ باغ میں حیران کیا نرگس کو
نہیں معلوم کہ یہ دیکھ رہي ہے کس کو

کرے گي شہر میں فتنہ، سجن! خواهي نخواهي یہ
تري، آخر کو سر کھینچے گي ظالم کج کلاهي یہ

کیوں ملامت اس قدر کرتے ہو بے حاصل ہے یہ
لگ چکا، اب چھوٹنا مشکل ہے اس کا، دل ہے یہ

شوق ہے اس کي اشکباری کا '' ابرو '' چشم تر، قیامت ہے

تم، نے بچاڑنے کو جب هاتھہ بیچ، نے لي
مجنوں ہوگئے سب، یہ کس طرح کي، لے، لي

کرم فرما! کہ تیرا نقش پا، ہم خاکساروں کو
چمن میں سر بلندی کو، گل دستار ہوتا ہے

پھرتے تھے دشت دشت دوانے کدھر گئے
وے عاشقي کے، هائے زمانے کدھر گئے

تمہارا دل اگر ہم سے پھرا ہے تو بہتر ہے، ہمارا بھي خدا ہے

تم اپنی بات کے راجا ہو پیارے
کہے ضد سے تمہیں ہووے سواے

زلف کی شان مکھ اوپر دیکھو
کہ گویا ' عرش میں لٹکتی ہے

تمہاری ' لوگ کہتے ہیں کمر ہے
کہاں ہے ' کس طرح کی ہے ' کدھر ہے ؟

دل کب آوارگی کو بھولا ہے   خاک اگر ہو گیا ' بگولا ہے

زندگانی تو ھر طرح کاٹی   مر کے پھر جیونا ' قیامت ہے

تبسم سے مجھے ' اس کو نظر سے
کیا ہے دو کو راضی کس ھنر سے [ا]

مضمون

شرف الدین نام ' اکبرآباد کے رھنے والے تھے - ابتداے شباب میں دھلی گئے اور وھیں رہ گئے -

---

[ا] مخزن نکات - گلشن ھند - تذکرۂ مصحفی -

کلام میں سلاست اور درد ہے ، ساتھ ہي ساتھ زبان کي چاشني اور محاورہ بندی بھي ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ، خان آرزو کے معاصر اور شاگرد تھے [۱] -

افسوس مار جھٹ پٹ ، دل کو رکھے ہیں اٹکا
کن ساحروں سے سیکھا ، زلفوں نے تیری ، لٹکا

خوبوں کو جانتا تھا ، گرمي کرینگے مجھ سے
دل سرد ہو گیا ہے ، جب سے پڑا ہے پالا

نہیں ہے زاہدوں کو مے سکي کام
لکھا ہے اُن کي پیشاني میں ، سر کا

ہم نے کیا کیا نہ ترے غم میں ، اے محبوب کیا
صبر ایوب کیا ، گریۂ یعقوب کیا

کوچے میں بیوفا کے مارے گئے ہیں عاشق
نکلا ہے ایک '' مضمون '' بھاگوں سے اپني جیتا

ترا مکھ ہے ، سر چشمہ آفتاب
نہ ہووے تري حسن کي ماہ ، تاب

---

[۱] گل رعنا - گلشن بے خار -

وہ ہے سونا جو ہووے خوب، کس میں
وہ ہے دلبر، جو ہووے اپنے بس میں

دے ہے دار بھی کامل کو سر تاج
ہوا منصور سے یہ نکتہ حل آج

جس طرح سے رہے ہے مال کے اوپر گنج
یوں رہے زلف ترے منہ کے اوپر مار کے پیچ

تجھ بن زبس کہ پانی جاری کئے ہیں رو کر
چشموں سے میں اب اپنی بیٹھا ہوں ہاتھ دھو کر

نہیں ہیں ہونٹھ تیرے پان سے سرخ
ہوا ہے خون میرا آ کے لبریز

تیر مژگاں برستے ہیں مجھ پر
آب پیکاں کا اس طرف ہے دھیاں

کیا سمجھ بلبل نے باندھا ہے چمن میں آشیاں
ایک تو گل بے وفا اور تس پہ جور باغباں

وهي دلدار خوش آتا هے جو هووے بانکا
خوب لگتي نهيں وه تيغ جو خمدار نهير

کيا هوا جو خط مرا پڑهتا نهيں
جانتا هے خوب وه '' مضمون '' کو

چلا کشتي ميں آگے سے جو وه محبوب جاتا هے
کبهی آنکهيں بهر آتي هيں کبهي جي ڈوب جاتا هے
يه ميرا اشک قاصد کي طرح اک دم نهيں تهمتا
کسي بيتاب کا گويا لئے مکتوب جاتا هے

يار کے قول کو نهيں هے قرار   اس سئي دل کو بيقراري هے

ميرا پيغام وصل ' اے قاصد   کهيو سب سے اسے جدا کرکے

هم فقيروں ميں تمهارا اے مياں کيا کام هے
تم تو طالب زر کے هو اور ياں خدا کا نام هے

کرنا تها نقش روے زميں پر همين مراد
خالي اگر نهيں تو نهيں بوريا تو هے

اُس دھان بیچ سخن رکھتا ہوں
مجھ پہ اس بات کو اثبات کرو

جب سے چاہا ہے ترا چاہ ذقن
آب چشموں سے مرے جاری ہے

نظر آتا نہیں وہ ماہ رو کیوں
گذرتا ہے مجھے یہ چاند خالی

مرے آئینہ دل سے ترا نقش
جو دیکھا تو کسی صورت نہ جاے

"مضمون" تو شکر کر کہ ترا نام سن رقیب
غصے سے بت سا ہوگیا لیکن جلا تو ہے

نہ یہی فتنہ قد و قامت ہے
ہنس کے پھر دیکھنا قیامت ہے [۱]

---

[۱] چمنستان شعرا - مخزن نکات - نکات الشعرا - تذکرہ میر حسن - گلشن ہند - تذکرہ مصحفی -

ناجي

محمد شاکر نام ' امیر خاں محمد شاهي کے داروغه نعمت خانه تهے - لیکن تیز اور ذهین تهے ' نوجوانی میں انتقال هو گیا -

ان کے کلام میں پند و نصائح تغزل ' محاوره بندي کے پهولوں کے ساتهه کسي قدر ابتذال کے کانٹے بهي هیں -

لفظي ایر پهیر میں اکثر معنی کي قربانی کر دیتے هیں [۱] -

روا کب هے مجهه اوپر تیغ کو هر دم علم کرنا
مری تقصیر بهي کچهه کي هے ثابت ' یا ستم کرنا

بلند آواز سے گهڑیال کهتا هے که اے غافل
کٹي یهه بهی گهڑي تجهه عمر سے اور تو نهیں چیتا

نمکیں حسن دیکهه کر پي کا رنگ گل کا مجهے لگا پهیکا

تري نگاه کي کثرت سے اے کماں ابرو
همارے سینے میں تودا هوا هے تیروں کا

مجهکو باتوں میں لگا ' معلوم نهیں کیا کهه گیا
لے چلا جب دل کے تئیں منهه دیکهتا میں ره گیا

---

۱) گل رعنا - نکات الشعرا - تذکره میر حسن -

ڈوب گئے کئی ملک، جب کھولی لب دریا پہ زلف
حیف "ناجی" کو نہ پوچھا کس لہر میں بہ گیا

نہ پوچھو، خود بخود ہے عارض خورشید کی خوبی
لیا ہے ذرہ ذرہ حسن مہرویاں سے کر چندا

قوس قزح سے، چرچا کرتا ہے تجھ بھواں کا
شاید کہ سب پھرا ہے اب پھر کر آسماں کا

مت کر آزاد دام زلف سے دل   بال باندھا غلام ہے تیرا

سخن سن، اس بت کافرادا کا   جدا ہوا کوئی بندہ خدا کا

رنگ تیرا گندمی دیکھ اور بدن مخمل سا صاف
ہوش کھو کر آدمی بھولے ہیں نے خور و خواب

دیکھ! ہم صحبت کی دولت سے نہ پھر چشم کو
لب صدف کے تک نہیں، ہم چند ہیں گوہر میں آب

صحبت سوں غنی کی دیکھ "ناجی"
ہوا ہے دارا، اب حیدرآباد

گر سلیماں کا تخت دیں ، مت لے
کہ سب آخر کو جاے گا برباد

اغنیا کے دوبدر ، مقدور جب تک ہو ، نہ جا
سخت حاجت ہو تو جا ، لاچارگی ہے جا ضرور

چاہئے اشراف کو ، مفلس ہو ، مجلس میں نہ جا
گو کہ وہ دبلا نہ ہو پر بوجھتے ہیں سب حقیر

انگوٹھی لعل کی کرتی قیامت آج اگر ہوتی
جلھوں کی آن پہونچی لڑ مرے وہ ایک چھلے پر

دیکھ دلبر تیری کمر کسی طرف
پھر گیا مانی اپنے گھر کی طرف
حشر میں پاک باز ہیں " ناجی "
بد عمل جائیں گے سقر کی طرف

کہاں کرم اے مہرباں ، پھر ہم کہاں اور تم کہاں
نہیں دیکھ سکتا آسماں ، پھر ہم کہاں اور تم

ملنے کو نوخطاں کے ، واعظ برا کہے ہے
مجہول ہیں یہ باتیں ، ہم خوب جانتے ہیں

نرگس کی تکیوں میں ہرگز لاتا نہیں نظر میں
دیکھی ہیں میں نے آخر پیارے تمہاری آنکھیں

نہ سیر باغ، نہ ملنا، نہ میٹھی باتیں ہیں
یہ دن بہار کے اے جان مفت جاتے ہیں

عید ہوتی، جو کوئی افطار کرتا جس کے گھر
اب بتاویں، [illegible] روزہ دیکھ کر مہمان ہو

ہے غرض ملنے میں نہ الفت کچھ اس بیدرد کو
سمجھتا ہے کان زر، عاشق کے رنگ زرد کو

آج تو "ناجی" سجن سے کر تو اپنا عرض حال
مرنے جینے کا نہ کر وسواس ہوئی ہو سو ہو

الف کھولے بیٹھتے ہو دن کو صنم
مکھ دکھلائیے تو سکھ رات کی

ہم نہیں کہ دوستی سے دل کو لیتا ہے وہ
پاس میرے سب کہ آتا [illegible] ہے وہ

کیا فردا کا وعدہ سرو قد نے
قیامت کا جو دن سنتے تھے کل ہے

وظیفہ راگنی کے سُر میں زاہد! کفر ہے پڑھ مت
نہیں تسبیح تیرے ہاتھ میں یہ راگ مالا ہے

اناالحق بولنے لگتا ہے اس کے زخم کا بسمل
کٹاری آبدار اس شوخ کی، منصور خانی ہے

اس کے رخسار دیکھ جیتا ہوں
عارضی، میری زندگانی ہے [۱]

نہ پیوے ہے سو نہوروں سے   کھولے ہے لب ہزار زوروں سے

ان بتوں کو ہم فقیروں سے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہیں اور یاں خدا کا نام ہے

ور سے ترے رخ کے، گئی ہے نیند آنکھوں سے
مقابل جس کے ہو خورشید کیونکر اس کو خواب آوے

---

[۱] مصحفی نے اپنی تذکرے میں لکھا ہے کہ یہ شعر میر عبدالرسول نثار
، میں نے ان کی زبان سے سنا ہے - مرتب -

مخمس

قضا سے بچ گیا مرنا نہیں تو ٹھانا تھا
کہ میں نشان سے ہاتھی اُپر نشانا تھا
نہ پانی پینے کو پایا وہاں نہ کھانا تھا
ملی تھی دال ، جو شکر تمام چھانا تھا
نہ ظرف و مطبخ و دوکان ، نہ غلۂ بقال [۱]

یکرنگ

مصطفیٰ قلی خاں نام ، خان جہاں لودھی کے نواسے تھے ، سلسلہ ملازمت شاہی میں وابستہ تھے -

اشعار میں آمد کا رنگ غالب ہے ، تغزل میں گداز موجود ہے ، اکثر اشعار میں سلاست اور صفائی کا آئینہ لگا دیتے ہیں - بعض نے آبرو اور بعض نے آرزو کا شاگرد لکھا ہے بعض مظہر کا شاگرد بتاتے ہیں -

لب شیریں سے تلخ کاموں کو ، بولنا تلخ ، کام ہے تیرا
ہاتھ اٹھا جور اور جفا سے تو ، بے رحمی گویا ستم ہے تیرا

ترک عاشق میں ننگ و نام کیا
کام اپنا جو تھا ، تمام کیا

---

۱ ۔ گل رعنا - نکات الشعرا - گلشن ہند - تذکرۂ میر حسن - مخزن نکات -

اس قدر کیا ہے حمایت غیر کی
ہم بھی تو تم سے کبھی تھے آشنا

——

جب سجی ، گلرخوں سے یار ہوا
خلق کی میں نظر میں خوار ہوا
خلق "یکرنگ" کی ہوئی دشمن
جب سے تیرا وہ دوستدار ہوا

——

سنتا نہیں ہے بات ، کسی کی تو اے سجن
تجھ کو ترا غرور ، نہ جانوں کرے گا کیا

——

خون دل کا ، مجھے شراب ہوا   جگر سوختہ ، کباب ہوا

——

مجھے مت بوجھ پیارے اپنا دشمن
کوئی دشمن بھی ہوگا اپنی جاں کا

——

اگر آوے مرے گھر وہ پیارا   کروں اس ماہ کو پتلی کا تارا

——

مرا دشمن ہوا "یکرنگ" وہ شوخ
کیا کیوں عشق میں نے آشکارا

——

وصل اور ہجر اس صنم کا مجھ پہ یکساں ہو گیا
درد میرا ہی مجھے آخر کو درماں ہو گیا
مجھ کو اس دل سے توقع تھی مدد کی وقت پر
تیر خوباں کا تو وہ "یکرنگ" پیکاں ہو گیا

کم نہیں کچھ بوے گل سیتی فغان عندلیب
برگ گل سے ہیگی نازک تر زبان عندلیب

میں روز و شب وصال سے تیرے ہوں کامیاب
کیونکر کہوں کہ تجھ سے یہ بہتر ہے آفتاب

زبانِ شکوہ ہے مہندی کا ہر پات
کہ خوباں میں لگاتے ہیں مجھے ہات
خیال چشم و ابرو کے تیرا
کوئی مسجد گیا کوئی خرابات
مسخر حسن کے شاہ و گدا ہیں
رکھے ہے خوبرو ظلمت رسومات

یاد آتی ہے نازکی بہار
دیکھ کے خشک خار کی صورت
سچ تھے جو کوئی سو مارا جائے
راستی ہیگی دار کی صورت

مجھ کو معلوم یوں ہوا گل سے
پھول جاتے ہیں اِس سے دولتمند

کیوں ہوے ہو تم، کہو! دشمن ہمارے، اس قدر
دوست کا دشمن کوئي ہوتا ہے پیارے، اس قدر

ہوا نہ راحت جاں مہرباں حیف
مري محنت گئي سب رائگاں حیف

بنابر مصلحت ہے یہ جو تم سے
رہا ہے روتھہ دن دو چار "یکرنگ"

محبت کا عجب، "یکرنگ" ہے رنگ
کبھی عاشق کبھي معشوق ہیں ہم

روتھہتا ہوں اس سبب ہر بار میں
تا گلے تیرے لگوں اے یار میں

برنگ شمع، دائم تجھہ لگن میں
سجن روتے پھرے ہم انجمن میں

کیوں کھینچتے ہو تیغ، صنم مجھ میں دم نہیں

پنہاں نگہ تمہاری یہ، گپتی سے کم نہیں

بیٹھے ہیں ہم پڑے، سدا کوں دھاے سجن

گو غیر سے ملو کے تو دیکھ لے، ہم نہیں

تجھ زلف کا یہ دل ہے گرفتار بال بال

"یکرنگ" کے سخن میں خلاف ایک مو نہیں

دل مرا لیکے جو دبدھے میں پڑے ہو اس بہانت

کیا سجن؟ اس کا کوئی جگ میں خریدار نہیں

چاہتا تھا کہ کہوں عشق کی باتیں "یکرنگ"

کیا کروں ہائے اسے طاقت گفتار نہیں

ہرگز تم اب کسو کے سخن سنتا نہیں

سب خوبیاں ہیں تم میں مگر اک وفا نہیں

پارسائی اور جوانی کیونکہ ہو

ایک جاگہ آگ پانی کیونکہ ہو

انکھیاں چاہیں سجن کے ادا س

تری انکھیوں سے دل کیونکر جدا ہو

اس پری پیکر کو مت انسان بوجھ
شک میں کیوں پڑتا ہے اے دل ! جان بوجھ

برگ حنا اُپر لکھو احوال دل مرا
شاید کبھی تو جا لگے اس دلربا کے ہاتھ

جو کوئی توڑتا ہے غنچۂ گُل   دل کو میرے شکستہ کرتا ہے

نہ کہو یہ، کہ یار جاتا ہے   میرا صبر و قرار جاتا
گر خبر لینی ہو تو لے صیاد   ہاتھ سے یہ شکار چاتا

لگے ہے جا کے کانوں میں بتوں کے
سخن "یکرنگ" کا گویا گُہر ہے

کیا جانئے کہ وصل ترا کس کے ہو نصیب
ہم تو ترے فراق میں اے یار مر گئے

اس کو مت بوجھو سجن اوروں کی طرح
"مصطفیٰ خاں" عاشق "یکرنگ" ہے

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو وہ دماغ اور دل رہا ہے

ہوس کے درد دل میں کچھ تاثیر ہے
گر جواں بھی ہو تو میرا پیر ہے

رونق اسلام تیرے دم سے ہے
دین کا رشتہ ترے گیسو سے ہے
ہے قرآنوں کے سکھوں آرام دل
اے صنم بچارے ترے پہلو سے ہے

جدائی سے تیری اے صندلی رنگ
مجھے یہ زندگانی درد سر ہے

یکرنگ کو پاس کیا ہے سخن کا کچھ ساتھ
رکھتا ہے دو نین جو کہو تو نظر کرے

ہوا معلوم یہ غنچے سے ہم کو
جو کوئی زردار ہے سو سنگدل ہے

(مرثیه)

زخمی برنگ گل هیں ' شہیدانِ کربلا
گلزار کی طرح هے ' بیابانِ کربلا
اندهیر هے جہاں میں که اب شامیوں کے هاتھ
هے سربریده ' شمع شبستانِ کربلا [۱]

نسیم

محمد حسین نام ' دهلی کے رهنے والے تهے میر تقی سے قرابت تهی - نظم اور نثر دونوں پر قدرت تهی -

شاعری کے علاوه اپنی فضل و کمال علمی میں بهی مشہور تهے ؛ اشعار اگرچه صاف اور سلیس نہیں لیکن مضمون کے اعتبار سے بہت بلند هیں -

بیدل کی طرز کے پیرو تهے -

فصوص الحکم کا ترجمه اُردو میں کیا تها عروض و قافیه میں ایک رساله اُردو میں لکها - ایک کتاب نثر رنگیں میں بهی لکهی هے -

هر تار پیچ زلف کا ' عالم کی جان هے
گویا یه اژدها تها که سب کو نگل گیا

---

[۱] مخزن نکات - نکات الشعرا - چمنستان شعرا - گلشن هند -

نہ کچھ برا ہوا پرویز کا نہ شیریں کا
ترے ہی سر پہ اے فرہاد جو ہوا سو ہوا

— —

نشاں مجھ دل کا مت پوچھو، یہ مجنوں
تمہیں اس طرف ویرانے کے ہو ؟

— —

نقاب اپنے رخ کا جو تو واں کرنا
تو گل اپنی خوبی پہ کیوں ناز کرتے

— —

تجھے برق خرمن سے کام کیا جو حیا ہے، حق کو تلف نہ کر
یہ اناج کے دانے کے نصیب ہے کف پائے آبلہ دار کا

— —

لگا جب عیسیٰ سے ہم طبق ہوتے وہ مسیحا نفس
وہ اپنا ہاتھ دھوتا تھا میں اپنا ہاتھ ملتا تھا

— —

کیا ہوا گالی سے گر کھولی میرے سر کا تو یہ سودا نہ گیا

— —

یہی اک ہے جو ان دونوں گھروں میں خلق ڈھونڈھے ہے
بس اے زاہد اگر مسجد سے بت خانہ ہوا تو کیا

— —

زبانِ موج سے ، یوں بحر کہتا تھا حبابوں سے
"کہ اپنا سر ہی کھاتا ہے جہاں میں جن نے سر کھینچا"

اے شمع تیری باری ہے شب کو ، کہ شام تک
اپنے دنوں کو ، جتنا میں رونا تھا رو چکا

وہ نازک تن لطافت سے کسی کو نہیں نظر آتا
مقرر ایک جا تو ہے نہ کیا جانے کہاں ہوگا

تو روضۂ رضواں کو میں اک ان میں دیکھا
جب گل کی طرح جھانک گریباں میں دیکھا

لگتی ہے اب تو قلقل مینا سے دل کو ٹھیس
وے دن گئے "کلیم" کہ یہ شیشہ سنگ تھا

قبر میں بھی لئے ہمراہ گیا اپنے "کلیم"
آہ کیوں درد دل اپنا نہ کسی کو سونپا

عمرِ رفتہ کا نہ پایا کھوج ہرگز اے "کلیم"
آپ کو جوں شمع ، میں ہر انجمن میں گم کیا

کس پریشاں نے قدم رکھا ہے پیچ و تاب سے
جادہ آتا ہے نظر جوں زلف کج

پاسِ ناموسِ محبت ہے مجھے اُن سے [illegible] نسیم
باغ میں جاؤں نہ ہو بے رضائے عندلیب

رکھتا ہے زلف یار کا کوچہ ہزار پیچ
اے دل سمجھ کے جائیو ہے راہ پر پیچ

زلف کو خواب میں دیکھا تھا جنوں سے شب کو
صبح پیدا ہوا پانی کے میں [illegible]

ہو گیا حشر، گئی دوزخ و جنت کو خلق
رہ گیا میں ترے کوچے میں گرفتارِ عذاب

تو یار مل کے ہم سے جب ایک ہو گیا ہے
کس کو بعید مانیں کس کو نہیں قریں ہم
تم ہو تو ہم کہاں ہیں، ہم ہیں تو تم کہاں ہو
یا تم ہی سب ہو ہم میں، یا سب کے سب ہمیں ہو

تری جناب میں آیا ہوں لے کے کیا نہ پوچھ
یہی کہ بخش دے اور مجھ سے کچھ گناہ نہ پوچھ

اب دم شمردگی سے مجھے کاروبار ہے
ہردم مرے حساب میں روز شمار ہے

سو زخم کھا چکا ہے دل، اس پر جگر جلا
کہتا ہے زخم، مجھ کو ہے اک آرزو ہنوز

ہم ہوگئے ہیں ضعف سے جوں بومیان باغ
پھرتا ہے رنگ گل، کہ ہمارا کرے سراغ

پوچھ مت غم کی داستاں اے دل
گر پڑا، ٹوٹ آسماں اے دل

طریق عشق میں مجنوں و کوہکن کو نہ کہہ
ہزاروں ہوگئے غارت، سو ایک دو معلوم

پیری کی بھی سیر کر گئے ہم
اس پل سے بھی بس گزر گئے ہم
واں غصہ ہوئے رقیب پر تم
یاں مارے ادب کے مر گئے ہم

درازی شب ہجراں و زلف یار "کلیم"
نہ مجھ سے پوچھ کہ کاٹی ہے رات آنکھوں میں

مانند سرو ہوں کہ نہ گل ہے نہ بر مجھے
سبزۂ باغ ہوں نہ سزاوار باغ ہوں

نے اور طنبور میں ، یہ سوز تو معلوم ہے مطرب!
کسی کا دل ہوا ہے شاید اس پردہ میں آ نالاں

غرور حسن ممکن کیا؟ کسی کی داد کو پہونچے
غرض نہ سن چکے احوال ، ہم فریاد کو پہونچے

تجھے میں آنکھوں میں کیونکر رکھوں نہ ہے برسات
پھر ایسا گھر ، کہ یہ خانہ خراب ٹپکے ہے

اس کے ابرو کی اک تصویر کھینچا چاہئے
اور اپنے قتل پر شمشیر کھینچا چاہئے

(رباعی)

دنیا کے ہاتھ سے جو دل ریش ہیں ہم
اس واسطے بے عاقبت اندیش ہیں ہم

دنیا داری و نوکری ' محنت و کسب
جب کچھ نہ بنا ' کہا کہ درویش ہیں ہم [۱]

واقف

(شاہ) واقف نام ' دھلی کے رھنے والے تھے بلند پایہ درویش تھے - منطق ' معانی و بیان ' رمل وغیرہ کے ماھر تھے -

اشعار میں روانی اور درد دونوں ھیں یہ دونوں صفتیں مشکل سے جمع ہوتی ہیں [۲] -

خیال وعدہ ترا بسکہ شب نظر میں رہا
تمام رات مرا جی صدائے در میں رہا
جلایا مجھ کو مرے ضبط آہ نے جوں شمع
اٹھا جو شعلہ جگر سے تو پھر جگر میں رہا

کبھی ایسا بھی اے خدا ہوگا وہ صنم ہم سے آشنا ہوگا
روز و شب مجھکو ہے یہی دھڑکا نہ ملوگے ملوگے کیا

یہ دل پھر آہ مژگان بتاں سے بے طرح اٹکا
مجھے جس خار کا ڈر تھا سو پہلو میں مرے کھٹکا

---

[۱] نکات الشعرا - مخزن نکات - تذکرہ میر حسن - سخن شعرا -

[۲] میر حسن کے سوا اور مشہور تذکرہ نویسوں نے ان کو معلوم کیوں نظر انداز کر دیا ہے - مرتب -

کروں میں شکوہ اگر تیری بے وفائی کا
جہاں میں نام نہ لے کوئی آشنائی کا
یہی حواس بھی ثابت مجھے نہیں رہنے
خدا کے واسطے مت نام لے جدائی کا

قاصد کہیں پہنچ سکتا ہے اب واں تک کام اپنا
ابھی مضطرب ہوں کس طرح بیٹھوں [illegible] اپنا
بہت موقوف شکوے وصال پر [illegible] [illegible] جب ہے
کیا سب اک نگہ نے [illegible] [illegible] قصہ ہی تمام اپنا

دام سے الفت کے [illegible] [illegible] تو چھڑایا نہ گیا
[illegible] سے اس بدعت [illegible] کا [illegible] [illegible] نہ دیا
اجتماعت [illegible] [illegible] ہیں [illegible] [illegible] سے [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] کی [illegible] میں [illegible] نہ گیا

دیا عشق میں تک دیکھ تو کیا ہے ستم [illegible] وقت
[illegible] میں مشکل [illegible] سے [illegible] نہیں [illegible] ہے غم وقت

تیری [illegible] سے وابستہ ہیں یاں ہم
جوں نقش [illegible] پھیلے میں [illegible] [illegible] [illegible] ہم
[illegible] [illegible] [illegible] بیٹھے [illegible] [illegible] سے
جوں سایہ جہاں [illegible] سے دوست [illegible] ہم

ان رقیبوں سے گئے گزرے ہیں کیا اے یار ہم
وہ شریک بزم ہوویں اور نہ پاویں بار ہم

خون آنکھوں سے ہم جو روئے ہیں
تیری مژگاں کے کانٹے بوئے ہیں
جو، صنم تجھ سے دل لگاتے ہیں
سو وہ ہم سے، خدا کے کھوئے ہیں

پیار کی باتوں سوا، ہم بھی تو رہ سکتے نہیں
دل میں آتا ہے کہ کچھ کہتے، پہ کہہ سکتے نہیں

مژگاں تری اِدھر ہے کدھر پھر کے رو کریں
اب کس کے دل میں دیکھئے ناحق فرو کریں
ہرچند وہ جمال ہے آنکھوں کے سامنے
لیکن کہاں مجال جو کچھ گفتگو کریں

کبھی کبھی جو کرم کی نگاہ کرتے ہو
غرضکہ جان مری! دل میں راہ کرتے ہو
ہمارا تھوڑے دنوں میں یہ حال پہونچایا
بھلا رقیب سے کیوں کر نباہ کرتے ہو
یہ کون ڈھب ہے کہ "واقف" سے میں نہیں واقف
وہی نہ جس پہ کرم کی نگاہ کرتے ہو

ہر آن ہم سے کیوں ہے عبث بدگمان تو
ایذا سا اور کو نہ سمجھ میری جان تو
اک روز کی جدائی میں مرتے ہیں یا نہیں
یکبار ہی یہ کیجے مرا امتحان تو
کیا کیا کہا تھا؟ کیونکر لیا تھا ہمارا نام
قاصد خدا کے واسطے پھر کہہ بیان تو

صبا کہیو چمن کے عندلیبانِ غزلخواں سے
ڈرو نہ چہچہے ہم دام میں ہو جائیں زنداں کو
ڈھلا دن آج کا بھی اور نہ آیا تو تو پھر ہم نے
چراغ آہ سے روشن کیا شام غریباں کو

جنّت و سایۂ طوبیٰ نہیں درکار مجھے
بس ہے اے یار ترا سایۂ دیوار مجھے
ہوس سیر چمن! لے تو چلی ہے یاں سے
پر کسی دام میں مت کیجو گرفتار مجھے

خوبرو ہووے باوفا ہووے میں نہ مانوں کہ اک خدا ہووے

جب کہ یاد آتا ہے گلشن میں مرا گلرو مجھے
خضر راہ بیخودی ہوتی ہے گل کی بو مجھے

وداعِ یار سے دل پر ملال ہے سو ہے
زباں سے گو نہ کہا جی کا حال ہے سو ہے

نہ پوچھ حسن سلوک آہ مجھ سے اُس بت کا
وہی ستم وہی ایذا کی چال ہے سو ہے

تم تو شب' وعدہ پر اپنے گھر سے چل کر رہ گئے
صبح ہوتے ہوتے ہم جوں شمع جل کر رہ گئے

آن مزے ملنے کا اُس کے یاد آتا ہے سماں
اک قدم رکھا تو دس جاگہ مچل کر رہ گئے

جب تک وہ مقابل بت مغرور نہ ہووے
بیتابی دل کوئی طرح دور نہ ہووے
سرگوشی سے جو سامنے کرتا ہے مرے' بات
ڈرتا ہوں اُسی کا کہیں مذکور نہ ہووے

درد جو بے اختیار' ہم سے ہم آغوش ہے
یاد سے "واقف" تو آج کس کی فراموش ہے

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

روز خزاں، چمن میں جو دیکھا ہزار کے
اک مشت پر، پڑے تھے تلے شاخسار کے
آوارہ ہوکے دل سے شکیب و قرار و صبر
یارب کہاں بسیں گے یہ اُجڑے دیار کے
یارانِ ہمنشین و رفیقانِ دوستدار
سب آشنا ہیں زندگیِ مستعار کے
جب مُند گئی یہ آنکھ، تو اے دوست بعد مرگ
پھٹکے ہے پاس کون کسی کے مزار کے

صبا گلشن میں جاوے گی تو یہ کہہ دیجیو گل سے
تجھے اے بے وفا کیا فائدہ ہے خونِ بلبل سے
شکیب و طاقت و صبر و توان و دین و دل اپنے
سبھی آوارہ ہو کر اُٹھ گئے تیرے تغافل سے

کہوں کیا اُس کے وعدے کی حقیقت پوچھتے کیا ہو
وہی شام و سحر ہے اور وہی امروز فردا ہے

توقع زندگی کی دوستاں رکھئے گا کم، ہم سے
کہ جوں نقش قدم چھٹتا نہیں کوئے صنم ہم سے
ہے جس کی خرمی سے زندگانی اپنی وابستہ
خفا رہتا ہے وہ ساعت بساعت دمبدم ہم سے

نہ پوچھو فتنہ برپائی کو میرے سرو قامت کی
تھا مجلس سے وہ اور اہل مجلس پر قیامت تھی

جگر میں آہ ہے آنکھوں میں نم ہے
خدا جانے یہ کس کا نالۂ غم ہے

جو صنم خاطر نہ رکھے عاشق رنجور کی
ایسے ملنے سے بھلی صاحب سلامت دور کی

حاتم

ظہورالدین نام ۔ دہلی میں سکونت تھی ۔ پہلے [illegible] تخلص رمز کیا اس کے بعد حاتم ۔ ان کا دیوان بہت ضخیم تھا جس میں تمام اصناف شاعری شامل تھیں ۔ آخر میں اسے تمام دیوان [illegible] انتخاب کر کے اس کا نام دیوان زادہ رکھا ۔ ان کا کلام [illegible] کا آتش خانہ ہے ۔ غزل میں خاص رنگ ہے ۔ [illegible] موجزن ہے بعض اشعار کا ایک ایک لفظ چٹخارا [illegible] نشتر تھی ۔

ان کے اشعار میں اخلاقیات ، پند و [illegible] خصوصیات [illegible] بندی سے مملو ہیں لیکن سب کا ایک رنگ ہے ۔ سودا ان کے شاگردوں میں شاعری کے رتبے [illegible] ہیں ۔ سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰۰ھ میں وفات پائی ۔

شام کو دیتا ہے عزم قتل اور بخشے ہے صبح
کاشکے ایسے دورنگے سے نہ ہوتا آشنا
تم ہو ملتا ہے سب اهل جہاں کا بے ثبات
آشنا چاہیے تو ہو "حاتم" خدا کا آشنا

—

ہر گل اُس باغ کا نظروں میں دہاں ہے گویا
صورت غنچہ جو دیکھو تو زباں ہے گویا
"حاتم" اب اس کے سبھی منہ کی طرف دیکھیں ہیں
شیشہ مجلس میں یہاں پیر مغاں ہے گویا

—

صفا کر دل کے آئینہ کو "حاتم"
کیا چاہیے اگر اُس کا نظارا

—

شانہ نہ کیجو زلف کو زنہار دیکھنا
بہتوں کے دل ہیں اس میں گرفتار دیکھنا
دیکھا تھا دور سے میں اُسے چھپ کے ' ایک روز
نظروں میں پا گیا وہ ستمگار دیکھنا

—

نہ بلبل میں نہ پروانے میں دیکھا
جو سودا اپنے دیوانے میں دیکھا
کسی ہندو مسلماں نے خدا کو
نہ کعبے میں نہ بت خانے میں دیکھا

—

اس تیغ نگہ سے ہے عدو مقابل
پیدا ہوتی ہے جنگ کہ دیکھا

رات کو خواب میں اس زلف کو پیچاں دیکھا
مضطرب حال دل اپنے کا پریشاں دیکھا
شور اس حسن کا یک چند تو ہم سنتے تھے
چشم بد دور اب آنکھوں سے دو چنداں دیکھا
میرے اشکوں نے دیا آج وہ عالم کو بہا
نہ کبھو ہم نے سنا تھا نہ یہ طوفاں دیکھا
کعبہ و دیر میں [illegible] تماشا ہے خدا
کوئی کافر تو کوئی ہم نے مسلماں دیکھا

تو زاہدوں کی طرح بیٹھ گھر میں مت حاتم
نکل کے قید سے سب دیکھ تو خدائی کو

ہمارے حوصلے سے دل کے مطلب کا نکلنا
سو کچھ لذت ہی سو لذت ہی [illegible]
زباں میں معصیت سے توبہ کے [illegible]
کہ ہر [illegible]

قفس میں پھینک کر تو کیوں بھی صیاد [illegible]
خدا حافظ ہے قفس میں [illegible]

ریختے میں ھند کی طوطی کا "حاتم" ھے غلام
فارسی میں خوشہ چیں ھے بلبل تبریز کا

خمارآلودہ ھوں ساقی تنگ ظرفی نہ کر ظالم
میں تیرے ھاتھ سے مشتاق ھوں جام لبالب کا

اے یاد مت اُڑا تو گریباں کی دھجیاں
لے ھے جنوں، حساب یہاں تار تار کا

نہیں معلوم میرے کام کا انجام کیا ھوگا
یہی ھے فکر ھر دن صبح کیا اور شام کیا ھوگا
خبر قاصد کے آنے کی سنے سے جی دھڑکتا ھے
خدا جانے کہ اُس بے مہر کا پیغام کیا ھوگا

"حاتم" دیا ھے شیخ نے اب دل صنم کے ھاتھ
دیوانہ میں تو تھا یہ سیانے نے کیا کیا

دیکھو شعور اس دل خانہ خراب کا
عاشق ھوا ھے کس بت مست شراب کا
"حاتم" تعینات کا گر وھم دور ھو
اٹھ جائے درمیان سے پردہ حجاب کا

ہمارا جان کیا ہم نے کبھی نہ کہا
یہ کیا غضب ہے کہ تم نے نگاہ بھی نہ کیا
میں اپنے دل کو بڑا ابدال سمجھتا تھا
پر ایک نگہ مرا سب سادہ بھی نہ کیا

امتداد اس مرے آزار کا مت پوچھ طبیب
روز میثاق تلک زار ہوں میں کیا کہیے
ہے بجا فخر کروں اپنے کو طالع پر
نقش بدناموں کا سردار ہوں میں کیا کہیے

ہماری سیر کو گلشن سے کونے پر بہت تھا
خبر بلبل سے نکلے اور پھٹک تھا
دیکھو بیمار سلک ہو عبادت کو نہ آیا تھا
ہمیں اپنے جی کے ہونے سے وہ آزار بہت تھا

ہمارا دل کہ شیدا نہ ہوتا
تو ایسا عشق کا چرچا نہ ہوتا
برا ہوتا جو ہوتا عشق معدوم
بھلا ہوتا جو میں پیدا نہ ہوتا
نہ چاند جانا کہ ہم کو آفریں ہے
خدا بیزار نہ ہوتا یا نہ ہوتا

میرے بغل میں رات وہ مست شراب تھا
حسرت کی آگ میں دل دشمن کباب تھا

وقت سحر چمن میں وہ گل بے نقاب تھا
ہر ذرہ اس کی تاب سے جوں آفتاب تھا

ہر حال اپنے حال کے تئیں بوجھ مغتنم
آیندہ ہے خیال جو گذرا سو خواب تھا

نامے کو میرے دیکھ کے خاموش ہو رہا
قاصد کے تئیں جواب نہ دینا جواب تھا

فانی ہوا جو بحر میں، خود بحر ہوگیا
وہم حباب، پردۂ چشم حباب تھا

مجلس میں رات گریۂ مستاں تھا تجھ بغیر
ساغر بھرا شراب کا چشم پر آب تھا

نامہ بر دل کی تسلی کے لئے بھیجوں ہوں
ورنہ احوال مرا قابل مکتوب نہ تھا

طاقت اب طاق ہوئی صبر و شکیبائی کی
کب تلک صبر کرے دل مرا ایوب نہ تھا

کچھ حسن کی ہوتی نہ یہاں قدر نہ قیمت
جو عشق کبھو اس کا خریدار نہ ہوتا

بن اپنے دست پر، شب خواب میں دیکھا کہ اخگر تھا
سحر کو کھل گئی جب آنکھ، میرا ہاتھ دل پر تھا

چلا جاتا تھا "حاتم" آج کچھ واہی تباہی سا
جو دیکھا خانہ میں اس کے ترے شکوے کا دفتر تھا

مستوں میں جو شیخ آ بیٹھا تھا
میخانے میں طرفہ ماجرا تھا
مدت سے خبر نہیں کچھ اس کی
اب دل بھی عجب آشنا تھا

درد ہجراں کو ترے وصل نے درماں بخشا
اللہ الحمد کہ محتاج طبیباں نہ ہوا

یک عمر بعد کل مرے آیا وہ [illegible]
یعنی خدا اس قضا کو سبب [illegible]
آنے کی ماندگی سے اسے نیند آ گئی
تک اٹھا جان سوال میں دیدار ہو گیا
میں تب ادب سے اس کے لگا پاؤں دابنے
سوتے سے تب عجب وہ بیدار ہو گیا
"حاتم" عجب ہے راہ یہ تعلیم عشق میں
بیدار سے ہے خواب لگی نکہتا ہو گیا

ایک نے پوچھی جو اب تک عرض کی گفتار سے
درد میں کشتہ عشق طبیباں ہو گیا

مسجد میں آج وعظ کا ھنگامہ گرم تھا
میرے قدم سے بزم حریفانہ ھو گیا
" حاتم " کا دل تھا شیشے کے مانند بزم میں
ساقی کے فیض دست سے پیمانہ ھو گیا

وصف کہنے میں ترے حسن کے شرمندہ ھوں
اس کے قابل نہ زباں ھے نہ دھاں ھے اپنا

۔۔ے رونے سے ناصح تو جو ناخوش ھے تو کیا باعث
دل اپنا ، دامن اپنا ، دیدۂ اشک رواں اپنا

کیا تھا دن کا وعدہ رات کو آیا تو کیا شکوہ
اسے بھولا نہیں کہتے جو بھولا گھر کو شام آیا
جواں مارا گیا " حاتم " بقول میرزا مظہر
برا تھا یا بھلا تھا الغرض جیسا تھا کام آیا

کہو تو کس طرح آوے وھاں نیند
جہاں خورشید رو ھو آکے ھمخواب
ھمیں بہتر ھے سونا جاگنے سے
بھلاتا ھے ھمارا درد و غم خواب

کہاں جاتا ہے ہمیں چھوڑ کے اے رونق بزم ؟
تیرے اُٹھ جانے سے ہو جائیگا کاشانہ خراب
دل صد چاک مرا راہ یہاں سب پیاہے
کوچۂ زلف میں پھرتا ہے ترے شانہ خراب

ساقی کے تئیں بلاؤ اُٹھاؤ طبیب کو
مستوں کے ہے مرض کی جہاں میں دوا شراب

طالبِ باراں نہیں "حاتم" ہماری کشتِ عشق
اپنی چشموں سے وہاں ہم مینہ برساتے ہیں آپ

شہر میں پھرتا ہے وہ میخوار مست
کیوں نہ ہو ہر کوچہ و بازار مست
میکشو "حاتم" کو متوالا کہو
ایسا ہم دیکھا نہیں ہشیار مست

عشق میں پاس جاں نہیں ہے درست
اس سخن میں گماں نہیں ہے درست

دے کے دل اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ
ہم نے سودا کیا ہے دست بدست

آج اس بن هوں بے قرار عبث　　هاتهہ سے دوں هوں اختیار عبث

تعویذ کرکے تجهہ کو، گلے سے لگا رکهوں
دل چاهتا هے اس کا بتا دلربا علاج

کوئي بتلاتا نهیں عالم میں اس کے گهر کي راہ
مارتا پهرتا هوں اپنے سر کو دیواروں سے آج

ایک دن هاتهہ لگایا تها ترے دامن کو
اب تلک سر هے خجالت سے گریبان کے بیچ

نقد دل کهویا هے هم نے جان کر اس راہ میں
في الحقیقت عاشقوں کو سود هے نقصان کے بیچ

غنچے کهیں هیں، سر کو جهکا کر چمن کے بیچ
یعني نهیں هے جائے سخن اس دهن کے بیچ
اِس دُهن پہ هم کیا هے گریباں کو تار تار
شاید لگے کوئي بهی ترے پیرهن کے بیچ

دل تو کوچے کی هوا سے تری ایسا پهولا
کہ سماتا هي نهیں ارض و سماوات کے بیچ

باغباں مجھ سے مقابل نہ ہو گلچینی میں
جائے گل لخت جگر ہیں مرے داماں کے بیچ

— —

یار نکلا ہے آفتاب کی طرح
کون سب اب بھی ہے خواب کی طرح

— —

ہر قدم عمر چلی جاتی ہے ایسی "حاتم"
جیسے جاتی ہے اڑی ریگ بیاباں برباد

— —

اسی کو خلق کہے ہے جہاں میں طالع مند
کرے جو دست گدا کی طرف کو دست بلند
ہوا جو رزق مقدر سو ہو نہ بیش نہ کم
تلاش و فکر و تردد کیا کرو ہو چند

— —

عمر گذری کہ ہے کھلی "حاتم"
چشم دل انتظار کی خاطر

———

عطر کو مل کے نہ آؤ ہم پاس — ذبح کرتی ہے یہ بو بندہ نواز
واجب القتل تمہارا میں ہوں — اور کا ناؤں نہ لو بندہ نواز
دل سے "حاتم" بخدا بندہ ہے — دور خدمت سے ہے گو بندہ نواز

———

بندے کو شاد کرو ، بندہ نواز ورنہ آزاد کرو ، بندہ نواز

مسجد میں سر پٹکتا ہے تو جس کے واسطے
سو تو یہاں ہے دیکھ ادھر آ خدا شناس
پکڑا نہ جائے ان کے گناہوں میں تو کہیں
سائے سے میکشوں کے پرے جا خدا شناس
" حاتم " پھروں ہوں ڈھونڈھتا عالم میں کوبکو
آوے کہیں کوئي بھي نظر ناخدا شناس

گیا ہے جب سے نکل کر تو میرے ہاتھوں سے
ملوں ہوں تب سے میں حسرت زدہ ، کف افسوس

پھڑکوں تو سر پھٹے ہے ، نہ پھڑکوں تو جي گھٹے
تنگ اس قدر دیا مجھے صیاد نے قفس
" حاتم " جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ
اللہ بس ہے اور یہ باقي ہے سب ہوس

عمر میں باقی نہیں اور ہجر کو پایاں نہیں
" حاتم " اتنی زیست پر عاشق ہوا ہوتا نہ کاش

" حاتم " اس بے وفا کا نام نہ لے ایسے نا آشنا سے کیا اخلاص

عاشقي کے فن میں هیں اُستاد هم
لے گئے فرهاد و مجنوں هم سے فیض

پایا نہ هم نے آکے کہیں زندگی کا حظ
گویا کہ اِس جہاں میں نہیں زندگی کا حظ

عالم هے کامیاب ترے باب فیض سے
ایسا کیا هے حق نے تیرا آستاں وسیع

جب وہ دیکھے هے میری جاں کي طرف
دیکھتا هوں میں آسماں کي طرف
بلبلو! چہچہے مبارک هوں
وہ گل آتا هے گلستاں کی طرف

دشتِ وحشت میں مرا دست جنوں اور خارِ عشق
یہ هے داماں کا حریف اور وہ گریباں کا حریف
دیکھتے هي رنگ تیرا اُڑ گیا هے گل کا رنگ
کیوں هوا تو اس قدر ظالم گلستاں کا حریف

حرم کو چھوڑ کے اس دم طواف دل کا کروں
جس آن آ کے مرے دل میں جا کرے معشوق

اسے زنجیر کی حاجت نہیں ہے   ہے پابند جنوں دیوانۂ عشق

قیامت پر قیامت ہوئےگی روز جزا ظالم
اٹھیں گے داد تجھ سے مانگتے جب صف بہ صف عاشق

جانے نہ دونگا ہاتھ سے اُس کو کسی طرح
مقدور میرا ہوئے گا "حاتم" جہاں تلک

کر چکے شرط بندگی ، ہم سے ہوئی جہاں تلک
دل تو کباب ہو گیا حق نمک کہاں تلک

سالہا گذرے پر اب تک سر پٹکتے ہیں پڑے
تیرے ماروں کو نہیں آرام یکدم زیر خاک

کیونکر ہو میکشوں کے تئیں اِس ہوا میں صبر
کیا ابر ہے ، نظر تو کرو آسماں کا رنگ
"حاتم" کسو میں گرمئی صحبت نہیں رہی
دل دیکھ دیکھ سرد ہوا ہے جہاں کا رنگ

اے حسن کے گلزار و بہارِ چمنِ دل
گلشن ترے آنے سے ہوا انجمنِ دل

آئے تھے ہم اِس باغ میں مانند غنچہ، سر بہ جیب
اور چلے جاتے ہیں اب جوں گُل گریباں خاک ہم
رحم تیرا ظلم ہے، حق میں ہمارے اے اجل
دیر کیا کرتی ہے کیا جی کر کرینگے خاک ہم

جب آپ سے ہی نکل گئے ہم | پھر کس سے کہیں کدھر گئے ہم؟
کیا کعبہ و دیر و کیا خرابات | تو ہی تھا غرض جدھر گئے ہم
آئے تھے مثال شعلہ سر گرم | جاتے ہوئے جوں شرر گئے ہم
کچھ اپنے تئیں کیا نہ معلوم | کیا آپ سے بے خبر گئے ہم
اس درجہ ہوئے خراب الفت | جس سے اپنے اُتر گئے ہم
فیض اس لب عیسوی کا "حاتم" | بالعکس ہوا کہ مر گئے ہم

کس جگہہ لے جائیں تیری ظلم کی فریاد ہم
تجھ سے ہی تیرے ستم کی چاہتے ہیں داد ہم
بحر و بر میں ہے، ہماری شہرت دیوانگی
عاشقی کے کام میں مجنوں کے ہیں استاد ہم
سوکھ کر کانٹا ہوئے پنجرے میں، تب چھوڑے ہے تو
کہہ! کہاں لے جائیں اب یہ مشت پر صیاد ہم
دیکھ لے سارے گنہگاروں میں جی دینے کو آج
سر سے حاضر ہیں تری خدمت میں اے جلاد ہم

لبریز جب سے عشق کے ساغر، پئے ہیں ہم
کرتے نہ تھے جو کام، وہی سب کئے ہیں ہم

فانوس تن کے بیچ ہیں روشن، مثال شمع
جو داغ دل پہ عشق میں تیرے دئے ہیں ہم
شمشیر عشق کے جو تھے "حاتم" کے دل میں داغ
سوزن پلک کی تار نگہہ سے سئے ہیں ہم

اس ابر اس ہوا میں، یوں آوتاہے دل پر
پی پی شراب، ہوویں بے اختیار ہم تم
"حاتم" کا اس گھڑی سے دشمن ہوا ہے حاکم
جس روز سے ہوئے ہیں اے یار! یار ہم تم

اُڑے ہے تو جو ایسی آسماں پر، ہر سحر شبنم
تجھے خورشید کے دیکھے سے، کیا لگتے ہیں پر؟ شبنم!

خدا بغیر نہیں، دل‌کو اب توقع غیر
کسو سے کام نہیں مجھ‌کو، کام سے کیا کام
مثال گنگ ہوں خاموش، مجھ سے مت بولو
جو بے زبان ہو اس کو کلام سے کیا کام

کسو کو قید کرے ہے کسو کو باندھے ہے
اُسے ہے اپنے عمل بیچ بندوبست سے کام

مدت ہوئی ، پلک سے پلک آشنا ہوئے
کیا اس سے اب زیادہ کرے انتظار چشم
ظالم خدا کے واسطے "حاتم" کو منہ دکھا
مدت سے دیکھنے کی ہیں امیدوار چشم

قطعہ

ایک دن "حاتم" میں جاتا تھا بیاباں کی طرف
ناگہاں اک گور اوپر جا پڑا میرا قدم
خاک سے اُس شخص کی آواز آئی کان میں
یعنی وہ یہ بیت پڑھتا تھا ، بصد سوز و الم
"از فریب باغباں غافل مشو اے عندلیب
پیش ازیں من ہم دریں باغ ، آشیانے داشتم"

اس درجہ دلبروں سے گئی رسم دلبری
دل ہاتھ پر لئے ہوں ، کوئی دلستاں نہیں

میں کس امید پر "حاتم" نہ ڈوں گھر کو یہاں
جہاں میں عمر بقیاد پائدار نہیں

ایک ہم ہیں کہ ترے ظلم ، جفا سے خوش ہیں
ورنہ تجھ سے کوئی بیزار کہاں ہے ، کہ نہیں

چلو شراب پئیں بیٹھ کر کنارے آج
که هووے رشک سے ماهی کباب ' دریا میں

جدا هوتا نهیں یک آن ' صدقے اُس کی الفت کے
نه دیکھا درد سا هم نے کوئی غمخوار دنیا میں

قطعه

ایک دن گذرا میں گورستان میں
دیکھکر مردوں کو آیا دھیان میں
یه وهي سب هیں که جن که واسطے
حق نے سب پیدا کیا اک آن میں
کس طرح یه جامۂ زیبان جهاں
یوں پڑے هیں خاک کے دامان میں
کون اس میں نیک هے اور کون بد
کون خوش هے کون هے زندان میں
تها اسي غم‌میں که ناگه پیر غیب
کهه گیا آهسته میرے کان میں
رحمت حق سے نهیں کوئي ناامید
دیکھه لے "لاتقنطو" قرآن میں
سنتے هی دل‌کو تسلی هوگئی
پهر کے آئی جان میري جان ' میں

بسکہ میں تشنۂ شہادت ہوں   دل کو اپنے شہید کرتا ہوں

میکدے میں صاحب جام و شراب و شیشہ ہوں
محتسب! دونوں جہاں کے غم سے بے اندیشہ ہوں

تجھ تو اپنی عبادت پر ہے نظر لیکن
میں اس کے فضل کے اوپر نگاہ کرتا ہوں

افسوس کہ آپ مجھ کو اب تک   معلوم نہیں کیا کہ کیا ہوں

جنوں جب سے ہوا ہے آشنا اے ناصح مشفق
خرد بیسانھ اک مدت ہوئی دست و گریباں ہوں

قیامت تک جدا ہووے نہ یارب   جنوں کے دست سے میرا گریباں

منھ سے تک دو کر نتاب کے تئیں
لے غلامی میں آفتاب کے تئیں

گالیوں میں عجیب پرزور ہے   میرے بد و عم بدزباں کی زباں

آرزو ہے، مجھے صیاد اگر دے رخصت
ایک پرواز کروں تاسر دیوار چمن
عندلیبو! تمہیں گلگشت مبارک ہو وے
ہم سے اب دشت نوردوں کو کہاں بار چمن

ہاتھ سے، دشت جنوں! میں ترے، عاجز آیا
خار پانوں سے نکالوں میں کہ خار دامن
کس طرح چاک کروں آہ، کہ ہے پاس ادب
ہے گریباں میں نشانی تری، تار دامن

چڑھایا آسماں پر ہم کو، آخر خاکساری نے
بگولے کی طرح گو خانماں برباد رکھتے ہیں

بجز صبح قیامت، رات اُس زلفوں کے عاشق پر
نہیں کوتاہ ہونے کی، درازی اِس کو کہتے ہیں
اٹھاکر خاک سے "حاتم" چڑھایا آسماں اُوپر
مرے اللہ کی، بندہ نوازی اس کو کہتے ہیں

لطف اس کا، ستم سمجتے ہیں
ایسی باتوں کو، ہم سمجھتے
جس کو ہستی کہے ہیں اہل جہاں
ہم تو اُس کو عدم سمجھتے ہیں

میں پیمایش کیا مارکوں صفت یکسر بیاباں کو
نہ پہنچا دامنِ صحرا مرے چاکِ گریباں کو

تم کہ بیٹھے ہوئے اک آفت ہو
اُٹھ کھڑے ہو تو، کیا قیامت ہو؟

"حاتم" اب کس کی مجھ کو پروا ہے
کوئی میرا خدا نہیں تو نہ ہو

کیا کہیں اس کی کمر کی کتنی دور
تھک گئے ہم تو راہ سے پوچھو
حسن سے کیوں نہ عشق کا دعوے
حق ہے شاہد گواہ سے پوچھو

فدوی ہے، جاں فشاں، ہے غلامِ قدیم ہے
"حاتم" کی بندگی کو فراموش مت کرو

اُس کے ہاتھوں سے نہ جیتا ہوں، نہ میں مرتا ہوں
کس مصیبت میں گرفتار ہوں اللہ اللہ

مے وحدت کا طلبگار ہوں سبحان اللہ
کس خرابات کا میخوار ہوں سبحان اللہ

آنکھوں کو چھوڑ تیری نظر کس طرف کروں
رھتي ھے میکشوں کي سدا جام پر نگاہ

تـرا دھـن ھے گویا انگشتري کا حلقہ
اور ھونٹھ رنگ پاں سے، ھے لعل کا نگینہ

تو سیر کرے ھے جس چمن کي
ھر گل میں صبا! اُسی کي بو ھے

کاملوں کا یہ سخن مدت سے مجھہ کو یاد ھے
یعنی بے معشوق جینا زندگی برباد ھے

تنہا نہیں چلا ھوں میں "حاتم" بتاں کے شہر
ھمراہ اس سفر میں مرے، آہ و نالہ ھے

خواب میں تھے جب تلک، تہا دل میں دنیا کا خیال
کہل گئیں آنکھیں تو دیکھا ھم نے سب افسانہ
معتکف ھو، شیخ اپنے دل میں مسجد سے نکل
صاحب دل کے بغل میں دل، عبادت خانہ

مدت ھوئي کہ مر کر میں خاک ھو گیا ھوں
جینے کا بد گماں کو اب تک مرے گماں ھے

آپ ہی میں دیکھ "حاتم" وحدت کے بیچ کثرت
تو ایک جا ہے اور دل کہاں کہاں ہے

بزم میں کس کے تئیں فرصت مے‌نوشی ہے
نگہِ مست تری، داروئے بےہوشی ہے

بےخود اس دور میں ہیں سب، "حاتم"
ان دنوں کیا شراب سستی ہے؟

جس کو تیرا خیال ہوتا ہے   اس کو جینا محال ہوتا ہے

خاکساروں کا دل، خزینہ ہے
اس زمیں میں بھی کچھ دفینہ ہے
اس کے وعدے سبھی ہیں سچ "حاتم"
دن برس ہے، تئیں مہینہ ہے

بخشی ہے مجھے بےپری نے اسیری
پہونچ شتابی، سے صیاد کہاں ہے!
کس کو ہے توقع کہ ہو آزاد قفس سے
احوال اسیروں کا، اسے یاد کہاں ہے
"حاتم" میں جسے دیکھوں ہوں بندہ ہے خدا کا
کہنے کو ہے آزاد، پر آزاد کہاں ہے

ھماري عقل بےتدبیر پر ' تدبیر ھنستی ھے
اگر تدبیر ھم کرتے ھیں تو تقدیر ھنستي ھے

اسیروں کا نہیں غل یہ ' جو تم سنتے ھو زنداں میں
مرے دیوانہ پن کو دیکھ کر ' زنجیر ھنستی ھے

مریض عشق ھوں ' مطلب نہیں مسیحا سے
تو منھ دکھا کہ مرے درد کی دوا تو ھے

دل سے بوئے کباب آوے ھے   کون مست شراب آوے ھے

اے صبا کس طرف کو گذري تھی   تجھ سے بوئے نگار آوے
تک ادھر بھي گذر کہ اس بو ' سے   میرے دل کو قرار آوے
اِس قدر بس ' کہ روز ملنے سے   خاطروں میں غبار آوے

عشق کے شہر کی کچھ آب و ھوا اورھي ھے
اُس کے صحرا میں جو دیکھا تو فضا اور ھي ھے

تو ' ھم سے جس طرح مل جانتا ھے
زباں سے کیا کہیں ؟ دل جانتا ھے

مرے کیونکر نہ تیرے غم میں ' عاشق
یہی جینے کا حاصل جانتا ھے

تک کھول زلف اپنی ، زنجیر ہے تو یہ ہے
دیوانہ پن کی میرے تدبیر ہے تو یہ ہے
میں راستی کہوں ہوں تم بخشو یا نہ بخشو
دل چاہتا ہے تمکو ، تقصیر ہے تو یہ ہے
کس کام کی ہمارے یہ کیمیائے ہستی
محتاج یک نظر ہوں ، اکسیر ہے تو یہ ہے

ہر قدم پر ہمیں ہے سیر بہشت   اُس کا ہر نقش پا ، گلستاں ہے

نکلے ہے جس کے "حاتم" شہروں میں عید آوے
سارے برس میں مجھ کو ، ایک ماہ ، بس ہے

سر پٹکتے ہیں پڑے ، کنج قفس میں مجھ سے سو
ایک میری بے پروائی سے کیا پروا مجھے

مزا لینے کے جلنے کی طرح سے شمع واقف ہے
جلے تو ہے ، پر اِس لذت کے تئیں پروانہ کیا جانے

رو رو ہوا ہوں خشک یہاں تک ، کہ دیکھ لو
آنسو بھی اب نہیں نہ مری چشم ، تر کرے
دعوی کیا ہے شیخ نے "حاتم" سے عشق میں
دونوں میں دیکھئے یہ مہم ، کون سر کرے

جو اپنے کام کو سونپے خدا کو تو " حاتم "
تو سب سے خوب ترا کام ' کارساز کرے

دل مرا لے کے پھر مکرتے ہو تم تو ایسے نہیں ' خدا نہ کرے

گردن اپر مرے سر پرشور ' بوجھ ہے
ابرو کو تک دکھا کے ' سبک بار کیجئے

ابھی مسند نشین طارم افلاک ہو جاوے
جو سب کچھ چھوڑ دل ' تیرے قدم کی خاک ہو جاوے
چمن میں خون سے بلبل کے گل آسودہ داماں ہے
اگر شبنم اُسے دھووے تو شاید پاک ہو جاوے

جہاں کے باغ میں کرتا ہے سیر اس واسطے '' حاتم ''
کبھو شاید محبت کی ' کسو بھی گل سے بو آوے

دل کی دعاؤں سے ہے مری اُس کو سب خبر
درکار نامہ‌بر نہیں پیغام کے لئے

کبھو دیکھی نہ اُس سے " حاتم " نے
دلبری ' دل دھی و دل جوئی

جانتے تھے ، اپنے ہیں ہوش و حواس
یک نگہ میں سب تمہارے ہو گئے

جب ہوئے " حاتم " ہم اُس سے آشنا
دوست بھی دشمن ہمارے ہو گئے

تمہارے عشق میں ہم ننگ و نام بھول گئے
جہاں کے کام تھے جتنے ، تمام بھول گئے

معلوم ہے کسو کو کہ وہ آج شعلہ خو
مجھ کو لگا کے آگ لگانے کدھر گئے

کیا مدرسہ میں دھر کے ، الٹی ہوا بہی
واعظ نہی کو امر کہے ، امر کو نہی [۱]

امانی

خواجہ امامی نام ، شاہجہاں آباد کے رہنے والے تھے - مرثیہ خوانی اپنا پیشہ بنا لیا تھا -

کلام میں ذہانت اور شوخی ہے ، سلاست اور زبان کا لطف نہیں ، مضمون آفرینی بھی کم ہے - سنہ ۱۸۰ا ھ میں مرشدآباد جاتے ہوئے انتقال کیا -

اُس کے کوچے ستی ، غبار اُٹھا کون سا ، واں سے خاکسار اُٹھا
عندلیبو! بساؤ اب صحرا باغ سے موسم بہار اُٹھا

---

[۱] انتخاب حسرت - خمخانۂ جاوید - تذکرۂ مصحفی -

ہچکیاں سے گلا بیاں روئیں بزم سے جب وہ مے گسار اُٹھا
عزم رخصت ہوا جب ہی اس کا میرے دل سے وهیں قرار اُٹھا

وائے اپنی اس بصارت پر ، کہ هر ذرے میں آہ
جلوہ‌گر هے آفتاب ، اور تاب بینائی نہیں

کون سا دن هے کہ مجھ کو یاد تو آتا نہیں
کون سا دم هے ، کہ آنکھوں بیچ پھر جاتا نہیں
عشق میں کس کے "امانی" مبتلا هے ، جس بغیر
تجھ کو نظارہ گُلوں کا ان دنوں بھاتا نہیں

چمن سب لہلہاتے هیں پڑے ، بادل برستے هیں
شتاب آ ساقیا ! هم بادہ نوشی کو ترستے هیں
زمانہ جائے عبرت هے ، چمن کا حال چل دیکھو
تجمل جن گُلوں کا کل تھا سو وے آج جھڑتے هیں
مساوی جانیو خوش طالعی و بدنصیبی کو
"امانی" ! منعم و مفلوک سب کے دن گذرتے هیں

"امانی" تو هوا تیغ تغافل هی ستی بسمل
بھلا بتلائیے کس پر کمر اب آپ کستے هیں

هم ترا نزع تلک ، جور سہے جاتے هیں
یاد آویں گے بہت اتنا کہے جاتے هیں

وائے واماندگی اپنی، یہ آنکھیں آئے
کارواں رہ میں ہے، ہم پیچھے رہے جاتے ہیں

——

اثر ہو سنگ میں کیا، کیونکہ اس کو رام کریں
بتوں کے دل ہوں تو یا رب یہ آنکھیں کہ دیں

——

دیکھ تو، کیا ہے وہ بت، سنگ دلی پر نازاں
تجھ میں اے نالۂ جانکاہ! اثر ہے کہ نہیں

——

یارو گر دار پہ منصور نہیں دیکھا ہے
نوک مژگاں پہ مرے لخت جگر کو دیکھو

——

صف مژگانِ آہوچشم کا ہوں کشتہ، اے یاراں
سرِ تربت پہ چن دیجو مری، خار بیاباں کو
زباں پر راز عاشق کا نہ آنا سر کٹا دینا
سر شتہ کس سے ہاتھ آیا ہے یہ شمع شبستاں کو

——

میں نے پہلو سے گم کیا تجھ کو
آہ دل! کس نے لے لیا تجھ کو
اشک! آوارگی سے تو نہ تھما
میں نے آنکھوں میں بھر دیا تجھ کو

——

اللہ رے صنم! یہ تری خود نمائیاں
اس حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے

دم بدم اس کی خلش سے اب مجھے آزار ہے
دوستاں یہ دل نہیں ، پہلو میں میرے خار ہے

چاہ میں کس کی ، دل ڈبو بیٹھے
آہ ! ہم کیسے دل کو ارو بیٹھے
کیوں "امانی" گیا نہ آخر دل
کف افسوس اب ملو بیٹھے

ہم سا جو ناتواں عقب کارواں رہے
جوں نقش پا وہیں کے ہوئے پھر جہاں رہے

صدمے جو پڑے ہیں دل پہ غم کے
آنسو نہیں تھمتے چشم نم کے
خوش خواب میں ہیں مگر ، جو اب تک
جاگے نہیں خفتگاں عدم کے
ہے صبح کو عزم رفتن یار
تک نکلیو آفتاب تھم کے

آنکھیں نہیں مندتی ہیں ' عجب جی یہ تعب ہے
یارب دل حیراں کو مرے کس کی طلب ہے

دم لینے نہیں دیتے ہیں ' پیہم کے یہ نالے
کیا جانئے کیا دل کو مرے درد کدھب ہے
ہجراں کے شب و روز کا مت پوچھو گذرنا
دن کٹ گیا یوں توں کے ' تو پھر رات غضب ہے
مدت سے سروکار غم ہجر ستی ہے
کچھہ عیش سے تو کام نہ آگے تھا نہ اب ہے

فغاں

اشرف علی خاں نام ' احمد شاہ (بادشاہ) کے کوکا تھے ' شعر و شاعری کی مہارت کے ساتھہ لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی میں بھی طاق تھے اسی وجہ سے احمد شاہ نے اُن کو ظریف الملک کا خطاب دیا تھا - دہلی میں سکونت تھی ' درانیوں کے حملے سے پریشان ہو کر مرشدآباد اپنے چچا کے پاس چلے گئے ' وہاں سے فیض‌آباد آکر نواب شجاع‌الدولہ کے خاص مصاحب ہو گئے پیسے سے ہاتھہ جلنے کی وجہ سے نواب سے خفا ہو کر عظیم‌آباد راجہ شتاب رائے کے دربار میں آ گئے ' باقی عمر عزت سے یہیں بسر کر دی -

اُن کی شاعری ' قدرت کا آئینہ اور کہنہ مشقی کا ثبوت ہے ' زبان اتنی صاف ہے کہ دور موجودہ میں بھی اکثر شعرا کے بس سے باہر ہے -

چھوٹے چھوٹے الفاظ کے کوزے میں معانی کا دریا بھر دیتے ہیں - لطف محاورہ میں بے ساختگی ' بندش کی چستی یعنی غزل کے تمام لوازم موجود ہیں اور بہتر صورت میں موجود ہیں -

علی قلی ندیم کے شاگرد تھے [۱] ' سنہ ۱۱۸۶ ھ میں وفات پائی -

صنم بتا تو خدائی میں تجھ کو کیا نہ ہوا
ہزار شکر کہ تو بت ہوا خدا نہ ہوا

زخم دل تو سیا نہیں جاتا   بن سیئے بھی رہا نہیں جاتا
اے " فغاں " دیکھنا سمجھہ لینا   دے کے دل ' پھر لیا نہیں جاتا

ایسی نگاہ کی ' کہ مرا جی نکل گیا
جھگڑا مٹا ' عذاب سے چھوٹے خلل گیا

عالم کو جلاتی ہے تری گرمئی بازار
مرتے ہم ' اگر سایۂ دیوار نہ ہوتا

جب گلشن بہار کو رنگ خزاں نہ تھا
مشفق ہمارے حال پہ تو مہرباں نہ تھا

---

[۱] تذکرۂ مصحفی -

دل بستگی قفس سے یہاں تک ہوی مجھے
گویا کبھی چمن میں مرا آشیاں نہ تھا

د کو فداے خنجر بیداد کرچکا
پہونچا میں اپنی داد کو فریاد کرچکا

ابھی مٹا نہیں دعوی ستم رسیدوں کا
کفن ہوا نہیں میلا ترے شہیدوں کا

کہا تو شب فراق میں جیتا رہا "فغاں"
یاں تک گماں نہ تھا ترے صبر و قرار کا

بے سبب شمع کب جلے ہے "فغاں"
لطف سوز و گداز میں پایا

مت قصد کر صبا تو دل داغ دار کا
ظالم! یہ ہے چراغ کسی کے مزار کا

ساقی نہ میں، یاں آپ سے کچھ چشم تر آیا
دل، دیکھتے ہی ابر کو بے ساختہ بھر آیا

آوارہ پریشان و شکستہ دل و بد نام
سنتے تھے "فغاں" جس کو سو آج ھی نظر آیا

اس قدر طاقت نہیں ' جو بال و پر بھي وا کروں
کس گرفتاري میں آیا ھوں الٰھی کیا کروں ؟

نہ اے قاصد ' میں رو رو یار کي فریاد کرتا ھوں
ترے دیکھے سے ' میں اپنے لکھے کو یاد کرتا ھوں

میري طرف سے خاطر صیاد جمع ھے
کیا اُڑ سکے گا طائر بے بال و پر کہیں ؟

کاش ! آ جاوے قیامت اور کھے دیوانِ حشر
وہ "فغاں" جو ھے گریباں چاک فریادي کہاں

صیاد ! راہ باغ فراموش ھوگئی
کُنج قفس سے ' ہمت مجھے آزاد کیجیو

تقویت ھے داغ سے میرے دل بیمار کو
اے فلاطوں ! کہہ تو ' کیا کہتے ھیں اس آزار کو ؟
چھوڑ کر مجھ کو کہاں جاتا ھے ' اے خانہ خراب
سونپتا ھے کیا مرے سر سے درو دیوار کو

نوالا خط، همیں پیغام کیا هو؟ اب اس آغاز کا، انجام کیا هو
نه اُلفت، نے محبت، نے مروت تیري خاطر کوئي بدنام کیا هو

مجھ مبتلا کي چشم، کہاں تک پرآب هو
اے دل! خدا کرے ترا خانه خراب هو

اس کے وصال و هجر میں یوں هي گزر گئي
دیکھا تو هنس دیا جو نه دیکھا تو رو دیا
کیا پوچھتے هو حال "فغاں" کا مدا نہیں
خانه خراب عشق نے دنیا سے کھو دیا

هستي کے خرابے نظر آتے جو عدم میں
هرگز کوئي اس خواب سے بیدار نه هوتا

ممکن نہیں که غیر نه هو وے رکاب میں
تجھ کو خدا نه لاوے همارے مزار پر

یه امتحاں نه کر، اے میرے مہربان عزیز!
جہاں میں کوئی بھي تجھ سے رکھے گا جان عزیز

پانوں چلتے هوئے دیکھے، تو بیاباں کي طرف
هاتھ اُٹھتے نظر آئے تو گریباں کي طرف

کہتا ہے یہ ، بہشت میں مستوں کی جا نہیں
زاہد کا کیا خدا ہے ہمارا خدا نہیں ؟

خط بھیجیو چھپا کے ، ملے وہ اگر کہیں
لینا نہ میرے نام کو ، اے نامہ بر کہیں

نے زندگی میں وصل میسر ، نہ بعدِ مرگ
عاجز ہوا ہوں اے دل ناشاد ، کیا کروں ؟

ملے ہے غیر سے ، ہرگز اسے حجاب نہیں
کہوں تو کہہ نہیں سکتا ، رہوں تو تاب نہیں
خراب دیکھ ، کہے گا مری خرابی کو
ہزار حیف ! کہ وہ خانماں خراب نہیں

عاجز ہوں ترے ہاتھ سے ، کیا کام کروں میں ؟
کر چاک گریباں تجھے بدنام کروں میں

مت کوئی روشن کرو ، مجنوں کی تربت پر چراغ
روح جل جائے گی ، دیوانے کی پروانے کے ساتھ

بک گیا اب تو یہ دل کافر خوں‌خوار کے ہاتھ
بندہ گئے رشتۂ الفت سے ، گنہگار کے ہاتھ

صنم کھلنے سے کیا خوش ہے وہ کافر
خدائی کا تصور، بندھ رہا ہے
"فغاں" کو وصل میں آرام کیا ہو
جدائی کا تصور، بندھ رہا ہے

عبث! تو تڑپے ہے، کُنجِ قفس میں مرغِ چمن
اسی تڑپ سے تو یہ بال و پر گئے اپنے

شبِ فراق، نہ تنہا مجھے رُلاتی ہے
یہ صبحِ وصل بھی، آنسو سے منہ دھلاتی ہے

اگر میری زباں پر، بارِ دیگر انتظار آوے
ابھی رونے پہ ظالم دل، مرا بے اختیار آوے

دل، زلف میں اُلجھا مجھے آرام یہی ہے
میں صید بلاکش ہوں، مرا دام یہی ہے

تار کی طرح نہیں زلف بتاں سے ٹوٹتے
یا الٰہی! دلِ بیمار بلا سے چھوٹے

ضعیف ہے دل بیمار، اس قرینے سے
اٹک کے آہ نکلتي ہے میرے سینے سے

عشاق تیرے، گرمی بازار کر گئے
اس جنس کو گراں، یہ خریدار، کر گئے

اُٹھ چکا دل مرا، زمانے سے   اُڑ گیا مرغ، آشیانے سے
ہم نے پایا، تو یہ ستم پایا   اس خدائی کے کارخانے سے

غیر از دوئي کے، مانع دیدار کون ہے
وہ یار ہوگیا تو پھر اغیار کون ہے؟
بیم غضب، رکھے ہے ہمیں مغفرت سے دور
گر وہ کریم ہے تو گنہگار کون ہے

مجھ سے جو پوچھئے، تو بھر حال شکر ہے
یوں بھی گزر گئي، مري ووں بھی گزر گئي

صنم نامہرباں ہے اس قدر، اے میرے رب! کیا ہے؟
مري تقصیر کچھ ثابت نہیں، وجھ غضب کیا ہے؟

بھر لیجئو! دامن میں "فغاں" لخت جگر کو
ہم خانہ بدوشوں کا، سر انجام یہی ہے

تیرے ہی دل سے پوچھئے، اس غم کو ہاں "فغاں"
الفت، بڑی بلا ہے، کسی کو خدا نہ دے

یہ دل، ترے وصال کا مذکور کیا کرے؟
مقدور جب نہووے، تو مجبور کیا کرے؟

ترے فراق میں، کیوں کر یہ دردناک جئے
مرے تو مر نہیں سکتے، جئے تو خاک جئے

اثر کرتی نہیں، اس بت کے دل میں آہ، کیا کیجے
عجب حالت ہے میری، اے مرے اللہ، کیا کیجے

مجھ دل ناشاد کو، ہر وقت غم سے کام ہے
کیا خوشی یارو زمانے میں اسی کا نام ہے:

کٹ گئی ساری عمر، غفلت میں
کچھ تری بندگی ادا نہ ہوئی

عکس میرا ، شب ھجراں میں تماشائي ھے
ایک میں آپ ھوں اور گوشۂ تنھائی ھے

میں تو وہ ھوں ، کہ مرے لاکھہ خریدار ھیں اب
لیکن اس دل سے میں ڈرتا ھوں کہ سودائی ھے

نالاں نہ ھو تو ، یار کے شکوے سے باز آ
سن پائے گا " فغاں" کوئی فریاد رس ابھی

قاصد ، جو نا امید پھرا کوئے یار سے
خفت مجھے ھوئي ، دل امیدوار سے

دل میں اس شوخ کے ھو پاس وفا ، سو معلوم
کھنے سننے کے لئے ، بات بنا رکھا ھے

مظھر

شمس‌الدین نام ، جانجاں لقب تھا - ان کے والد مرزا جان عالمگیر کے منصب‌دار تھے ، نسب ، ماں کی طرف سے محمد بن حنفیہ تک پھونچتا ھے ، باپ کي طرف سے تیموري خاندان سے تعلق تھا -

جب یہ پیدا ھوے تو عالمگیر نے " جانجاں " کا خطاب دیا اور کھا کہ " پسر جان پدر می باشد " ۱۸ برس کے ھوے تو ان کے والد نے انتقال کیا ، تقدیر یاور تھی شیخ محمد افضل

سیالکوٹی شیخ المحدثین سے حدیث کی تکمیل کی - تیس برس تک مشائخ نقشبندیہ سے فیوض حاصل کئے -

مرزا صاحب نہایت خوش تقدیر اور صاحب فضل و کمال تھے ، مستغنی ایسے تھے کہ کسی میر نے سامنے نہ کبھی حاجت لے گئے اور نہ کسی کو خاطر میں لائے -

چونکہ فارسی تغزل میں خاص پایہ رکھتے تھے اور دل میں تصوف نے گداز پیدا کردیا تھا ، عشق حقیقی کی کھٹک دل میں تھی اس لئے اُردو کی غزلیں شراب کیف کے پیمانے ہیں ، معانی کا جوش ، الفاظ کی بندش سے بادھ ہوا جاتا ہے -

مرزا صاحب نے اُردو تغزل کے آب حیات میں سب سے پہلے تصوف کی شیرینی ملائی ہے - ان کی زبان بھی سلیس ہے ، بندش کی چستی ، لطف دوبالا کرتی ہے -

انعام اللہ خاں یقین ، - میر محمد باقر حزیں - خواجہ احسن اللہ بیان - بساون لعل بیدار - ہیبت قلی خاں حسرت - محمد فقیہ درد مند - مشہور تلامذہ تھے - صاحب گل رعنا نے ان کے شاگردوں میں '' یکرنگ '' کا نام بھی لیا ہے -

ان کے علاوہ بھی ، بعض شاگردوں کا نام لیا جاتا ہے - بقول بعض تذکرہ نویس ، ان کی تصانیف کے سلسلے میں '' خریطۂ جواہر '' شعرائے فارسی کے کلام کا انتخاب ، فارسی کا ملتخب دیوان ہے -

شاہ شاھد علی صاحب سبز پوش ، متخلص فانی رئیس گورکھپور کا بیان ہے کہ مرزا صاحب کا مکمل دیوان اردو قلمی ، کتب خانہ

خانقاہ جونپور میں موجود ہے ، اس کے علاوہ اور کوئی نشان نہیں ملتا -

۱۱ رمضان سنہ ۱۱۱۱ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰ محرم سنہ ۱۱۹۵ھ میں شہید ہوئے -

---

چلے اب گل کے ہاتھوں سے لٹا کر کارواں اپنا
نہ چھوڑا ہائے بلبل نے چمن میں کچھ نشاں اپنا

یہ حسرت رہ گئی ، کس کس مزے سے زندگی کرتے
اگر ہوتا چمن اپنا ، گل اپنا ، باغباں اپنا

الم سے یاں تلک روئیں ، کہ آخر ہو گئیں رسوا
ڈبویا ہائے آنکھوں نے مژہ کا خانماں اپنا

جو تونے کی ، سو دشمن بھی نہیں دشمن سے کرتا ہے
غلط تھا ، جانتے تھے تجھ کو جو ہم مہرباں اپنا

مرا جلتا ہے جی ، اس بلبل بیکس کی غربت پر
کہ جس نے آسرے پر گل کے ، چھوڑا آشیاں اپنا

کوئی آزردہ کرتا ہے سجن اپنے کو ، ہے ظالم
کہ دولت خواہ اپنا "مظہر" اپنا "جانجاں" اپنا

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نہ تھا
لیکن اس جور و جفا کا بھی سزاوار نہ تھا

لوگ کہتے ہیں موا "مظہر" بیکس افسوس
کیا ہوا اس کو ، کہ اتنا بھی وہ بیمار نہ تھا

جواں مارا گیا خوباں کے اوپر، میرزا "مظہر"
بھلا تھا یا برا تھا، زور کچھ تھا خوب کام آیا

زخمی تری نگہ کا، اک پل جیا تو پھر کیا
صیاد کی بغل میں، تک دم لیا تو پھر کیا

اس گل کو بھیجنا ہے مجھے خط، صبا کے ہات
اس واسطے لگا ہوں چمن کی ہوا کے سات
"مظہر" چھپا کے رکھ، دل نازک کے تئیں مرے
یہ شیشہ بیچنا ہے کسی میرزا کے ہات

سب یہ کہتے ہیں مر گیا "مظہر"
فی الحقیقت میں گھر گیا "مظہر"

ہم نے کی ہے توبہ اور دھومیں مچاتی ہے بہار
ہائے بس چلتا نہیں، کیا مفت جاتی ہے بہار
ہم گرفتاروں کو، اب کیا کام ہے گلشن میں، لیک
جی نکل جاتا ہے جب سنتے ہیں، آتی ہے بہار

اتنی فرصت دے، کہ رخصت ہو لیں، اے صیاد! ہم
مدتوں اس باغ کے سایہ میں تھے آباد ہم

گر، گل کو گل کہوں، تو ترے رو کو کیا کہوں؟
بولوں نگہہ کو تیغ، تو ابرو کو کیا کہوں؟

توفیق دے، کہ شور سے اک دم، وہ چپ رہے
آخر، یہ میرا دل ہے، الهي! جرس نہیں

مت اختلاط کر، اے نو بہار تو ہم سے
چمن میں ہونے کا اس خاک کو دماغ نہیں
یہ بلبلوں کا، صبا! مشہدمقدس ہے
قدم سنبھال کے رکھیو ترا، یہ باغ نہیں

آج مت رنگ حنا سے کف پا، لال کرو
اے بتاں اس دل پر خون کو، پامال کرو

کسی کے خون کا پیاسا، کسی کی جان کا دشمن
نہایت منھہ لگایا ہے صنم نے بیڑۂ پاں کو

آتش کہو، شرارہ کہو، کوئلا کہو
مت اِس ستارہ سوختہ کو دل کہا کرو

الهي! مت کسو کے پیش، رنجِ انتظار آوے
ہمارا دیکھئے کیا حال ہو جب تک بہار آوے

تجلی، ذر تری، پست و بلند اُن کو نہ دکھلاتی
فلک یوں چرخ کیوں کھاتا، زمیں کیوں فرش ہو جاتی

خدا، تیرے کف پا کو، نہ اس شوخی سے سہلاتی
یہ آنکھیں، کیوں لہو روتیں، اُنھوں کی نیند، کیوں جاتی؟

الہی! درد و غم کی سرزمیں کا، حال کیا ہوتا
محبت گر ہماری چشم تر سے مینھ نہ برساتی

یہ دل، کب عشق کے قابل رہا ہے؟
کہاں! اس کو دماغ اور دل رہا ہے

نہ تو ملنے کے اب قابل رہا ہے
نہ مجھ کو، وہ دماغ و دل رہا ہے

خدا کے واسطے اس کو نہ ٹوکو
یہی، اک شہر میں قاتل رہا ہے

خدا کو اب تجھے سونپا ارے دل   یہیں تک تھی، ہماری زندگانی

اگر ملے تو رخصت ہے، نہ ملے تو قیامت ہے
غرض، نازک مزاجوں کی محبت سخت، آفت ہے

حسرت

میر محمد حیات نام، عظیم آباد وطن تھا، حیات قلی خاں کے لقب سے مشہور تھے -

نواب سراج الدولہ ، ناظم بنگالہ کی سرکار میں داروغہ تھے ، لطیفہ گوئی اور بذلہ سنجی میں شہرت رکھتے تھے ، اُردو شاعری کو ترقی دینے ، اور سلیس بنانے میں اُن کا نام بھی مشہور ہے بعض جگہہ اُن کے کلام میں تعقید ہے - مرزا مظہر جانِ جاں کے شاگرد تھے [ا] -

کیا پہلے عزیز اتنا ، گرایا آنکھ سے آخر
قیامت دور لےجا کر ، مجھے اے سر و قد پٹکا

عشق پوشیدہ ، نمایاں نہ ہوا تھا سو ہوا
چاک دل ، چاک گریباں نہ ہوا تھا سو ہوا

طلب نہیں مجھے ، حسرت ، بتوں سے دل کا کام
کہ عہد ہے مجھے ، دیدار کی گدائی کا
ہزار حیف نہ سمجھا تو ، رسم دلداری
رہا ہمیشہ ، تجھے ذوق دلربائی کا

مہربانی سے تو گھر کس کے نہ آیا تنہا
اک ہمیں نے ترا سایہ بھی نہ پایا تنہا

[ا] مظہر کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اُن کا نام دھلی کے شعرا کے سلسلے میں لکھا گیا ورنہ لب و لہجہ ، بعض خصوصیات زبان و ترکیب کے اعتبار سے اُن کو دھلی کی شاعری سے کوئی نسبت نہیں - مرتب -

رات اُس خانہ برانداز نے ، بزم اپنی سے
اور سب بیٹھے رہے مجھ کو اُٹھایا تنہا

سبب رکھتا ہے ہمارا شیوۂ دیوانگی
عشق نے ، داغ جلوں سے ہم کو گلدستہ کیا
عالم بالا سے ، حسرت ! پہنچے ہے فیض سخن
فکر قد نے اُس کی ، اپنا شعر برجستہ کیا

ترے سلوکوں سے ، دل اب تو سیر ہے جاں سے
فریب لطف کا ، ہرگز نہیں میں آنے کا

نظروں میں اُس کی ہیں ، کس کے لب خنداں "حسرت"
کیا بلا جوش میں ، یہ دیدۂ گریاں ہے آج

دلدار کا وصال ، میسر ہو یا نہ ہو
مشتاق کو ہے شام و سحر انتظار قمر

خواری نے مجھے عشق کی ، جینے سے کیا سیر
جی جائے کہیں ! تاکہ مٹے یہ خلش دل

میں تیرے قول کا قائل ہوں ، ناصح مشفق
ولے قرار دل بے قرار ، ہے مشکل

نسبت رکھے ہے اُس سے جفا ، اور جفا سے ہم
نالاں رہے ہے ہم سے وفا ، اور وفا سے ہم

ہم خاک کوے یار رکھیں ہیں ، وہ بوے گل
سودا کرے ہے ہم سے صبا ، اور صبا سے ہم

اس کی امید وصل میں ، از بس ہے ناقبول
ہے ہم سے شرمسار دعا ، اور دعا سے ہم

برھمن ھونے کو آتا ہے ، بتا سچ آج کون ؟
ھو رھی ہے ہر طرف ، " حسرت " صنم خانے میں دھوم

کب تلک دیکھیں تجھے دور سے ، حیراں ھیں ھم
کیا کوئی حسن کي دولت کے ، نگہباں ھیں ھم

کون دیوانۂ بد مست کسي ، رمزیں پاوے
حسرت اس چشم سخن گو کے ، زباں داں ھیں ھم

تپا کرتا ہے دل ہر لحظہ ، لب پر رھتی ھیں آھیں
نگاھیں تھک گئیں ، تکتے ھي تکتے یار کي راھیں

ہم سے وحشت ، اسے کیا کہتے ھیں ؟
سب سے الفت ، اسے کیا کہتے ھیں ؟

لی اُتھا ، چشم مروت ھم سے !
بے مروت ! اسے کیا کہتے ھیں ؟

اس کے دل میں، کبھی تاثیر نہ کی
اے محبت! اب کیا کہتے ہیں

یاں بھی آ آ کر ستاتے ہیں، ملامت گر مجھے
چھوڑ کر جاؤں میں یا رب! کنجِ تنہائی کہاں؟

میں جدائی میں بھی، دلدار سے مہجور نہیں
دل میں بستا ہے وہ، آنکھوں سے مری، دور نہیں

ہاتھ سے اپنے نہ دے، وصل کی فرصت راحت
پھر خدا جانے، نہ ہم ہوویں کہاں، یار کہاں؟

گرچہ ہیں غواصِ دریائے سخن، "حسرت"! سبھی
ہر قلم کو، دست گاہ گوہر افشانی نہیں

توقع، عشق میں، کس سے رکھوں میں دوست داری کی
ہماری ہمدمی ہے، بارِ خاطر آہ و افغاں دم

کم نگاہی سے، کم اِدھر دیکھو   دیکھتے ہو تو، پھر نظر دیکھو

دل مرا لے کے، میاں! جان طلب کرتے ہو
لوٹ تم نے تو مچائی ہے، غضب کرتے ہو

جو ہوتا محرم راز رموز عاشقی ، " حسرت "
وہ ان طرزوں کو کیا جانے ، وہ یہ انداز کیا سمجھے

مقید زلف کا ہوں ، اُس کے رخ سے مجھ کو کیا نسبت ؟
ہوائے سیر گلشن کو ، اسیر دام کیا جانے ؟

میری بات سنتا ہے اس طور سے
کہ کہتا ہوں گویا کسي اور سے

سر مرا خاک ہوا ، راہ وفا میں آخر
شکر ! ضایع تو مری ناصیہ سائي نہ گئي

عاشق زار کي عرض ، اے شہ خوباں سن لے
دل پر درد کا آزار برا ہوتا ہے

بلا کش عشق کے ، اجر وفاداري کے طالب ہیں
بتوں کو ، حسن توفیق جفا کاري ، خدا دیوے

اے دل ! نہیں سینے میں ، قرار اب تجھے اک دم
پھر کس سے ؟ تری ، خانہ خراب آنکھ لگي ہے

بھرا ہے دل ، مژۂ اشک بار سے اب کے
اماں ہے ، گریہ بے اختیار سے اب کے

عشق میں ، خواب کا خیال کسے ؟
نہ لگی آنکھ ، جب سے آنکھ لگی
یــار آتــا ، نظـــر نہیں آتــا
ہے اُدھر میری کب سے آنکھ لگی

حسد سے ہم صفیروں کے چمن ہے تنگ اب ہم پر
دعا تک میری ، اے باد صبا ! صیاد کو پہونچے

جو دلدار اپنا ، کبھی اور ٹھہرے
محبت میں ، کچھ زیست کا طور ٹھہرے

تمھیں اے مے کشو ! ہو نوش جاں پیمانۂ عشرت
لبالب خون دل سے ، ہم تو اپنا جام کر بیٹھے

ایک پر خوں ، ایک ہے پر اشک ، تیرے ہجر میں
یعنی چشم و دل کا پیمانہ ، یہاں لبریز ہے

عشق کی ، عاشق و معشوق میں نسبت نہیں ایک
طرز سوزش ہے جدا ، شمع سے پروانے کی

دشوار پڑا سخت ، ترے کوچے تک آنا
هر روز مری راہ میں ، اک سنگ نیا ھے

موحد بھي نہیں ھوتے ھیں منکر ، بت پرستي کے
بنایا جس نے تجھ سا بت ، میں اُس اللہ کے صدقے

یہ دوستی ، یہ مروت ، یہ غم گساري ھے
کہ ناخوشي میں ھماري ، خوشي تمھاري ھے

اتنا نومید نہ ھو ، دل کو خوشي رکھ ، " حسرت " !
صبر کر ، دیکھ تو کیا ھوتا ھے ھوتے ھوتے

یقین

انعام اللہ خاں یقین ، مرزا مظہر کے خاص شاگردوں میں تھے - ۲۰ برس کے سن میں انتقال کیا ، لیکن اس عمر میں بھي طبیعت قیامت تھي ، اپنے زور طبیعت کے سامنے کسی کی حقیقت نہ سمجھتے تھے ، میر تقی میر کي یہ رائے صحیح نہیں کہ " ذائقہ سخن فہمي نہ دارد " -

ان کے کلام کو دیکھئے تو معلوم ھوگا کہ " مرتبہ استادی " میں کسی سے کم نہیں ، کلام میں سلاست اور گداز ھے ، مختصر الفاظ میں مضمون آفریني کي شان نمایاں ھے - دیوان شایع ھو گیا ھے -

سرپر سلطنت سے، گلستاں یار بہتر تھا
ہمیں ظل ہما سے، سایۂ دیوار بہتر تھا
مجھے زنجیر کرنا، کیا مناسب تھا بہاراں میں
کہ گل ہاتھوں میں اور پاؤں میں میرے خار بہتر تھا

"یقیں"! امید جینے کی نہیں تیری ان انکھوں سے
اگر پرہیز تو کرتا، تو یوں بیمار کیوں ہوتا؟

شکوہ حسن سے آنسو ہمارے سوکھ جاتے ہیں
"یقیں"! سورج کے آگے کب اثر رہتا ہے شبنم کا؟

رہا میں بے خبر، افسوس، لذت سے اسیری کی
جو میں یہ جانتا، کنج قفس میں آشیاں کرتا
کیا مجھ کو "یقیں"! اس ناتوانی نے خجل، ورنہ
گلی کو یار کی، آپ ہی سے گلستاں کرتا

اس گل سے کچھ حجاب، ہمیں درمیاں نہ تھا
جس دن کہ یہ بہار نہ تھی، گلستاں نہ تھا

یہ کوہ طور، سرمہ خوباں [illegible]
[illegible]

نہیں معلوم، اب کے سال، مے خانے پہ کیا گذرا
ہمارے توبہ کر لینے سے، پیمانے پہ کیا گذرا
مجھے زنجیر کر رکھا ہے، ان شہری غزالوں نے
نہیں معلوم، میرے بعد ویرانے پہ کیا گذرا
برہمن سر کو اپنے پیٹتا تھا، دیر کے آگے
خدا جانے، تری صورت سے بت خانے پہ کیا گذرا

ہیں زخم مرے کاری، اس سینے سے کیا ہوگا ؟
اب مرنا ہی بہتر ہے، اس جینے سے کیا ہوگا ؟

پاؤں کو اپنے، "یقیں" کی چشم گریاں پر، نہ رکھ
مت کر اے گُل، آب جو میں دامن رنگیں خراب

تری آنکھوں کی کیفیت کو، میخانے سے کیا نسبت ؟
نگہہ کی گردشوں کو، دور پیمانہ سے کیا نسبت ؟
یہ جیوے ہجر میں، وہ وصل میں بھی جی نہیں سکتا
تکلف برطرف ! بلبل کو پروانے سے کیا نسبت ؟

تصور کرکے لیتا ہوں مزہ میں اُس کی باتوں کا
مرے اِس چپکے رہنے کا ہے، وہ شیریں دہن باعث
محبت کا نہیں ہے ظلم بھی، خالی عدالت سے
ہوا پرویز کے جینے کا، مرگ کوہ کن باعث

رنگ گُل کی آگ پر، دامن نہ مار اے باد صبح
کیا کریں گی بلبلیں، پھر آشیانے کا علاج
شیشۂ دل کے تئیں اپنے، سنبھالے رکھیو یقیں..
پھر کرے گا کون اس کے پھوٹ جانے کا علاج

فصل گُل بھی آن پہنچی، دیکھیے کیا ہو یقیں..!
اب کے چلتا ہے جنوں پر، جی ہمارا بے طرح

باغباں بے رحم اور دربند، دیواریں بلند
بلبل بے بال و پر، گلشن میں جاوے کس طرح

کرے ہے آئینہ، بے طرح نکتہ چینی حسن
نہ کر تو اِس کو اب اتنا بھی روبرو گستاخ
ترے ادب سے، جنوں کو گیا ہو ایسا حال
کہ ہاتھ جیب سے گویا نہ تھا کبھو گستاخ

پھڑک کر جی نکل جاوے گا، بلبل کی طرح میرا
کھلا بند گریباں کو نہ رکھیے گل بدن [illegible]

بہار آخر ہوئی ہے، اب تو سینے دے [illegible]
''یقیں''! کرتا ہے کوئی اس قدر [illegible] [illegible]

ایک شب ' تو یار کے کوچے میں رھنے دے ھمیں
اس قدر بھی پاسباں ! بے خانمانوں کو نہ چھیڑ

——

آپ سے ھم نے مقرر کی ھے ' اپنی جا ' قفس
ورنہ تک پھڑکیں ' تو ھو جاویں تہہ و بالا قفس

——

جنوں کے ھاتھ سے محفوظ اک دم رہ نہیں سکتا
رفو کرنا " یقیں " ! میرے گریباں کے نہیں لائق

——

کیوں عبث سیتا ھے ناصح ! تو " یقیں " کا چاک جیب
ھاتھ اس کا چھوڑتا ھے کب ' گریباں کا خیال

——

ھمارے درد کی دارو ' اگرچہ ھے تو دارو ھے
یہ سب کچھ سن کے ساقی ! بات پی جانے کا کیا حاصل ؟

——

بہ مقدار جفائے یار ' بڑھتی ھے وفا میری
کوئی چاھے تو آ دیکھے محبت اس کو کہتے ھیں

——

درد بن ' ھم کو کچھ اس آگ سے مقصود نہیں
عشق پھیکا ھے اگر داغ نمک سود نہیں

——

ہم تو حاضر ہیں، عشق یار کہاں
خار و خس جمع ہیں، شرار کہاں

کرتا ہے کوئی یارو، اس وقت میں تدبیریں
مرتا ہے یہ دیوانہ، اب کھول دو زنجیریں

گلی میں عشق کی، دل بھول جاپڑا تھا "یقیں"!
پھر اُن دنوں سے دوانے کا کچھ سراغ نہیں

عمر آخر ہے، جنوں کر لوں، بہاراں پھر کہاں
ہاتھ مت پکڑو مرا یارو! گریباں پھر کہاں
ہے بہشتوں میں "یقیں"! سب کچھ ولیکن درد نہ
بھر کے دل رو لیجئے، یہ چشم گریاں پھر کہاں

کوئی دن اور کرنے دو جنوں، مجھ کو بہاراں میں
عبث سیتے ہو اس کو، کیا رہا ہے اس گریباں میں

بلائے عقل سے، کچھ چھوٹنے کی راہ نہیں
بغیر مے کدہ، یارو کہیں پناہ نہیں

بتاں خدا کی خدائی کے سب مظاہر میں
جو اُن کا بندہ ہوا ہے تو کچھ گناہ نہیں

اسیران قفس کی نا امیدی پر ' نظر کیجو
بہار آوے ' تو اے صیاد ! مت ہم کو خبر کیجو
کہا جاتا نہیں مجھ سے ' جو کچھ تیں کہہ سکے کہیو
مری اس بے زبانی پر نظر ' اے نامہ بر کیجو

جفا کے عذر میں ' اے ظالمو نہ دیر کرو
مری زباں کو ' شکایت پہ مت دلیر کرو

یہ محراب نماز بے خودی ہے زاہداں ! سمجھو
خدا کے واسطے ' مستوں کے پیمانے کو مت چھیڑو

عمر میں ' تیں نے تو دیکھی ہے ' بہت غم خواری
اب تو اے چرخ ! تک اک اس دل ناشاد کو دیکھ

جو نہ جی سکتے ہوں بے تابی سے پھر ' وہ کیا کریں
جی نکل جانے میں کیا ہے بے قراروں کا گناہ

کسو کا دست کوتہ ' اس کے دامن تک کہاں پہونچے
تمنا کی زباں ' مت کر دراز اے بوالہوس چپ رہ

کیا دھوم مچائی ہے ' صحرا میں دوانوں نے
اس فصل مبارک میں ' آباد ہے ویرانہ

بدلہ ترے ستم کا، کوئی تجھ سے کیا کرے؟
اپنا ہی تُو فریفتہ ہووے، خدا کرے

قاتل ہماری نعش کی، تشہیر ہے ضرور
آئندہ، تا کوئی نہ کسی سے وفا کرے

اس اشک و آہ سے مجھ کو، ہوا [ ] یہی معلوم
یہ دل کچھ آب رسیدہ ہے، کچھ جلا بھی ہے

حق، مجھے باطل آشنا نہ کرے
میں بتوں سے پھروں، خدا نہ کرے

ناصحو! یہ بھی کچھ نصیحت ہے
کہ "یقیں" یار سے وفا نہ کرے

اپنے بندوں کو جلا کر خاک دیتے ہیں "یقیں"!
اِن بتوں کی ضد سے ہو جاؤں مسلماں تو سہی

چلا گیا ہے جب کشتی میں، وہ محبوب جاتا ہے
کبھی آنکھیں بھر آتی ہیں کبھی دل ڈوب جاتا ہے

نوٹ۔ ا؎ مصحفی نے اپنے تذکرے میں یہ مصرع اس طرح لکھا ہے —
اس اشک و آہ سے سودا بگڑ نہ جائے کہیں ۔ مرتب۔

بہار آئي ، بجاؤ عندلیباں ساز عشرت کے
گئیں حسرت کي وہ راتیں گئے وہ دن مصیبت کے

رانا ھوں میں ، جي دینے میں مجنوں کے سلیقے کا
مزا لے لے کے ، مرنے کي طرح ، فرھاد کیا جانے

اجل نہ چھوڑے گي آخر ، "یقیں" کو لازم ھے
کہ اپنے سر کو ، ترے پاؤں پر نثار کرے

اگر اس کي جگہہ ، پہلو میں ھوتا خار ، بہتر تھا
بہت دیتا ھے میرا دل مجھے آزار ، کیا کہیے

بے قراري کب تھہرنے دے ھے مجھ کو ، زیر تیغ
مارنا سیماب کا مشکل ھے ، قاتل کیا کرے

نہ دے فرصت کہ اِن ھاتھوں سے کچھہ کام اور ھي نکلے
هم آخر ھوں گے دامن گیر اس چاک گریباں کے

عجب سج سے کیا ھے قتل مجھ کو ، کوئي مت ٹوکو
طلب کرتا ھے ایسے قاتلوں سے خوں بہا کوئی

نہ نکلا صبر سے کچھ کام اب فریاد کرتا ہوں
مری فریاد ہی شاید مری فریاد کو پہونچے

اگر زنجیر میرے پاؤں میں ڈالی تو کیا ہوا؟
بہار آتے ہی میرے ہاتھ ہیں اور یہ گریباں ہے

گریباں چاک کرنے سے کسو کے کیا تجھے ناصح؟
ہمارا ہاتھ جانے اور ہمارا پیرہن جانے

منت کب آزاد کرتی ہے گرفتاری مجھے
جان آخر لے کے چھوڑے گی یہ بیماری مجھے

عاشق جو جلے جیتے معشوق کے کام آوے
کیا لطف ہے جل مرنا پروانے کو کیا تھا

سبزے میں "پتیاں" [illegible] کہو کیا خوب سے پھرتے ہیں
فردوس نہ کہیے تو پھر کہو کیا کہیے [ ]

بیان

[illegible] خواجہ احسن اللہ [illegible] آباد [illegible] کا متوطن [illegible] تھا
دہلی میں پیدا ہوئے آخر عمر میں حیدرآباد گئے اور وہیں

[illegible] گئی ہیں [illegible]

زندگي بسر كي ' وفات بھی وهیں هوئي ' خلیق ' پاکیزہ مزاج ' ظریف الطبع ' کثیرالاحباب اور متواضع تھے ' شاعري کے فنون پر عبور تھا -

کلام میں سادگي ' سادگي میں لذت اور کشش ھے ' جابجا نمکینی دل کے زخم پر نمک پاشي کرتي ھے ' محاورات کی بندش چست اور بے ساختہ هوتي ھے - مرزا مظهر کے شاگرد تھے ' راے گلاب چند ' ان کے مشہور شاگرد هیں ان کا قلمي دیوان انڈیا آفس میں موجود ھے سنہ ۱۲۱۳ھ میں وفات پائی [۱] -

مت سمجھہ بے حواس ' اے همدم
شکوۂ هجر ' میں جو سر نہ کیا
گو کہ خسرو نے ' سو بنائے قصر
دل میں شیریں کے ' ایک گھر نہ کیا
کیا غبار اُس کے دل میں تھا ' کہ '' بیاں '' !
خاک پر بھی مري ' گذر نہ کیا

اس راہ عاشقي میں چلنا اسے روا ھے
سر اول قدم پر ' جو شخص کھو سکے گا
تقلید کر '' بیاں '' کی رویا تو بوالہوس بھي
پر سخت دل ' مژہ میں کیونکر پرو سکے گا

---

[۱] تذکرۂ مصحفي - دیوان یقیں -

قفس میں، میں رہائی کے لئے کیا کیا نہیں کرتا
پھڑکتا ہوں، تڑپتا ہوں، کوئی پروا نہیں کرتا

صورت کے ہم عالم ہیں، صورت ہوئی تو کیا
سرخ و سفید مٹی کی مورت ہوئی تو کیا

یہ حساب دوستاں دردل، مثل مشہور ہے
پر عجب ہیں دوست، جو دل میں بھی دیتے ہیں حساب
خان و مان کچھہ ہم بھی رکھتے تھے کبھو، لیکن "بیان"
اب یہی در ہے، یہی گھر، خانہ است خراب

تو بزم سے اُٹھا، کہ ہوئی تلخ مے کشی
میں سچ کہوں، شراب کو سمجھا حرام آج

خدا کے واسطے مت کہیو پھر نہ مے، نہ ہے
کہ اُس کے سنتے ہی ساقی خفا ہے [illegible]

حال غربت میں، دیکھئے کیا ہو؟
وہ خط و خال [illegible] صفحہ [illegible] دور
گو کہ ہے یار، تو [illegible] نزدیک
سیکڑوں کوس مجھ سے ہے دل، دور

جز خدا، آشنا نہیں کوئی
کشتي توتی ھے اور ساحل دور

ہم سرگذشت کیا کہیں اپنی کہ مثل خار
پامال ہوگئے ترے دامن سے چھوت کر

جھانک، تک باغ دل میں اپنے ''بیاں''
اس چمن میں بھی، کم بہار نہیں

چراغ صبح ہوں، یا آفتاب وقت آخر ہوں
کوئی ساعت کا مہماں ہوں، کوئی دم کا مسافر ہوں
تمنا بادشاھی کی، کسي سفلے کو ہووے گی
مرے دل میں خدائی کا بھی خطرہ ہو تو کافر ہوں

صد حیف کہ دریا کے کنارے ہوں تشنہ
خم پاس اور افسوس کہ مجبور پڑا ہوں

کہتا ھے کون، ہجر مجھے صبح و شام ہو
پر وصل میں بھی لطف نہیں، جو مدام ہو

بوسے کے نام ھي پہ، لگے کاتنے زباں
کتني عمل سے آگے مکافات بڑھ گئی

کوئی ایسا جہان میں [illegible]
نہ دوست نہ [illegible] میں [illegible]

جو بس میں نہ [illegible] دل کی خلش
[illegible] میں [illegible]

کچھ یہ [illegible] نہیں نہ جانیں [illegible]
[illegible] کی [illegible] میں [illegible]

رسوا نہ کر خدا کے لیے چشم تر [illegible]
آنا ہے [illegible] کی بزم میں [illegible] مشتاق

میں مست [illegible] [illegible]
[illegible] نہ چھوڑ جائیں [illegible] مشتاق

ساقی تری [illegible] کے صدقے میں [illegible]
دونوں جہان [illegible] [illegible] مشتاق

[illegible] کرے [illegible]
[illegible] کے [illegible] ہے [illegible] مشتاق

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]

[illegible] ہے [illegible] ہے
[illegible] ہے

صلح اور جنگ ، تجھ کو سب آساں
مجھ کو ہر طرح ، آہ مشکل ہے

مبارک ماہ کنعاں ! اے زلیخا چشم ما روشن
بس اتنی بات کہنے مصر میں یعقوب جاتا ہے

سلگتی ہے اِک آگ ، مدت سے یاں
اس آتش کی گرمی ، کدھر جائے گی
جو ہم بن ، تمہاری ، گزرتی ہے خوش
ہماری بھی ، تم بن گزر جائے گی

میں جانتا تھا ، وصل کی شب بھی دراز ہے
آنکھیں جو کُھل گئیں ، تو در صبح باز ہے

اسی امید و بیم میں گذری
گاہ کی اُن نے مہر ، گاہ نہ کی

ہے کدھر قیس ، کہاں ہے فرہاد
عشق سے ، نام چلا جاتا ہے

مری ناؤ پہونچی ہے ، آہ ، منجدھار

تری اک توجہ سے ، اس پار ہے

بہار آئی ہے اے نسیم ! ہمیں بے دھڑک بہکنے دے

ہمارے طور پہ ہم کو ، کلیوں چٹک بہکنے دے

یا ہوجیئے افلاطوں ، یا عقل کو ہو مجنوں

دنیا میں بہر مضموں ، اک نام تو کچھ کرلے

آیا وہ مہ تاباں ، جاں ہم نے کی قرباں

جب آوے دولہا مہماں ، انعام تو کچھ کرلے

پائے طلب ، بیٹھ کے پہنچیں کہاں

خانۂ تشویش کو بھی ، گو چاہئے

دل تھی ، جیسا نہ خدا نے دیا

سجدہ کو بھی ، بس ہی جگہ چاہئے

شب فراق کی دہشت سے [illegible] خالی ہے

یہی ہے صبح سے دھڑکا کہ رات آئی ہے

کہا تھا ساقیوں کے کان میں ، مخفی نے آہستہ

کہ محفل میں خالی نہ ، چھوڑو مے خانہ مست کو بھی [illegible]

۱ [illegible]

تاباں

میر عبدالحئی نام ، دھلی کے رھنے والے ، حضرت موسیٰ علی رضا کی اولاد میں تھے - بہت خوبصورت تھے ، ابتدائے جوانی میں انتقال کیا ، صاحب دیوان ھیں - سلاست کے ساتھ اشعار میں زبان کے چٹخارے بھی موجود ھیں - عناصر سوز و گداز اور اثر کا پتا مشکل سے چلتا ھے - مرزا صاحب کے شاگرد تھے ، شفیق نے حاتم کا اور میر نے حشمت کا شاگرد لکھا ھے اس کا ایک قلمی دیوان کتب خانہ ، الاصلاح دسنہ ، ضلع پٹنہ میں موجود ھے ، دیوان چھپ بھی گیا ھے -

---

آشنا ھو چکا ھوں میں سب کا
جس کو دیکھا سو اپنے مطلب کا

بھلے برے کی ترے عشق میں اُڑا دی شرم
ھمارے حق میں کوئی کچھ کہو ، ھوا سو ھوا

جو کہ عاشق ھو میں کہتا ھوں اُسے ، لیوے سیکھ
شمع جلنے سے کی ، پروانے سے مرنے کی طرح

کیا قتل اُن نے مجھ کو ، غیر سے مل
ھوا دشمن جدا خوش ، وہ جدا خوش

بے وفاؤں سے، جی میں ہے [illegible]

اور سب کچھ کریں وفا نہ کریں

گر تو ناخوش ہے مرے شعر جگر سے ناصح

پر مجھے شعر بد، لائق انداز تو نہیں

اب ہم دنوں کو اپنے نہ روئیں تو کیا کریں

کرتے تھے جن میں عیش وہ ایام ہی نہیں

اے جان ہو تو اس سے کوئی دردِ دل کہے

جو جانتا ہو اس کو میں کیا [illegible]

برستا ہے منھ میں [illegible] ہوں [illegible]

غضب ہے [illegible] فرصت نہیں ہے

مجھے ان دنوں سخت دیوانگی ہے

[illegible] مجنوں [illegible] ہے

بیاں کیا کریں ناتوانی میں اپنی

مجھے بات کہنے کی طاقت کہاں ہے

تمنا ترے بوسوں کی ہے لیکن

وہی [illegible] کہاں ہے

ممکن نہیں کہ ان سے کبھو دل مرا پھرے
گو ان بتوں کے عشق میں ناصح خدا پھرے
شور جنوں کا سرد ھے بازار' ان دنوں
آوے بہار جلد' الہی ھوا پھرے [۱]

شاعر

میر کلو نام' میر درد کے عزیز اور مرزا مظہر کے شاگرد تھے [۱] تفصیلی حالات معلوم نہ ھوسکے -

مرزا مظہر کے شاگردوں کا جو رنگ ھے ان کے کلام میں بھي موجود ھے -

ھر بوالہوس سے مل کر اے "عشق"! مت سبک ھو
ھے کام عاشقوں کا' تجھ سے نباہ کرنا

بھول کر بھی ادھر نگاہ نہ کي
کہہ! ترا اس میں کیا ضرر ھوتا

دشمن ایمان و جان و طاقت و آرام ھے
یہ بتاں کا حسن اور یہ جوش ایام شباب

---

[۱] گلشن ھند - خمخانۂ جاوید - مخزن نکات - تذکرۂ مصحفي -

دیوانہ ہے ، جلوں سے نہیں مر نہ جائے دل
نام بہار روبرو اس کے نہ لو عبث

رونے میں دم کے رکنے کی گر ہے یہی طرح
تو جوش غم سے ہم نہیں بچتے کسی طرح

کس سے جاکر کروں تری فریاد
تو ہی دے آپ اپنے ظلم کی داد

ہے روشنی کو بس ، دل سوزاں سا مصحفی
تربت پہ میری آئے کوئی یا نہ آئے شمع

یاں تک تو عزیز تھا تما [illegible] میں جب سے نکلے ہم

کوئی ہو نشے میں خوش ، کوئی دیر میں منبسط
ہمیں تو ایک دن اس بن کہیں قرار نہیں

کیوں نہ ٹھہرے ہماری آنکھوں میں
ہے سما [illegible] غذا آنکھوں میں

کیا کیا اثر دئے ہیں بتوں کی نگاہ کو
یارب عطا ہو کچھ تو ہماری بھی آہ کو

کروں میں جوش جنوں ضبط کس طرح یارو
کہ آہ سینے میں میرے ' نہیں سماتی ہے

کیا کام ہے تک تو ٹھہر ظالم
کیوں پا بہ رکاب ہو رہا ہے [۱]

ضیا

(میر) ضیاءالدین نام ' دھلی کے رھنے والے تھے ' آخر میں عظیم آباد کو مسکن بنا لیا تھا متواضع اور درد بھرا دل رکھتے تھے ' میر حسن اپنے تذکرے میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی شعر سوز و گداز سے بھرا ہوا سنتے تھے ان کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو نکل آتے تھے -

غزلیں درد کا مرقع ہوتی ہیں ' سادگی بیان میں دل نشیں انداز ہے رباعیوں میں بھی گداز ہے -

میر حسن - راجہ شتاب رائے (ساکن عظیم آباد) کے بیٹے ان کے شاگردوں میں مشہور ہیں - سنہ ۱۱۹۴ ھ میں وفات پائی -

---

[۱] خمخانۂ جاوید - تذکرہ میر حسن -

جمع کرکے درد سارے، تونے پیدا دل کیا
کہہ تو اے دستِ قضا! پھر اس سے کیا حاصل کیا؟
کیا مزے سے جی نکلتا جو وہ تک پھر دیکھتا
کام آساں مجھ پہ قاتل نے مرے، مشکل کیا

باؤ بھی کھائی نہ تھی دل نے کہ مرجھانے لگا
آہ یہ غنچہ تو کچھ کھلتے ہی کمھلانے لگا
کل کی رسوائی تجھے کیا کم نہ تھی اے ننگِ خلق؟
اُس کے کوچے میں "ضیا" تو آج پھر جانے لگا

برس اے ابر جتنا چاہے تو، اب تیری باری ہے
کبھی دل تھا تو میں بھی رو رو کے دریا بہاتا تھا

کیوں گریباں دم بہ دم دیتا ہے اپنا چاک تو
ہاتھ سے تیرے "ضیا" کس دل کا دامن چھٹ گیا

ہر طرف زخم زخم تھا، ہر سمت سے داغ تھا
دل بھی "ضیا" ہمارا بھی شگفتہ باغ تھا

کیا تھا قاصد: "ضیا" سنتے ہیں جس نے مر گیا
بات تھی کچھ پاس کی یا حسد کا پیغام تھا

آہ کرتے دھک گئے ہیں ہم　　کیا شتابی بھڑک گئے ہیں ہم
آپ کو آپ میں نہیں پاتے　　آہ کیدھر بہک گئے ہیں ہم

جیسے دو ہم درد آپس میں کریں غم خوار گي
دل ہمارا درد اپنا ، دل کا غم کھاتے ہیں ہم

جان کر زلف ، دل ! نہ دھس اس میں
دام ہے دیکھ تو نہ پھس اس میں
دل نو غنچہ ، جھڑ پڑا افسوس
رہ گئی کھلنے کي ہوس اس میں

پڑے برق تجلی ایسی ازلی لن‌ترانی پر
کہ موسیٰ ہووے بے خود اور ہو دیدار پتھر کو

کبھي جا گل کو دیکھے ہے ، کبھي دیکھے ہے نرگس کو
خدا جانے یہ چشم اپني ، پھرے ہے ڈھونڈتی کس کو

آہوں سے سلگوں کب تک ؟ اے شعلہ تو بھڑک اُٹھ !
بجلي کي طرح مجھ پر ، اک بارگی کڑک اُٹھ

آہستہ پانو رکھیو اے بوئے گل چمن پر
سوتے ہیں اس زمیں میں ، نازک دماغ کتنے

تربت "ضیا" کی دیکھی، کل رات دور سے میں
[illegible] مجھ نظر وال، شمع [illegible] چراغ [illegible]

سب اُمید اپنی [illegible] حسرت، نکلے
اک [illegible] سے ہم ملول نکلے
بھولے [illegible] بھی کبھی [illegible] یاد [illegible]
ہم [illegible] جی سے [illegible] نکلے

[illegible] عکس وضعِ [illegible] اُس [illegible]
شاید یہی [illegible] اُس دل کے [illegible]
جلدی "ضیا" خبر [illegible] آئی [illegible]
[illegible] دل کے [illegible]

تک [illegible] نکل [illegible]
یہ [illegible]
[illegible] "ضیا" کا [illegible] میں پوچھ [illegible] شمع سے
کہ [illegible] اُس نے [illegible]

کسی کا [illegible] عشق اپنا یاد [illegible]
[illegible] ہم [illegible] کہ [illegible]

کیا جور؟ کیا تعدی؟ جو کچھ کرو بجا ہے
بدلا ہے دل دہی کا، اس کی یہی سزا ہے

یہ آرزو ''ضیا'' کے دل کی، بتاں! خدا دے
تم اُس کو گالیاں دو اور وہ تمہیں دعا دے

اک تبسم میں کیا خلق کو ساری تسخیر
مسکرانا ہے ترا یا کہ کوئی افسوں ہے

کون سے زخم کا، کھلا ٹانکا   آج پھر دل میں درد ہوتا ہے

نہیں کھلنے کی اُمید ہی، نہیں بو کی آس ہے
غنچہ ہوں دل کا، مجھ میں فقط داغِ یاس ہے
تم تو ہمارے پاس سے جاؤگے کل، پہ ہائے
اپنی نظر میں، آج جہاں سب اُداس ہے

کعبے میں چھپ رہا ہے یا دھر میں نہاں ہے
خانہ خراب! جلدي تو بول اتھ کہاں ہے

(رباعی)

کیا عیش و نشاط شادمانی کرتے
کیا ناز و نعیم جاودانی کرتے
گر یار کبھی میں اپنے ہوتا، تو ہم
کیا خوب طرح سے زندگانی کرتے [۱]

احسن

مرزا احسن علی نام، دہلی کے باشندے تھے - جب شجاع الدولہ لکھنؤ کے سرکار میں ملازم تھے غزل اور قصیدے کا خاص رنگ ہے، ان کی غزل میر ضیا کا عکس معلوم ہوتی ہے، اس لئے میر ضیا کے ساتھ دور اول میں ان کا نام شامل کیا گیا - سنہ ۱۱۶۵ھ میں بمقام عظیم آباد پٹنہ انتقال کیا -

---

اسی لئے تو میں تجھ سے خفا ہوں اے "احسن"
گھڑی گھڑی سے پاؤں کو چشم [illegible]

ہجر میں کیوں کر نہ ہووے گا وہ زاری پیشہ ن
ہے قرار اس دل میں کب، بیقراری پیشہ ن
روز ہجراں ہی میں تنہا، کچھ نہیں روتے ہیں ہم
وصل کی راتیں گئیں یوں ہی ہماری پیشہ ن

---

[۱] خمخانۂ جاوید - چمنستان شعرا - تذکرۂ مصحفی - گلشن ہند -
ان کے دیوان کا انتخاب پٹنہ سے شائع ہوا ہے - مرتب

خاک چمن میں ، کس کی ملی آرزوے دل
جو غنچہ یاں کھلے ہے تو آتی ہے بوئے دل
جو دل اُدھر گیا سو وہ ماتی میں مل گیا
تیری گلی میں خاک کریں جست وجوے دل

سجدہ گہ ہے خاکِ " احسن " اب تو ساری خلق کی
جان دی تھی اُس نے کس کی حسرت پابوس میں

تم غیر کے ہاتھوں سے ، واں جام چڑھاتے ہو
یاں حلق میں ، لوھو کے سو گھونٹ اُترتے ہیں

چھٹتا ہے کوئی نالہ ، ہم سے دم آخر تک
دم جب تئیں ہے دم میں ، دم آپ کا بھرتے ہیں

محروم ہم ہوں ، محرم اسرار ہو کوئی
خلوت میں ہو کوئی ، پس دیوار ہو کوئی
راتوں کو اُس کے کوچے میں جاتا تو ہوں ولے
دھڑکے ہے دل پڑا کہ نہ بیدار ہو کوئی

زخم لگا کے سیکڑوں ، کرنے لگا شمار وہ
جو ہوئی سو ہوئی دلا ! اب تو سر حساب ہے

نامہ پتنگ کے ہاتھ سے ، آئینہ دیکھنے لگا
اس سے یہ ہم پہ کھل گیا صاف ہمیں جواب ہے

یاد سے "احسن" ان دنوں ، کس نے ہمیں بھلا دیا
سینے میں دل کو اپنے کچھ خبر نہ خود اضطراب ہے

اسی ملنے سے تمہیں دعویٰ ہے خواہی جے اے "احسن"
ہوا ظرف آپ کا معلوم ، دو ہی جام میں بہکے [۱]

شوق

رکن الدین نام ، شوق تخلص تھا - دہلی کے رہنے والے تھے - شاہ فرہاد مشہور درویش کے مرید تھے -

شروع جوانی میں دہلی سے حیدرآباد گئے تھے ، منصب [illegible] وہاں رہے اعزاز دنیاوی حاصل تھا ، بعد [illegible] سے حیدرآباد آئے تو ان کے پاس تو کل سرمایہ تھا اور فقر و درویشی شیوہ تھا -

تغزل میں تصوف کی چاشنی بھی ہوتی ہے ، [illegible] دل نشین ، زبان سلیس اور اثر انداز ترکیب میں بے ساختگی ہے -

---

[۱] گلشن ہند - تذکرہ میر حسن -

اس کي لذت کو دل سمجھتا ھے
اُس کو میں کیا کہوں ؟ کہ کیا دیکھا

دشت ! تجھ کو قسم ھے مجنوں کي
"عشق" سا کوئی برھنہ پا دیکھا

اپنی آنکھوں سے دیکھ اے خوش چشم
مجھ سے کیا پوچھتا ھے کیا دیکھا!

اُس کے دامن تلک نہ پہنچے ھم
خاک میں آپ کو ملا دیکھا

ترا یہ وعدۂ فردا تو دل کو روز فردا ھے
کہاں فرصت ھے اے ناداں ؟ بھروسا ھے کہاں ؟ دم کا

چاک دل تابہ گریباں ، نہ ھوا تھا سو ھوا
لخت دل زینت داماں ؟ نہ ھوا تھا سو ھوا

بات کہنے کي نہیں طاقت ، شکایت کیا کروں
"عشق" رخصت دے تو شور حشر اب برپا کروں

جوں آفتاب تاباں ، گو نام کو یہاں ھوں
یہ پرتوا ھے تیرا تک دیکھ میں کہاں ھوں

باتیں نہ سن تو میری جل جائےگا دہانے
میں برقِ آسماں ہوں، یا "عشق" کی زباں ہوں

دیکھے بن اُس کے یک دم، چین یہ رہتا نہیں
اس دلِ کافر کے ہاتھوں سخت گھبرائے ہیں ہم

قدرت

میر قدرت‌اللہ نام، میر شمس‌الدین فقیر کے عزیز اور شاگرد تھے، دہلی وطن تھا، آخر عمر میں مرشدآباد میں سکونت کر لی تھی، یہاں کے امرا نے اُن کی عزت کی، اس لیے فراغت سے زندگی بسر کی -

اشعار میں اگرچہ سلاست نہیں لیکن پھر بھی بوجھل پھیکے معلوم نہیں ہوتے، حتی‌الوسع زبان کا خیال رکھتے ہیں، غزل گوئی کے نکات اور ضروریات سے واقف ہیں - سنہ ۱۲۰۱ھ میں وفات پائی [۱] -

---

ہنگامۂ پرہیز و ورع اب اٹھ گیا ہے
اے بادہ کشاں مژدہ کہ پھر دور آیا
کچھ دیر ہوئی، اشک نہیں آنکھوں سے گرتے
شاید تہِ دل، کوئی لختِ جگر آیا

---

[۱] گل رعنا -

ترے حضور میں ، جب قصد عرض حال کیا
ہجوم گریہ نے ، میری زباں کو لال کیا
میں داغ تازہ میں ، توڑے یہاں تلک ناخن
کہ ایک بدر کا کاسہ ، پُر از ہلال کیا

ٹوٹی کمند ، بخت کا وہ زور رہ گیا
جب بام دوست ، ہاتھ سے کچھ دور رہ گیا
اُوپر سے زخم گرچہ ہرے ہو چلے ولے
ناسور تھا جگر میں ، سو ناسور رہ گیا

مدتوں سے رخنۂ دل ، یاں جو نت مسدود تھا
اک ذرا کھولا تو دیکھا خانۂ پر دود تھا
کبریائی کا جو دیکھا میں نے جس جاپر ظہور
اپنی اپنی حد میں جو پشہ تھا اک نمرود

بے تابیوں سے ، یہ دل بے تاب رہ گیا
اپنی طپش میں جل کے یہ سیماب رہ گیا
آنسو تھمے ہیں ، پر نہیں سوکھی ہے چشم تر
دریا اتر گیا ہے ، پہ گرداب رہ گیا

ہم پہ ایام مصیبت ، آج پھر آنے لگا
یار گھر جانے لگا ، اے وائے گھر جانے لگا

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہو زندگی

کون رہ بتلا سکے، جب خضر بہکانے لگا

کب تلک، اے نالہ! زیر لب رہے گا تو رکا

حوصلہ باقی نہیں اس جی تو گھبرانے لگا

دل سدا، سینے میں جلتا ہی رہا

لخت دل آنکھوں سے ڈھلتا ہی رہا

تونے گو مجھ کو دلاسے میں رکھا

جی مرا، تب بھی تو نکلتا ہی رہا

آگے نہ چل سکا، ترے کوچے کو چھوڑ کر

خورشید، جا کے تا لب بام [illegible] گیا

"قدرت"! کس آسرے پہ لیے تھی یہ [illegible]

آنے سے اب تو نامہ و پیغام رہ گیا

آتش فروز دل ہے، تا حسن شعلہ رو ہے

ہر اشک ہے شرارہ، ہر آہ ہے بھبھوکا

ڈھونڈے ہے پاس اب کیا؟ سینے میں صبر [illegible]

مدت سے لٹ چکا یاں، سامان آبرو [illegible]

کشتہ ہوں جان و دل سے تیرے خدنگ کا میں

[illegible] میں، ہے گا [illegible]

تشنۂ لب مرتا ھے نت، موجِ دمِ شمشیر کا
اے غرورِ ناز! کچھ بھی فکر اس نخچیر کا
رنگ خونِ تشنگاں، جس جا سے اُڑ سکتا نہیں
ھے اسیرِ ناتواں اُس خاک دامن گیر کا

گھر سے جس وقت، وہ غارت گرِ ایماں نکلا
کفر سے گبر گیا، دیں سے مسلماں نکلا

اس چشم سے ہو کے آب نکلا سینے سے دل خراب نکلا
جو نالہ جگر سے پار نکلا لے سیخ پر اک کباب نکلا

بیت‌الحزن میں، شب کہ ترا انتظار تھا
کھٹکا ھر ایک دل کا، مرے جی کے پار تھا
ایدھر بھی ایک بار، جفا کی عناں کو پھیر
دل ھے خدنگ دوست، جگر ھے سناں طلب

دست‌برد ظلم سے تیرے، ھیں جتنے ھم خراب
اس قدر بھی ھو وے گا عالم میں کوئی کم خراب
زخم سے دل کے ابھی اے چارہ گر بہتا ھے خوں
مت ڈبو بے فائدہ پھائے، نہ کر مرھم خراب

کبھے رونا، کبھے سر کو پٹکنا خوشا ایامِ اوقاتِ محبت

ہرزہ گردی سے رہائی کی چہا

پھر مجھے زنداں میں اے زنجیر کھینچ

جان ہے وابستۂ اس پیدں کے ساتھ

میرے پہلو سے نہ اپنا تیر کھینچ

ذرا قفس سے قفس تو ملا دے ٹک صیاد

کہ تا اسیر کریں مل کے ایک جا فریاد

کسے جز خون دل مے خانے میں منظور ہے ساقی

مری آنکھوں میں تجھ بن دیدۂ ساغر ہے ساقی

آہ رونے پاک تیرا کس طرح آوے ہے

لخت دل جب چڑھا ہو دیدۂ تر ناک پ

یہ دل شوریدہ جب سے ساتھ ہے پر میں

شور منتشر ہے ہوا "قدرت" کی صنعت خاک پ

تجلی جلوہ چاہے تو صفائی سینہ پیدا کر

اگر دیدار کا طالب ہے تو آئینہ پیدا کر

ہے نالۂ شبانہ تیرا ، ، مستحق اثر

کیا بیست ہو جگر ، ادھر اثر کدھر اثر

چل بسے دنیا سے ' بن دیکھے ترا دیدار حیف
لے چلے حسرت بھرا ' یاں سے دلِ افگار حیف

صبح کے ہوتے ہی ' ہووے جس کی یہ حالت تباہ
آہ وہ بے چارہ پھر جیوے گا کیوں کر شام تک
کر چکا ہے کام اپنا ' یاں تو دردِ انتظار
جب تلک پہونچے ہے قاصد ' اِس بت خود کام تک
ہم نہ کہتے تھے کہ " قدرت " مت چمن کی راہ چل
لے گئی آخر ہوائے گل ' شکنجِ دام تک

رنگ کچھ اور ہی بدلتا ہے مرا بے تاب دل
ہے گھڑی آتش کا پرکالہ ' گھڑی سیماب دل

ہوا یوں پھر گئی ' اِس بزم میں اپنے نصیبوں سے
گنے جاتے ہیں اور سب دوست تیرے ' ایک دشمن ہم
شب ہجراں کو " قدرت " ! اس طرح ہم روز کرتے ہیں
کبھی سر کو پٹکتے ہیں ' کبھی کرتے ہیں شیون ہم

نسبت ہے ہماری تری ' جوں سایۂ و خورشید
جس جا نہیں تو ہم ہیں ' جہاں تو ہے نہیں ہم

تیرے جاں سوختہ ' خورشید قیامت کے تئیں
ہر سحر ' پنبۂ ناسور جگر کرتے ہیں

بھیج مت مرہم کافور تو "قدرت" کے حضور
یہ علاج اور بھی زخموں پہ اثر دیتے ہیں

ابرو تیرے کہتے ہیں کہ میں تیغ دو دست ہوں
عاشق کا یہ دعویٰ ہے کہ میں سینہ سپر ہوں
شایستۂ دنیا، نہ سزاوار ہوں دیں کا
اے وائے میں "قدرت"! نہ اِدھر ہوں نہ اُدھر ہوں

دل سے کہا سناں نے کہ سینے میں یاں رہوں
ناوک یہ پوچھتی ہے، بھلا میں کہاں رہوں
"قدرت"! بہ زیر خاک بھی آرام کب ملے
یہ درد و داغ ساتھ ہیں میرے جہاں رہوں

آگ اُس داغ کو لگیو نہ نمک سود نہیں
پھوٹے وہ آنکھ جو لخت جگر آلود نہیں
مرحبا آتش دوری کہ جلائے ایسا
جل بجھے سر سے تا پاؤں تلک اور دود نہیں
زخم پر زخم لگے، تب ہو تسلی دل کی
حوصلے پہ مرے اک زخم ابھی بودہ نہیں

شام کو دھوتا ہوں، سو خوں مژگاں سے آستیں
صبح خوں آلودہ ہے پھر چشم تر سے آستیں

تو بھی کم ابر بہاری سے نہیں اے چشم تر
کر دے اب رشک چمن خون جگر سے آستیں
لخت دل اور اشک، ہرگز خاک پر گرنے نہ دے
بھر لے اے "قدرت"! تو اِس لعل و گہر سے آستیں

جنوں تیرے ناخن مگر گھس گئے ہیں
کہ عقدہ ہوا ہے بہ کار گریباں
چھلکنے لگے، اشک گل گوں مژہ سے
پھر آئی ہے فصل بہارِ گریباں

قافلے کے قافلے، اس رہ میں جوں نقش قدم
ہو گئے پامال، تیرے حسرت پا بوس میں

بہ نہ کر مرہم سے، داغ سینۂ پر نور کو
کوئی بجھاتا ہے ارے ظالم چراغ طور کو
داغ نے دل کو مرے، تنہا نہ چھوڑا ایک دم
زخم سینہ سے سدا اُلفت رہی ناسور کو

نہ جا اس بزم سے ہرگز، جھٹک مت طرف داماں کو
نہ دے برباد اے ظالم! غبار خاک ساراں کو
ہوا دست جنوں سے تار تار، از بس کہ پیراھن
گریباں ڈھونڈھے ہے دامن کو اور دامن گریباں کو

تم نے تو منه چھپایا ، اِس زلف عنبریں میں

یه شام غم ہماری ، اب کس طرح سحر ہو ؟

میں رکھا ہے ابرو کماں کے نشاں کو

ہما! چھیڑیو مت ، مرے استخواں کو

گلوگیر ہے ، یاں تلک ناتوانی

که سینے سے لب تک نہیں رہ فغاں کو

اُڑائی زبس خاک ، ماتم میں دل کے

کیا ہم نے آخر زمیں ، آسماں کو

نوح! کشتی سے خبردار که یاں چھانی سے

مرہم تازۂ ناسور نہیں چھوٹے ہے

کس کی نیرنگی ؟ یه برق خانۂ مایوس ہے

جو شرر دل سے اُٹھا ، سو جلوۂ طاؤس ہے

صبر و طاقت تو کبھی کے کوچ یاں سے کر گئے

اب وداع ننگ ہے اور رخصت ناموس ہے

لے گئی یک بارگی ، گور غریباں کی طرف

جس جگہه ، جان تمنا سو طرف مایوس ہے

مرقدیں دو تین دکھلا کر لگی کہنے صبا

یه سکندر ہے ، یه دارا ہے ، یه کاؤس ہے

سینہ اُس کا ھے، دل اُس کا ھے، جگر اُس کا ھے
تیر بیداد جدھر رخ کرے، گھر اُس کا ھے
اُس گلی سے جو کوئی گذرے سو جی سے گذرے
دیکھ! اس راہ نہ چل، راہ گذر اس کا ھے
لخت دل، نوک مژہ پر نہ سمجھ اے ھمدم!
تخم غم، دل میں جو بویا تھا ثمر اُس کا ھے

نہ تھی تاب نگہہ، جب لگ گیا وہ دور آنکھوں سے
نہ ھونا چشم کا بہتر تھا ایسی کور آنکھوں سے
زباں ''قدرت'' کی ضعف ھجر سے از بس ھے لکنت میں
اشارت بات کی کرتا ھے جوں رنجور آنکھوں سے

کر اقلیم قناعت کا سفر، تا تجھ پہ روشن ھو
کہ چشم مور سے بھی تنگ تر، ملک سلیماں
لب ''قدرت'' سے جز فریاد کچھ ریزش نہیں کرتا
یہ کچھ شاعر نہیں ھے، اپنے دل کا مرثیہ خواں

نہ واقف کارواں سے ھوں، نہ کچھ آگاہ منزل سے
کیا میں وادی الفت کو طے، اک جذبش دل سے
گئے وے دن کہ بہتے تھے پڑے نالے ان آنکھوں سے
سر مژگاں تلک، اک اشک اب آتا ھے مشکل سے

غنیمت بوجھ ملنے کو، یہ عالم ایک افسوں ہے
کدھر فرہاد شیریں ہے، کدھر لیلیٰ و مجنوں ہے
تو کیا ساماں پوچھے ہے کہ تجھ بن کیونکر گذرے ہے
یہ سر ہے اور زانو، آستیں اور چشم پر خوں ہے

آساں نہ کٹے گی، یہ جدائی کی جو شب ہے
مشکل ہے، قیامت ہے، مصیبت ہے، غضب ہے

دل گم گشتہ خبردار! کہ یاں سینے میں
تیر بیداد سدا درپئے جاسوسی ہے

جس جگہ جلوہ ترا، مایۂ مدہوشی ہے
یاد میں اپنی اگر ہے تو فراموشی ہے
آہ یہ کون سی منزل ہے کہ رکھتے ہی قدم
نقش پا سے، مرے سجدے کو ہم آغوشی ہے

سرگشتہ، ترے لیے جہاں ہے — اے خانہ خراب، تو کہاں ہے
جو زخم کہ ہو چکے نہ ناسور — وہ زخم نہیں، وبال جاں ہے
جو نقش قدم ہے اس زمیں پر — آئینۂ حسن رفتگاں ہے
"قدرت"! ٹک کھول چشم عبرت — گر فکر سراغ رفتگاں ہے

اشک اب آنے ستي کچھ تھم رھے
لخت دل مژگاں پہ شاید جم رھے
اب تو اس منزل سے نہیں اُتھتے قدم
همرهاں ! آگے چلو تم ' هم رھے

هر آن اک ستم هے هر لحظہ اک جفا هے
کوچہ ترا هے ظالم ' یا دشت کربلا هے
ملتا نہیں کسي سے ' اس پر هے کیا مصیبت ؟
یا رب یہ دل همارا کس سے جدا هوا هے

هو گردباد جیدهر ' هم کو اُدهر هے جانا
صحرا میں گم رهوں کا یہ خضر رهنما هے [۱]

مائل

میر محمدی نام ' دهلي کے رهنے والے تھے - غزل گوئی میں ایک خاص انداز کے مالک هیں - قدرت‌الله قدرت کے شاگرد تھے -

اتنا میں مرکے دل سے ترے دور هوگیا
ایک دن بھي آکے تو نہ سر گور هوگیا

---

[۱] تذکرۂ مصحفي - گلشن بے خار - گلشن هند - نکات‌الشعرا - تذکرۂ میر حسن - سخن شعرا -

جلوہ کرنے مدرسے ھي میں تو اے جانا! نہ تھا
دیر بھي دیکھا تو ترا خاص خلوت خانہ تھا
حال کھنے کي نہ دي گریہ نے فرصت رات کو
آج پھر کہہ دو اسے ''مائل'' وہ کیا افسانہ تھا

بتوں سے مل کے گنواتا ہے دین و دل ''مائل''
یہ کافر، آہ خدا کا بھي ڈر نہیں کرتا

نالے کو هم نے ضبط کیا، ناصحا! تو کیا
منہ سے تو رنگ زرد، چھپایا نہ جائے گا

اشک کي طرح گرا جب، تو پھر اٹھنا معلوم
میں وہ افتادہ نہیں هوں کہ سنبھل جاؤں گا

معلوم کچھ نہیں، دل غمخوار کی خبر
کیا جانئے کہ کیا ہے مرے یار کي خبر
هو جا نہ رفتہ رفتہ، تہہ عشق کارگر
''مائل'' شتاب لے تو اس آزار کي خبر

کیا کیا کہوں میں تجھ سے دل زار کي هوس
مشہور ہے جہان میں بیمار کي هوس

عجب صحبت برار آتی ہے، ان دونوں کی آپس میں
جدا اک دم نہیں رہتے، جہاں ہو گُل وہیں بلبُل

سب یار ہیں تمہارے، اغیار ہیں تو ہم ہیں
آنکھوں میں یاں سبھوں کے، اک خار ہیں تو ہم ہیں
چنگا بھلا ہے تو تو، پیارے! تری بلا سے
آزار ہے تو ہم کو، بیمار ہیں تو ہم ہیں

"مائل" سے یارو، مرد مسلماں پہ، یہ ستم
اللہ کا بھی، اس بت کافر کو ڈر نہیں

پیاپے ساقیا! دے مجھ کو بھر بھر جام گلشن میں
کہ دونا لطف رکھے ہے، مے گل فام گلشن میں
مجھے آہ و فغاں، ان ہم صفیروں کا خوش آتا ہے
وگرنہ مجھ سے دیوانے کا ہے کیا کام؟ گلشن میں

نالے میں سب کے، فرض کیا میں اثر نہیں
اے آہ صبح! تو بھی تو کچھ کارگر نہیں

کچھ تعجب نہیں گر مر گیا "مائل" تیرا
یار کیا لگتا ہے انسان کے مر جانے کو

کہتا نہ تھا میں باز آ ہردم کی اس ہنسی سے
آخر گیا نہ ظالم! اک بے گناہ جی سے

حزیں

(میر) محمد باقر نام، دہلی کے رہنے والے تھے غزلوں میں شیرینی سے زیادہ گداز ہے، قریب قریب ہر صنف شاعری پر طبع آزمائی کی ہے - غزل کا خاص رنگ ہے - مرزا مظہر کے شاگرد رشید تھے - دیوان اُردو مرتب اور مکمل ہے لیکن کم یاب ہے [1] -

---

ہے کہاں قدرت ہمیں یاں تک، جو ہم سے ہوسکے
نعت پیغمبر کی یا اس شاہ حیدر کی ثنا
جس طرح جی چاہتا ہے، ہو نہیں سکتی "حزیں"
حضرت استاد یعنی شاہ مظہر کی ثنا

ہم نے آباد کیا خانۂ ویراں میرا
ہر مژگاں سے ہوا سبز بیاباں میرا

خوب سوجھا ہے مزا عشق میں سودائی کا
معتقد دل سے ہوں، اس دل کی میں دانائی کا

---

[1] گل رعنا -

یہ کہہ کر باغ سے رخصت ہوئی بلبل کہ یا قسمت
لکھا تھا یوں کہ فصل گل میں چھوٹے آشیاں اپنا

میں تو بندہ ہوں، تری جور و جفا کا لیکن
سخت دھڑکا ہے مجھے اس دل سودائی کا

شیریں نے دی تھی دل میں اگر کوہ کن کو جا
اس نے بھی جی کو دے کے، حق اس کا ادا کیا
نالاں نہیں ہے جور و جفا سے ترے "حزیں"
جو تو نے اس کے حق میں کیا سو بجا کیا

جو ہیں آنکھوں کے مخمور، ان کو مے خانے سے کیا نسبت
نگہ کے ہیں جو تشنہ، اُن کو پیمانے سے کیا نسبت
خبر لے یا نہ لے صیاد! ان کو دام میں مرنا
گرفتاروں کو تیرے آب اور دانے سے کیا نسبت

اس پر نہیں ہوا، یہ دل مبتلا عبث
ناصح! تک اُس کو دیکھ، مجھے مت ستا عبث

مری رنگیں کلامی کا ہے وہ گل پیرہن باعث
کہ ہو ہے بلبلوں کی خوش صفیری کا چمن باعث

"حزیں" ان شعلہ رخساروں سے مت جی کو لگا ہرگز
ہوئی آخر کو پروانے کے جلنے کی ، لگن باعث

وہ نگاہ مست ہے اِس چشم گریاں کا علاج
مے سے ہوتا ہے ، خمار مے پرستاں کا علاج

ریجھتا ہوں دیکھ کر الفت میں پروانے کی طرح
جی سے خوش آتی ہے مجھ کو اس کے مر جانے کی طرح
امتحاں نے کوہ کن کا ، کر دیا خانہ خراب
دیکھ لی شیریں کی ، ہم نے کام فرمانے کی طرح
نو بہار آئی "حزیں" اب کیجئے کیا جان کا فکر
بے طرح مجھ کو نظر آتی ہے دیوانے کی طرح

دیکھنے میں اس کے ، کب آتی ہیں ایسی صورتیں
دیکھ کر تجھ کو ، نہ ہو آئینہ حیراں کس طرح

یہ شانہ زلف سے تیری ہے ، مو بہ مو گستاخ
نہ کر تو آپ سے ظالم! ہر ایک کو گستاخ

کون دے گا ؟ دیکھ ! اس منہ کو دل مضطر کی داد
لی نہیں جائے گی محشر میں بھی ، اس کے خون کی داد

گوارا ہوگیا دل پر ہمارے ' جور یار آخر
ہمیں رنج و الم سے ہوگئی صحبت برآر آخر

نہ ہو اے باغباں بلبل کو مانع گل کے ملنے سے
نہیں رہنے کی گلشن میں بہار آخر سدا ہرگز

خوب رو شاید مزا پاتے ہیں اپنے جور سے
اس قدر جو ' ان کو ہوتی ہے ستانے کی ہوس

شیشۂ دل کیوں نہ ٹوٹے عشق کے صدموں سے ہائے
اس بچارے کو ہے ' اس بار گراں سے اختلاط

بے خبر ہوتے ہیں جو کہ ' عشق کی لذت ستی
وہ نہیں رکھتے ' مزے سے زندگی کی اطلاع

یہ تجلی حسن کی تیرے ' کہاں پاتی ہے ؟ شمع
دیکھ کر تجھ کو خجالت سے پگھل جاتی ہے شمع

بجھ گیا تھا مرگ سے مجنوں کی ' الفت کا چراغ
داغ نے میرے ' کیا روشن محبت کا چراغ

خجل رکھتی ہے ہم کو ناتوانی، جور جاناں سے
یہ تھوڑا سا لہو اس تیر مژگاں کے نہیں لائق

نہ ہوتا اس قدر خوباں میں، گر وہ تند خو نازک
تو کب ہوتی؟ ہماری شاعری کی گفتگو نازک

آئی ہے نوبہار، دھڑکتا ہے دل کہ ہائے
پھر شور و شر کرے گا یہ خانہ خراب دل

دے کر دل اپنا، کیوں عبث افسوس اب کھاتا ہے دل
جاتا رہا جب ہاتھ سے پھر ہاتھ کب آتا ہے دل

فصل گل آخر ہوئی، کیا دیکھ ہوں گے شاد ہم
کچھ کرو اے صیاد! اب ہوں گے نہیں آزاد ہم

اس بے وفا کے عشق سے کچھ مجھ کو حس نہیں
پاؤں تلک بھی ہائے مجھے دسترس نہیں
جس دن سے میں سنا ہے کہ آخر ہوئی بہار
اس دن سے چھوٹنے کی مجھے کچھ ہوس نہیں

کچھ کہا شاید اس نے قاصد سے
دل پہ میرے ، وہ اضطراب نہیں

نہ وصل میں اسے راحت نہ ہجر میں آرام
کسی طرح سے "حزیں" دل کے تئیں قرار نہیں

لطف سے سر سبز کر اپنے محبت کا چمن
خشک رہتا ہے وفا بن ، جان الفت کا چمن
خاک پر میرے ترشح مت کر اے ابر بہار!
ہو رہا ہے اشک سے سیراب حسرت کا چمن

بے طرح دیوانگی پر ، عشق میں آیا ہے دل
دیکھئے ! اب زندگی کا کیا ؟ مرے اسلوب ہو

حال اے قاصد مرا ، جو کچھ کہ تو جاتا ہے دیکھ
اس طرح سے اس سے مت کہیو کہ وہ محجوب ہو

کچھ محبت میں نہیں ، عاشق بچاروں کا گناہ
دل کی گردن پر ہے سب دن ، دل کے ماروں کا گناہ
عاشقوں کے دل میں کب ہے ؟ صبر کی طاقت "حزیں"
نوحہ کرنے میں نہیں ، ان بے قراروں کا گناہ

میں چاھتا ھوں عشق چھپاؤں ' یہ کیا کروں
رسوا کرے ھے خلق میں ' یہ چشمِ تر مجھے

کچھ کٹتے وصل میں ' کچھ ھجر میں گھڑیاں گزرے
کیا میری عمر کے اوقات ' پریشاں گزرے

راحت نہ دل کے ھاتھ ' میں پاؤں گا ایک دم
جب تک کہ میرے ساتھ یہ خانہ خراب ھے

" حزیں " میں درد دل کا ' کس طرح ظاھر کروں اس سے
مجھے کہتا ھے ' " تیری بات مجھ کو خوش نہیں آتی "

وفا میری ' اگر جور و جفا تجھ کو نہ سکھلاتی
تو کیا آرام سے ؟ یہ زندگی ھائے کٹ جاتی [۱]

لطف

مرزا علی نام ' ان کے والد کاظم بیگ ' استرآباد (ایران) کے رھنے والے تھے ' مرزا کاظم بیگ نادرشاہ کے ساتھ ھندوستان آئے تھے اور دربار میں داخل ھوئے فارسی کے اچھے شاعر تھے -

---

[۱] انتخاب حسرت -

"لطف" نے عرصہ قلیل میں اُردو میں ایسی مہارت پیدا کی کہ ان کا شمار استادوں میں ہونے لگا - سلاست کے ساتھ جذبات تغزل کا اظہار کرتے ھیں زبان کا بھی لطف ھے اور محاورہ بندي کا بھي - انہوں نے اکثر ترکیب اور مضمون فارسی سے لیکر اُردو کو مزین کیا ھے - تذکرہ گلشن ھند نہایت تحقیق سے لکھا ھے [۱] -

پاس ناموس محبت، فرض ھے پروانہ وار
شمع ساں، سوز شب ھجراں زباں پر لائیں کیا
بلبل و گل میں وہ جوشش، سرو قمری میں یہ ربط
گلستان دھر میں، پھر دل کے تئیں الجھائیں کیا

چمن کو کل، جو تري مے کشی کا دھیان رھا
ھر ایک پات کے کھڑکے پہ، گل کا کان رھا
جو عمر خضر ھو شاید، تو وصل ھوے نصیب
یہ زندگي جو تھي، اس میں تو امتحان رھا

نہ کر، اے بلبل دل سوختہ! صیاد کا شکوا
کہ جاں بازوں کے دیں میں کفر ھے، جلاد کا شکوا
نہیں شیریں پہ کچھ موقوف، یہ قسمت کي خوبی ھے
زبان تیشہ سے کوئی سنے فرھاد کا شکوا

---

[۱] گل رعنا -

ایک دن ، حالِ دلِ زار نہ دیکھا نہ سنا
سچ تو یہ ، تجھ سا بھی دلدار نہ دیکھا نہ سنا
دیکھ کر نبض مری ، رو کے لگا کہنے طبیب
کبھی میں نے تو یہ آزار نہ دیکھا نہ سنا

ہے اس شدت سے ، رنگیلی کوئے یار کا چرچا
کہ بھولا عندلیبوں کو گل و گلزار کا چرچا
ڈھکا رہ جائے اسرار محبت ، تو غنیمت ہے
ہوا ہے اب حکیموں میں ، مرے آزار کا چرچا
ہمیں نے یار کے چرچے سے یہ فرصت ، کہاں ہمدم ؟
کہ اب دن رات بیٹھے کیجئے اغیار کا چرچا

زہے غفلت ! کہ ہم دنیا کو بزمِ عیش سمجھے تھے
کُھلی چشمِ حقیقت بیں ، تو کام اپنا نکلا
نہ کر اے ''لطف'' ناحق رد و وارِ دہر سے حُجت
یہی رستہ تو کہاں پھر ہے لعنے تو بنا نکلا

فرہاد سا نہ رنگ ، نہ مجنوں سا کیا حال
کس منہ سے آئے بھیجئے پیغامِ منت

کیوں کر نہ بھلا ہمدم ، ہو زندگی اب مشکل
ہیں دل میں تو سو باتیں اور عرضِ طلب مشکل

اک آہ کے کرنے کو سو چاہئیں تمہیدیں
کس سے کہیں؟ حال دل ، ہے آہ عجب مشکل
دو لاکھ بہانے ہوں ، نت روئیے دو آنسو
دو دن کا ہوا جینا ، ہم کو تو غضب مشکل

میں کیا ہوں باختہ رنگ ، اُس شعلہ رو کے آگے
مہتاب کے بھی منہ پر ، چھٹتی ہوائیاں ہیں
طاقت حباب ساں ، اک نظارہ کی ملی ہے
ان فرصتوں پہ ظالم یہ خود نمائیاں ہیں
اے "لطف" ! اس غزل پر کہنا بقول سودا
یہہ عاشقی نہیں ہے زور آزمائیاں ہیں

او میاں تیغ والے ! اور اک زخم
کب سے ہم ایڑیاں رگڑتے ہیں
برگ گل ، جس نمط خزاں میں جھڑیں
لخت دل ، یوں مژہ سے جھڑتے ہیں
بس غم یار ! اب نبڑ جلدی
ورنہ اب یار ہی نبڑتے ہیں

تم ہو ، بزم عیش ہے واں ، اور صحبت داریاں
ہم ہیں کنج غم میں یاں اور جان سے بے زاریاں
تم کو سیر باغ و گل گشت چمن کا واں ہے شوق
یاں بدن پر ہے ہجوم داغ سے گل کاریاں

دھیان ہے آرایش زلف پریشاں کا تمہیں
یاد ہیں حال پریشاں کی مرے کچھ [illegible]

یاں بہ رنگ پیکر تصویر ہم خامش ہیں
گفتگو کی تم دکھاتے ہو وہاں [illegible]

نہیں یہ شیشہ مت اے محتسب مچا دھوم میں
دھرا ہے آبلۂ دل ہمارے پہلو میں

سب اپنی چشم میں طوفان نوح تو ہو قطرہ
نہاں ہے یاں وہی عالم ہر ایک آنسو میں

اگرچہ فرق زمیں آسماں کا ہے تاہم
ملے ہے وضع فلک کی بہت ترے خم میں

گذر جا سر سے مانند قلم کی ہے جو شاعری
نہ آساں سمجھیو پاں سیہ بختی [illegible]

کبھی تو خاک ساروں کا بھی غم خانہ کر معمور
نہیں گو کچھ بھی نقش بوریا تو ہے [illegible]

کیا ہم نے تو ترک مدعا کو مدعا اپنا
خدا توفیق بخشے نیک جو سمجھے [illegible]

نہیں معلوم کیا اس سینۂ سوزاں میں پنہاں ہے
کہ ہر تار نفس جوں رشتۂ شمع آج سوزاں ہے

سري طرز سخن، پهنچي کهيں اے ''لطف'' گلشن ميں
نئے انداز سے، بلبل چمن ميں اب غزل خواں ھے

جس دن سے ھم، جنوں کے ھيں داماں لگے ھوئے
دامن کي جا، يہاں ھيں گريباں لگے ھوئے
الله رے قيد خانهٔ هستي، کہ دم کے ساتھ
ھر اک قدم پہ لاکھوں ھيں زنداں لگے ھوئے
بارے! چھٹے اسير بلا، اُس گلي ميں آج
ھيں تودہ هائے گنج شہيداں، لگے ھوئے
بيمار کا ترے، تو کھلا حال بعد مرگ
سينے ميں زخم تھے کئي، پنہاں لگے ھوئے
رکھ! سوچ کر قدم مري وادي ميں گردباد،
پاؤں سے اپنے ھيں يہ بياباں لگے ھوئے

خورشيد کي بھی آنکھ فلک پر جھپک گئي
تک جو گرہ نقاب کی اس کے سرک گئي

سب کنارہ گير، اپنے اور بيگانے ھوئے
اب کي فصل گل ميں ھم، بے طرح ديوانے ھوئے
سنتے ھيں، کي محتسب نے بيعتِ دست سبو
مژدہ، مے نوشاں! کہ پھر آباد مے خانے ھوئے

وہ خودفروش آگيا بارے چمن ميں، کل
بوئے خودی، نکل گئی گل کے دماغ سے

ہووے، فضائے ہستی مرجھوم کا پا
کلبۂ عدم میں کاٹتے تھے دن فراغ سے؟

گردش چشم بتاں کے، بس کہ ساغر نوش تھے
گردش گردوں کو، ہم کہتے تھے گردش جام کی
جب سے کھینچا "لطف" رنج فرقت یار و دیار
اب ہوئی معلوم، مصلحت گردش ایام کی

کیوں دل پہ مرے جادو، ان آنکھوں کا نہ چل جائے؟
جس پر کہ پڑے آنکھ، سو دیوانہ سا بن جائے
بے چین بہت "لطف" کی ہے دل سے طبیعت
اللہ کرے، آج وہ روٹھا ہوا من جائے

اِدھر سے جتلی یگانگت کی، اُدھر سے اتنی ہوئی جدائی
بڑھائی تھوڑی سی جب اِدھر سے، بہت سی تم نے اُدھر گھٹائی
نہ ہم سے بگڑو نباہ دو جی! نہیں ہے کچھ تم کو دھیان اس کا
کہے گی خلقت، کہ ہوچکی بس، وہ دیکھو دونوں کی آشنائی

(رباعیات)

جلوت سے کبھی بزم، صنم پر دیکھو؟
یوں جام کبھی جم سے، نہ منجم پر دیکھو
ہر آئینہ، آئینہ محفل کا نہ ہوئے
کہتا ہے سکندر سے، نہ منہ پر دیکھو

منہ رکھتے ہیں کیا ؟ صاحب تاج و دیہیم
جو خاک نشینوں کے تئیں جانیں سقیم
ہم ' آنکھ اُٹھا دیکھیں نہ گردوں کی طرف
گر خم نہ ہو ماہ نو برائے تعظیم [۱]

رنگیں

(مرزا) سعادت یار خاں نام ' ان کے والد مرزا طہماسپ بیگ توران کے رہنے والے تھے ' لاہور آئے اور نواب حسین‌الملک کی سرکار میں ملازم ہوئے -

رنگیں سرہند میں پیدا ہوئے ' دھلی میں تربیت پائی شہ سواری ' تیراندازی میں کمال تھا ' گھوڑوں کے بہت اچھے معالج تھے ' اکثر شاہزادوں کے مصاحب رہے ' کبھی کبھی تجارت بھی کرتے تھے ' شوخی اور بذلہ سنجی میں مشہور تھے ' زبان کے چٹخارے زیادہ ہیں ' لیکن مضمون آفرینی سے بھی نہیں چوکتے ' کلام میں گداز بھی ہے -

تصانیف میں چار دیوانوں کا مجموعہ ہے دواوین کے نام ریختہ - بیختہ - آمیختہ - انگیختہ ہیں ان کے سوا اور بھی کتابیں ہیں -

ایجاد رنگیں - فرس نامہ - رنگین نامہ - مجالس رنگیں - مثنوی دل پذیر - اپنی اپنی جگہہ پر مقبول اور قابل قدر ہیں - ایجاد

---

[۱] گلشن ہند - دیوان لطف -

رنگیں میں چھوٹی چھوٹی حکایتوں کے ذریعہ سے اخلاق کی تعلیم دی ہے - حاتم کے شاگرد تھے - سنہ ۱۲۵۱ ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کر اپنے دل میں تو انصاف ، میں روٹھا رہوں کیوں کر ؟
گلے میں ڈال کر بانہیں منانا تیرا ، یاد آیا

تا حشر رہے ، یہ داغ دل کا   یارب ! نہ بجھے چراغ دل کا

کیا کرتے ہو ناصح ! تم نصیحت رات دن مجھ کو
اسے بھی ایک دن تم جا کے سمجھاتے تو کیا ہوتا ؟

کھینچ لائی ہے اسے ، اے کشش دل تو یہاں تک
بارے صد شکر کہ تجھ کو بھی یہ مقدور ہوا

قسم ہے ایک عالم کو ، رُلا دیتا ہے اے "رنگیں"
وہ اُس کی جھڑکیاں کھانا ، [illegible]

جو لکھا تھا ، اُس نے ، وہ تو پڑھ لیا اے نامہ بر
اب یہ جی میں ہے نہ لیں حرف زبانی کا مزا
لذت اُس کے تیر کی ، "رنگیں" ! بیاں کس سے کروں ؟
میں نے پایا ہے کچھ ، اُس درد پنہانی کا مزا

---

[۱] مہر جہاں تاب -

پابوس یار کي همیں حسرت هے اے نسیم!
آهستہ آئیو تو همارے مزار پر

رهروانِ عدم، ذرا ٹهہرو!
هم بهی چلتے هیں ساتھ، دم لے کر

راکھ کا اک ڈهیر دیکها اور کچھ پایا نہ خاک
اپنے سینے میں بہت سی، میں نے کي دل کي تلاش

مجھ سے هے کعبہ و بت خانے کي یارو! رونق
نظر آتا هے مجھے دونوں جگہ جلوهٔ حق

کل شام کو، ''رنگیں'' سے کہیں آنکھ لڑی تھي
سر کے نہیں وہ، روزن دیوار سے اب تک

زاهد! بتا کہ کعبے میں کیا دیکھتا هے تو؟
جاتے هیں دیر میں تو صنم دیکھتے هیں هم

تو نہ گزرے گا جفا سے تو، یار!
جان سے اپني گزر جائیں گے هم
تیري دهلیز پر، اپنے سر کو
ایک دن کاٹ کے دهر جائیں گے هم

دم کہیں لیں گے نہ پھر، تابہ عدم
تیرے کوچے سے اگر جائیں گے ہم
زیست باقی ہے، تو اپنا "رنگیں"
نام اس عشق میں کر جائیں گے ہم

گرم اِن روزوں میں، کچھ عشق کا بازار نہیں
بیچتا دل کو ہوں میں، کوئی خریدار نہیں

دل وہ کیا دل ہے کہ جس دل میں کوئی یار نہیں
یار کیا یار ہے جو یار کہ دلدار نہیں
غم وہی غم ہے کہ جس غم سے بھرا ہو سینہ
سینہ کیا سینہ ہے جو سینہ کہ افگار نہیں

ہم رہے کنج قفس میں، فصل گل جاتی رہی
اب، کہو چشم رہائی کیا رکھیں صیاد سے؟

چاہ کر ہم اُس پری رو کو جو دیوانے ہوئے
دوست، دشمن ہو گئے اور اپنے، بیگانے ہوئے
پھر نئے سر سے یہ جی میں ہے کہ دل کو ڈھونڈھئے
خاک کوچے کی تبھی، مدت ہوئی چھانے ہوئے

دل کو کوئی کس طرح سنبھالے
یاں جان کے پڑ رہے ہیں لالے

روح نے جسم پر ' گرانی کی   اب یہ حالت ہے ناتوانی کی

خوب ہے ایک سے ' دنیا میں جو محبوب ہے
پر جو ہم نے خوب دیکھا تو وہی کچھ خوب ہے

ہر گھڑی دھیان اُدھر ' اے دل نادان نہ جائے
ہے یہی خوب کہ یہ بات کوئی جان نہ جائے
جوش سودا میں تو واشد نہیں ہوتی دل کو
جب تلک ہاتھ مرا ' تابہ گریبان نہ جائے

تشنہ کاموں کو بھی کرنا ' ایک دو قطروں سے یاد
جب کہ تو لبریز ساقی ! ساغر صہبا کرے

" رنگیں " اک وضع پر گذارا نہ ہوا - دنیا میں آہ
گذرا جو کچھ ' وہ پھر دوبارا نہ ہوا - ہر شام و پگاہ
چاہا ہم نے بہت نہ چاہا اس نے - مجبوری ہے
چاہا اس کا ہوا ' ہمارا نہ ہوا - اللہ اللہ

رباعی

اے موجب عیش و شادمانی پھر آ
اے باعث لطف زندگانی پھر آ
میں ہوں ترے بن، چشم خوباں میں ذلیل
پھر آ تو اب اے میری جوانی پھر آ

نمونہ مثنوی ایجاد رنگین :—

حمد باری

ہوسکے ہے حمد کیا، اس پاک کی
پاک کی، جس نے یہ صورت خاک کی
سوخت ہوں جس جا، ملائک کے بھی پر
اس جگہہ میں کر دیا اس کا گذر
یاں تلک رتبہ دیا اس خاک کو
کر دیا فرماں میں عزت افلاک کو
واقف اسرار اس کو کر دیا
تھا جو نور معرفت، سو بھر دیا
گنج مخفی میں جو تھا اسرار غیب
اس پہ ظاہر کر دیا بے شک و ریب
پھر "نفخت فیہ" فرمایا اسے
جز بشر یہ حکم آیا ہے کسے
بے ستوں، برپا کیا افلاک کو
اور پانی پر بچھایا خاک کو

---

[1] انتخاب حسرت ـ

پھر پکڑ نے جب لگا وہ رنگ فرش
کوہ کے، اس پر رکھے تب سنگ فرش

صانع قدرت نے جس دم کی رقم
صفحۂ تقدیر پر لے کر قلم

کن کے کہتے جس گھڑي بنیاد کی
صورت کون و مکاں ایجاد کي

عاشق و معشوق کو پیدا کیا
ایک اوپر، ایک کو شیدا کیا

طوق قمري کي دیا گردن میں ڈال
سرو کا، دل میں رکھا اس کے خیال

کر دیا خاکستري، اس کا لباس
اس کو بھي آزاد رکھا ہے اُداس

شمع کا جو کچھ کہ ہے سوز و گداز
دل پہ پروانے کے کھولا اس کا راز

یہ ادھر جلتا ہے اس پر ہر گھڑی
دیکھ کر روتي ہے اس کو وہ کھڑي

کر دیا معشوق ہر ایک گل کو پھر
عاشق اس کا کر دیا بلبل کو پھر

وہ تو ہے نالاں اُسی کے شوق میں
ہے گریباں چاک وہ بھي ذوق میں

اپنا مظہر، پھر محمد کو بنا
نور سے اپنے اُسے پیدا کیا

کیا کہوں؟ نعت اُس شہ لولاک کي
جس کے باعث ہے، یہ عزت خاک کي

اس کي هستي کا نه هوتا گر سبب
تو یه مخلوقات ، کچھ هوتي نه تب

حکایت طوطا

ایک طـوطا بولنے میں طاق تھا
اس کا پـڑھنا شهـرۂ آفـاق تھا
شعر اچھے ، یاد تھے اس کو هزار
اور لـطـیـفـے بـولتا تھا بے شمار
پوچھتا جو اس سے جو کچھ ، وہ شتاب
بات کا اس کے وهیں دیتا جواب
هر سخن اس کا تھا ، مصري کی ڈلي
بات اس کی سب کو لگتی تھي بھلی
گھولتا تھا قند ، هر اک بات میں
سو اُپج لیتا تھا ، دن اور رات میں
کیا کہوں وصف ؟ اس کی میں تقریر کا
تھا وہ مشغولہ جـوان و پیـر کا
مالک اس کا ، ایک اهل هند تھا
پر بهت بد وضع مرد رند تھا
اپنے افـعـالـوں سے هـوکـر منفعل
ایک دن رونے لگا ، وہ سنگ دل
بولا طوطا ، بے سبب روتا هے کیوں ؟
تو خلاف عادت ، اب روتا هے کیوں ؟
بولا وہ ، اے مرغ دلکش خوش نوا
دردعصیاں کی دوا مجھ کو بتا

کہہ، تو تو ، اس درد کو کہتا ہے کیا
ہوسکے مطلق نہ جس کی کچھ دوا
بولا طوطا جو ہیں دکھ ، دنیا میں آج
کوئي اُن میں تو نہیں ہے لا علاج
اور لگا کہنے کہ یہ آ سان ہے
جو نہ جانے اس کو ، وہ ان جان ہے
آج تک تو ہیں کھلے ، توبہ کے در
حق سے ڈر کر ، دل میں استغفار کر
جب خدا نا کردہ ، ہو جاویں گے بند
تب نہیں ہونے کي توبہ سود مند
غرق گو عصیاں میں ہے ، سرتا بہ پا
پر اُمید عفو سے ، مت ہاتھ اُٹھا
کچھ خلل اپنے نہ لا ، اوسان میں
ہے لکھا '' لا تقنطو'' قرآن میں [ا]

نثار

محمد امان نام ، سعادت‌الله معمار کے بیٹے اور '' اُستا '' معمار کي اُولاد میں تھے ، جامع مسجد دھلي اِنھیں کی بنائي ہوئی ہے - دھلي کے رھنے والے تھے -

دھلي پر جب آفت آئي تو یہ لکھنؤ چلے آئے ، یہاں ان کي عزت ہوئي - غزل کي ضروریات ، کلام میں موجود ہیں الفاظ

[ا] نسخۂ قلمی ایجاد رنگین -

..وانی سے زیادہ لاتے ہیں، اپنے رنگ خاص کے استاد ہیں، شاہ
حاتم کے شاگرد تھے -

گھوارے میں آپ اپنے، وہ جھولے تھے شب و روز
انسان میں یہ دم، نہیں آتا ہے نہ جانے
ہے نام "نثار"! اپنا حقیقت میں بھلا یہ
اور اسم شریف اس کا جو پوچھو تو ہے دانے

اک ایک سے کہا کہ مجھے چاہتا ہے یہ
خانہ خراب تو مرا پردہ اٹھا گیا
اس سر زمیں پہ لاکے مجھے، آج آسماں
سجدے کو تیرے نقش قدم کے، بٹھا گیا

کیا فسوں تونے خدا جانے، یہ ہم پر مارا
تجھ سے پھرتا نہیں دل، ہم نے بہت سر مارا

تجھ سوا کوئی نہیں عشق بتاں میں یارب!
زور بازو کا بھروسا ہے نہ زور کا تکیہ
ضعف کا کام کھنچا، اب تو بہت دور "نثار"
پنبۂ داغ کیا ہم نے، جگر کا تکیہ

بگڑ نہ مجھ سے ' میں دیکھوں ہوں پاک نظروں سے
کچھ اور جی میں نہ لے جا ' کدھر گمان گیا

اچھا نہ ہوگا بیمار ' اُس چشم سرمہ سا کا
بس اے طبیب بس کر ! دیکھا اثر دوا کا
اقبال زخم سینہ ' ہے بر سر ترقی
شاید کہ تیر تیرا ' رکھتا تھا پر ہما کا

ہوگئی عید مرے کلبۂ احزاں میں " نثار " !
اس صنم کو جو مرے گھر میں خدا لے آیا

غیر ہمدم ہو گیا اور ہم ہوے دم میں جدا
واہ وا اے چرخ برہم ! کیا کیا تھا ' کیا ہوا

ہے جو سینے میں جگر ' دھکے ہے انگارا سا
دل جو پہلو میں ہے ' بے تاب ہے وہ ' پارا سا
دل کہیں ' دیدہ کہیں ' جی ہے کہیں ' جان کہیں
گردش چرخ میں ہر ایک ہے ' آوارا سا

ہم چھین لیں گے آئینہ ' مت دیکھ اپنی انکھڑیاں
اے شوخ تو بیمار ہو ' کیوں کر یہ دیکھا جاے گا ؟

کہتا ہے یار مجھ سے ' تو ساتھ مت پھرا کر
میں بھی خراب ہوں گا ' تو بھی خراب ہوگا

دل سے ترا خیال ' کوئی کیا اُٹھائے گا
یہ نقش کالحجر ہے ' اسے کیا مٹائے گا
میری طرح دیا ہے جسے حق نے داغ عشق
کس واسطے چراغ ' وہ گھر میں جلائے گا

حیف صد حیف ' ہمیں بھول گئے بندہ نواز
ایک پرزہ نہ کسی روز رقم فرمایا

منظور ہے جو تم کو ' ہم زخمیوں کا جینا
تار نگہ سے پیارے ؛ سینے کے زخم سینا
گو عید کو نہ آئے تو بعد ہی کو ملئے
اے رشک ماہ ! خالی جاتا ہے یہ مہینا

گالی رہی اُدھر سے ' اِدھر سے دعا رہی
اُس کا رہا یہ قول ' ہمارا یہ ڈھب رہا
جانے دے مال و جان ' دل و دیں گیا تو جائے
اپنی جو ایک آن رہی یاں ' تو سب رہا

خبر رهی نه مجھے تن بدن کی اپنے جب
مری خبر کے لئے ' تب وہ بے خبر آیا
پھرے تھا دامن صحرا میں ' جیب چاک کئے
" نثار " شہر میں آیا ' تو راہ پر آیا

کس جفاکار سے ہم ' عہد وفا کر بیٹھے
آخر اس بات نے ' اک روز پشیمان کیا
آج بولا وہ صنم مجھ سے ' مبارک ہو " نثار "
تیری مشکل کو خدا نے ترے ' آسان کیا

چھوڑا جو کام باقی ' پھر جیب میں رفو کا
اے پنجۂ جنوں ! ہم جانیں گے تجھ کو چوکا
وہ خود بہ خود جو یاں تک آوے ' تو زندگی ھے
ہم کو تو اب نہیں ھے ' مقدور جستجو کا
کیا قہر ھے ؟ میں جس کی دیدار کا ھوں تشنہ
وہ تشنہ ھو رہا ھے یارو ! مرے لہو کا

اُمید شفا ھے لب جاں بخش سے ' اس کو
شرمندۂ عیسےٰ نہیں بیمار تمہارا
ھے نام رھائی سے جسے ننگ ' جہاں میں
محبوس سو وہ کون ؟ گرفتار تمہارا

دل گرا چاہ زنخداں میں، سنبھالا نہ گیا
سامنے آنکھوں کے ڈوبا، پہ نکالا نہ گیا

صورت لکھوں کہ ناز لکھوں یا ادا لکھوں
مانی کہے ہے دیکھ تجھے، آہ کیا لکھوں؟

شاید کہ اُس گلی میں کسی سے لڑی ہے آنکھ
یاں بیٹھنا "نثار" ترا بے سبب نہیں

عید کا چاند ہوگئے ہو تم کب سے؟ ہم انتظار بیٹھے ہیں

اس شوخ ستم گر سے ابھی یار ہوئے ہیں
ہم تازہ مصیبت میں گرفتار ہوئے ہیں

کچھ بات "نثار" اُس کی نگاہوں کی نہ پوچھو
یہ تیر، کلیجے کے مرے، پار ہوئے ہیں

روبرو ہوتے ہی اُس کے، عقل ہوجاتی ہے گم
کچھ کا کچھ بکنے لگوں ہوں، بات بن آتی نہیں
آہ کس بے درد، بے پروا کے ہم پھندے میں ہیں
سیکڑوں مرتے ہیں، اس کو ایک کا بھی غم نہیں

نے دھواں دل سے اُٹھے ' یارو ! نہ پروانہ جلے
آتش خاموش ہوں ' مانند گلزار چمن
بلبل رشتہ بہ پا ' لٹکے ہے شاخ گل سے آج
سخت الجھیڑے میں ہے ' یارب ! گنہ گار چمن

جگر پہ ' عشق یہ کہتا ہے ' داغ دیتا ہوں
شب فراق ! میں تجھ کو چراغ دیتا ہوں

رات بہکی جو زباں ' یار کی ' مے نوشی میں
جو نہ کہنا تھا کہا ' عالم بے ہوشی میں
خط مرے یار نے ' واں جاکے لکھے سب کو "نثار"
رہ گئے ایک ہمیں ' ہائے فراموشی میں

اشک ہوئے ہیں اب تو ایسے ' ہم کو بہائے دیتے ہیں
تختی کیسی؟ حیف یہ لڑکے ' دھوکے مٹائے دیتے ہیں

بہت کیوں لگ چلے اس سے ' جو ناحق جھڑکیاں کھائیں
وقار اپنے کو ' ہم نے کھو دیا بے امتیازی میں

شعلہ و پرانہ کا سا ' میرے اس کے ربط ہے
آشناؤں کا نہیں یارو ! میں شب کا یار ہوں

مہتاب نے دیکھا ہے جو اُس پردہ نشیں کو
بدلی میں سے وہ جھانکے ہے، چھپ چھپ کے زمیں کو

یارو؟ مجھے سنا کے نہ تم اس کا نام لو
سر پھوڑ مر نہ جاؤں، مجھے پہلے تھام لو

لڑاتا ہے جو آئینہ سے وہ آنکھیں، لڑانے دو:
اگر آتا ہے اپنے دام میں آپھی، تو آنے دو
ہمارا ہاتھ مت پکڑو، بہار آئی ہے جانے دو
گریباں کی، ہمیں اب دھجیاں یارو، اُڑانے دو

بد عہد ہو، بد قول ہو، گم راہ تمہیں ہو
ہاں سچ ہے کہ جھوٹوں کے شہنشاہ تمہیں ہو

کہاں رہا ہے مجھے؟ اپنے تن بدن کا ہوش
ہوا ہوں مست، تری پر خمار آنکھوں سے

رخ پر جو ترے، زلف سیہ فام نہیں ہے
یہہ صبح قیامت ہے، اسے شام نہیں ہے
ہر صبح، ترے در پہ نہ آبیٹھوں میں کیوں کر
ناچار ہوں، مجبور ہوں، آرام نہیں ہے

غنچہ ساں، اپني زباں لال ھے لاچاری سے
بول سکتے نہیں کچھ، دل کي گرفتاري سے

مژگاں پہ، جو انگشت نما لخت جگر ھے
اس ماہ سے، یہ آنکھ لڑانے کا ثمرا ھے

شوق پروانہ کو اب مژدۂ مایوسی ھے
کیونکہ وہ پردہ نشیں شعلۂ فانوسي ھے

سینہ کاري جوں نگیں، یارو، ھمارا کام ھے
کوہ کن کی طرح، اپنا بھی جہاں میں نام ھے

یاں تو جلدی ھے جي سے جانے کی دیر ھے بس تمھارے آنے کی
صورت نقش پا "نثار"! اُسے آرزو ھے مرے مٹانے کی

تو غیر کے گھر جاکے بغل گرم کرے ھے
مرتا ھے جو تجھ پہ، وہ دم سرد بھرے ھے

جل بجھے سینے میں دل، لیکن نہ نکلے منھ سے آہ
در مقفل کر کے، میں گھر کو جلادوں تو سہی

وہ سوئے خواہ جاگے، جاویں گے کام کر کے
سرکیں گے ہم تو اپنا قصہ تمام کر کے

اتراؤ بہت، نہ پان کھا کے باتیں نہ کرو چبا چبا کے

گریہ و نالہ و فریاد و فغاں رکھتے ہیں
عاشقوں میں ہیں، ترے ہم سروساماں والے

کہتا ہے مبارک، کوئی کہتا ہے سلامت
ہے روٹھ کے ملنا بھی، ملاقات مزے کی

اے ہم نشیں! تمنا مت پوچھ میرے جی کی
اظہار کیا کروں میں، ہے آرزو کسی کی

ہم کو تو یاد کوئی غزل ہے، نہ فرد ہے
مصرعہ ہے ایک یاد، سو وہ آہ سرد ہے

جوں سایہ، ساتھ ساتھ پھروں کیوں نہ یار کے
ہوں اختیار میں، دل بے اختیار کے
تارے جو گن رہا ہوں جدائی کی رات میں
گویا کہ ہوں عذاب میں روز شمار کے

لبریز فغاں، ہجر میں تاچند رہوں میں
یہ عمر کا ساغر، کہیں اب جائے چھلک بھی

جگر تو ٹکڑے ہوا، تیغ غم سے کٹ کٹ کے
خدا کرے نہ کسی کا کسی سے دل اٹکے
ہر ایک تار میں، افسوں جدا جدا ہے دلا
ہزاروں یاد ہیں زلف نگار کو لٹکے
نہ سوکھ سوکھ وہ کانٹا ہو کس طرح سے "نثار"
کہ جس کے دل میں سدا خار غم پڑا کھٹکے

بے کار کبھو رات کو بھی میں نہیں رہتا
جوں شمع، مجھے تا بہ سحر مشق فنا ہے
کیا قہر ہے ہم دیکھ کے خوش ہوتے ہیں جس کو
سو اس کی یہ صورت ہے کہ صورت سے خفا ہے

معلوم حال میرا، یارو تمہیں نہیں ہے
بیٹھا تو ہوں میں تم میں، پر دل مرا کہیں ہے

آ بنی ہے اب "نثار" ناتواں کی جان پر
دیکھنا تک اے دل نا کام، تیرے واسطے

اُس آئینہ طلعت کی، اب مجھ سے یہ صورت ہے
ظاہر میں صفائی ہے باطن میں کدورت ہے

ہم سے کیا پوچھتے ہو؟ گوہر دل کی قیمت
ہم نے مختار کیا آپ ہی ٹھہرا دیجے

تھا جنھیں حسن پرستی سے ہمیشہ انکار
وہ بھی اب طالب دیدار ہیں، کن کے؟ ان کے

خنجر نہ کمر میں نہ وہ تلوار رکھے ہے
آنکھوں ہی میں چاہے ہے جسے، مار رکھے ہے

ہے درد سے بے کل، جو ترا چاہنے والا
پہلو میں مگر دل کی جگہ، خار رکھے ہے

کہتا ہے کوئی برق، کوئی شعلۂ آتش
اک دم جو ٹھہر جائے، تو اک بات ٹھہر جائے

بوندوں کی جتا کھولے، آتی ہے گھٹا کالی
لا ساغر مے ساقی، بدلی بھی ہے متوالی

سیماب ھے یا شعلۂ آتش ھے الٰہی
کیا چیز ھے سینے میں کہ دل جس کا لقب ھے

کیا کام ھوا ھم سے خدا جانئے ایسا
اپنا ھی، جہاں سنتے ھیں مذکور رھے ھے

نقاب اپنے منھہ سے اُٹھادے اُٹھادے
تجلی کا جلوہ دکھادے دکھادے

جانے کا اپنے نام نہ لو تم، زبان سے
تم شہر سے گئے، تو گئے ھم جہان سے

یارو معاف رکھیو درخود نہیں رھے ھم
اب اختیار، اپنے ھاتھوں سے جارھا ھے

دل نہیں، ھوش نہیں، صبر نہیں، تاب نہیں
اب وہ، کس چیز کی خاطر مرے گھر آتا ھے ؟

انکار تو نہ کر؛ مرے ھاتھوں سے پان لے
کافر! خدا کے واسطے یہ بات مان لے

اگر جھولے تو میرے دل کے جھولے میں توا ے ظالم!
رگ جاں، سے ترے جھولے کو، میں رسی بندھائی ھے

تجھ بن ' چمن کي سیر سے ' کیا یار لے گئے
جوں لالہ ' داغ سینے پہ دو چار لے گئے

حسرت

جعفر علی نام ' ابوالخیر عطار کے بیٹے اور لکھنؤ کے رہنے والے تھے - معمولی تعلیم پائي تھی لیکن شعر و سخن سے فطری مناسبت ہونے کي وجھ سے مہارت اور کمال پیدا کر لیا تھا - زندگی کا بڑا حصہ فراغت سے گزرا ' آخر عمر میں فقیری کے رنگ میں آکر گوشہ نشیں ہو گئے تھے - مشہور ہے کہ جس قدر ان کے تلامذہ تھے کسي شاعر کو نصیب نہ ہوے ' اشعار میں جذبات کي موجیں ہیں ' خیالات بلند اور پاکیزہ ترکیبیں موزوں ہیں ' بندش چست ' بے ساختگی اور انداز بیان بہت دلچسپ ہے -

راے سرب سنگھ دیوانہ کے شاگرد اور جرأت اور خواجہ حسن کے سے مشہور اساتذہ فن کے استاد تھے - سنہ ۱۲۰۷ھ میں وفات پائي [۱] -

---

کیوں مرے خوں سے شمشیر کو آلودہ کیا
آپ نے رنج اُٹھایا ' مجھے آسودہ کیا
زیست میں بادہ کشي ' حسن پرستی سے مرا
اس سوا جس نے کیا کام سو بے ہودہ کیا

---

[۱] - گل رعنا - گلشن ہند -

یوں خزاں آئي چمن پر ' ھاے بلبل کیا ھوا ؟
لالہ و سوسن کہاں ھیں ؟ سنبل و گل کیا ھوا

دل پر نہیں اختیار اپنا افسوس ! گیا قرار گیا
کي دل نے بھي آہ بے وفائي کوئي نہیں غم گسار اپنا
تو آنے کو یاں کے ' دن گنے ھے ھم کرتے ھیں ' دم شمار اپنا
تیرا تو تب اعتبار کیجئے جب ھووے کچھ اعتبار اپنا

شاید اس کوچے میں جاکر ' وہ بھي کھو آیا حواس
بولے ھے بہکا ھوا ' پیغام بر کو کیا ھوا

مجھے تک سانس بھي ' یہ دردغم لینے نہیں دیتا
عجب کچھ درد ھے دل میں ' کہ دم لینے نہیں دیتا
اجل سو بار آئي ' رنج میرا دور کرنے کو
ولے احساں ' مجھے تیرا کرم لینے نہیں دیتا
تمنا خاک کو میری قدم بوسی کي ھے ' لیکن
چلے ھے بچ کے وہ ظالم ' قدم لینے نہیں دیتا

پھر ادھر قتل کو ' آنکھوں سے اشارا نہ کیا
جسم بسمل ھي رکھا ' کام ھمارا نہ کیا

اے دل! اگر تڑپنا تیرا یہي رهے گا
کاهے کو تو جئے گا کاهے کو جی رهے گا
رهنے دے مے کو ساقي! هم تو چلے یہاں سے
قسمت میں جس کی هوگا، سو جام پی رهے گا

کوئي اپنا، نہ آشنا دیکھا   جس کو دیکھا سو بے وفا دیکھا
بھولتا هي نہیں وہ دل سے، اُسے   هم نے سو سو طرح بھلا دیکھا

خدا حافظ هے، کیوں محفل میں اُس کا نام آیا تھا؟
تڑپنے سے ابھي دل کو مرے، آرام آیا تھا

کیا مجال اس کي، کہاں تو اور کہاں میرا غبار؟
لگ چلا دامن سے، تیري مہرباني کے سبب
اپنے لب تو، وا کر اے خندۂ زخم جگر
چرخ دے گا لاکھہ غم، اس شادماني کي سبب

نہ تیغ یار سے گردن پھراؤں میں هرگز
کہ عین لطف سمجھتا هوں میں، جفائے حبیب
پتنگے شمع کے صدقے هوں، بلبلیں گل پر
کوئي کسي کا فدا هو، میں هوں فدائے حبیب

دن تو کٹتا هے شغل میں، لیکن
درد دیتا هے زخم کاری رات

وصل ہے ، عیش کی آمد ہے ، ادھر آج کی رات
غم کا اس دل سے ہے ، آہنگ سفر آج کی رات
کل کو کیا جانئے ؟ صحبت یہ رہے یا نہ رہے
ساقیا ! جام جو بھرنا ہے تو بھر ، آج کی رات

آنکھوں میں دم تھا سو بھی چلا ، بے وفا ! پہونچ
آنا اگر ہے تجھ کو ، تو جلدی سے آ پہونچ

دیکھی نہ ایسی جنگ ، نہ میں زینہار صلح
سو بار دن میں لڑتے ہو اور سو ہی بار صلح
پسائے رقیب ، صلح کے اب درمیان ہے
کس طور سے رہے گی میاں پائیدار صلح

مجنوں ! ترے ہی پاؤں کے ، ٹوٹتے ہیں آبلے
ہر نوک خار سرخ ہے ، دیتا ہے بن ، پہاڑ

کس کی قسمت میں رہائی تھی ، چمن جا دیکھا
فصل گل بھی چلی ، ہم تو رہے زنداں میں ہنوز
سیکڑوں بار کیا تو نے خراب اس دل کو
پر محبت ہے تری ، اس دل ویراں میں ہنوز
سووے آرام سے ، کس طور ؟ کوئی زیر زمیں
فتنۂ عشق تو بیدار ہے ، دوراں میں ہنوز

اپني خاطر ' نهيں منظور رهائی مجهہ کو
هم هوں آزاد تو هو رنج سے آزاد قفس

مست میں تو هوگیا ' تیري نگهہ سے ساقیا !
اب نهیں مجهہ میں رها ' مے اور پیمانے کا هوش

قابل غارت نهیں ' اس خانۂ ویراں کی بساط
دیکهہ لے دست جنوں ! میرے گریباں کي بساط

اتني مجهے نهیں هے دل و جاں کي احتیاط
منظور جتني هے ترے پیکاں کي احتیاط
گر هے یهي بهار کي شورش ' تو ناصحا !
تجهہ سے نہ هوسکے گي ' گریباں کی احتیاط
وہ جس کو معصیت سے بچائے ' وهي بچے
" حسرت " ! نہ کام آئي کچهہ انساں کی احتیاط

بهت مشتاق هے سننے کا ' " حسرت "
کوئي تو منهہ سے کهہ ' بهر خدا لفظ

جان جاتی هے مري ' درد و الم سے کیا کروں ؟
آہ اے بے تابي دل ' وائے شورش هائے داغ ؟

اک نظر دیکھا تھا کیا تجھ کو کہ آیا مجھ پہ ظلم
کیا کہوں میں ؟ ہوگئے سب اپنے بیگانے حریف

ہم کو نہ مرگ نے نہ قضا نے کیا ہلاک
اس کے ستم اور اپنی وفا نے کیا ہلاک

تری فرقت میں ہے شام و سحر مجھ کو، عجب مشکل
جو شب کاٹی تو دن مشکل، جو دن کاٹا تو شب مشکل
کرم سے کھول! جو عقدے پڑے ہیں کام میں میرے
ترے آگے ہیں سب آساں، مرے نزدیک سب مشکل
ابھی تو "حسرت" اس پر عشق یہ پوشیدہ ہے تیرا
وہ جب پہچان جائے گا تجھے، ہووے گی تب مشکل

صبح روشن رہے، گلشن میں مبارک گل کو
"حسرت"! اپنی مجھے غربت کی ہے اس شام سے کام

آخر ترے غم میں، مر گئے ہم
عقبیٰ کی بھی، کچھ خبر نہیں ہے
کر تک تو اثر، کہ اپنے جی سے
شبنم کی مثال، اس چمن میں
واماندوں پہ دیکھئے کہ کیا ہو؟

بھرنا تھا جو دکھ سو بھر گئے ہم
دنیا سے تو بےخبر گئے ہم
اے نالۂ بے اثر گئے ہم
شب آئے تھے ہم، سحر گئے ہم
اپنا تو نباہ کر گئے ہم

نہ ھووے درد کیوں کر؟ آہ صبح و شام پہلو میں
کہ دل لیتا نہیں اک آن بھي آرام پہلو میں

بھلادیں یار نے دل سے ھمارے اور بھي یادیں
عجب تاثیر یہ رکھتي ھیں اھل دل کي فریادیں

جو بےتابي' دل عشاق کی باطل سمجھتے تھے
مرے سینے پہ آکر ان دنوں وہ ھاتھ دھر دیکھیں
لگیں تھیں آہ اک مدت سے جس کے ساتھ یہ آنکھیں
سو غائب ہوگیا آنکھوں سے اپنی' اب کدھر دیکھیں
سدا آھٹ لگی رھتي تھي ھم کو' جس کے آنے کی
سو کس اُمید پر اب ھاے ھردم سوئے در دیکھیں

نہ دیکھ اے شیخ تو ان کي طرف چشم حقارت سے
گدایان خرابات اک نگہہ میں شاہ کرتے ھیں
قفس میں ھم نہیں کچھ بولتے صیاد کے ڈر سے
چمن کے مرغ' نالے اپنے خاطر خواہ کرتے ھیں
سخن آورد کا "حسرت" نہ پھونچے درد کو ھرگز
کہ دل پر' آہ نکلے ھے تو اِس پر واہ کرتے ھیں

دشت میں کر' چلنے کی تدبیر ھونا ھو سو ھو
توڑ دیوانے تو اب زنجیر' ھونا ھو سو ھو

موت آجائے کہیں اس دل شیدائي کو
روز سمجھائے کہاں تک؟ کوئی سودائي کو
ناتواني سے تڑپنے کی بہی طاقت نه رهی
کس طرح کاٹیے یارب! شب تنہائي کو

هرآن هے مژگاں پر لخت جگر تازه
یه نخل محبت میں دیکھا ثمرِ تازه

زنہار نہیں پیارے یه وضع پسندیدہ
هرآن هو آزرده هروقت هو رنجیده
آ نکلے اگر ایدھر، کیا کیجئے نثار اس پر
اک جان هے سو واله، اک دل هي سو شوریده
ایک عمر هميں گذري وصلت کا نه دن دیکھا
جاگیں بھی کہیں یارب! یه طالع خوابیده

جگر سوزاں هے دل بے تاب هے اور چشم گریاں هے
اِلٰهي! دن هے میري مرگ کا یا شام هجراں هے
جو ایسا هی دل دیوانه میرے درپئے جاں هے
تو پھر اک روز میرا هاتھ اور اُس کا گریباں هے

شروع عشق هے اے هم نشیں اور جوش سودا هے
نه کر زنجیر مجھ کو میں هوں اور دامانِ صحرا هے

نہیں چین ایک آن، کیا کیجئے ؟
مفت جاتي هے جان کیا کیجئے
تجھ سے کیا کہئے درد دل لیکن
نہیں رکتي زبان کیا کیجئے
آشیاں هی اُجڑ گیا اپنا
وہ کے اے باغبان کیا کیجئے

موا بھی میں، تو تري چشم کی کبھو نہ گئي
یہ شکر هے کہ گیاجی پہ آبرو نہ گئی
بہار هو چکی اور شور بلبلوں کا گیا
مرے دماغ سے اس گل کی هائے بو نہ گئی
غبار هو کے صبا سے ملے کہ واں پہونچے
غرض کہ خاک هوئے تو بھي آرزو نہ گئي
نہ جانوں کیا تجھے الفت تھي گل سے اے بلبل
کہ اپنے جی سے گئی، پر چمن سے تو نہ گئي

پٹکنے دے مجھے سر اس کے آستانے سے
خبر کروں هوں میں اپنی، اسی بہانے سے
مثال نقش قدم، یاں سے اٹھ نہیں سکتے
تري گلي میں نہ جانا، بھلا تھا جانے سے
تسلي هے دل بیمار کو ترے باعث
خدا کے واسطے مت اٹھ ! مرے سرهانے سے

کسی کا حال کوئي پوچھتا نہیں ہرگز
وفا کا رسم اٹھا "حسرت" ! اس زمانے سے

کھینچتا ہوں نالۂ جاں کاہ، دل کے ہاتھ سے
آہ دل کے ہاتھ سے، صد آہ دل کے ہاتھ سے

مجھ کو تجھ سے خدا، جدا نہ کرے
تجھ سے میں ہوں جدا، خدا نہ کرے
اُڑ گئي پر سے، طاقت پرواز
کہیں صیاد اب رہا نہ کرے
تم جو کہتے ہو کہہ دو "حسرت" سے
آہ و فریاد یہاں کیا نہ کرے

سرشک و خون، مري چشم سے ملے نکلے
مگر یہ پھوٹ کے سینے کے آبلے نکلے
تمام دن تھے جدا، آہ شمع و پروانہ
ملے جو شب کو تو آپس کے سب گلے نکلے
سراغ پوچھوں میں کیا ؟ اشک و آہ کا دل سے
کہ اس دیار سے ہو، کتنے قافلے نکلے

واعظ نے قیامت کي اک بات بتائی ہے
کہتے ہیں جسے محشر، سو روز جدائي ہے

معلوم ہے مجھ کو کہ میں تجھ بن نہ جیوں گا
کیوں کر نہ کروں تجھ سے میں اندر جدائی

ترے بن، کس طرح یارب مری اوقات گزرے گی
الھی! دل کو بے تابی ھے کیونکر رات گزرے گی

تمھیں غیروں سے کب فرصت، ہم اپنے غم سے کم خالی
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالی، نہ ہم خالی

نہ تنھا مشت خس کے پھونکنے سے باغباں گزرے
ھمارے آشیاں سے برق بھی دامن کشاں گزرے
گذر اس کا ادھر ھو یا ادھر اپنا گذارا ھو
جو اپنی گردشوں سے یک دم بھی آسماں گذرے
جو کچھ شرط وفا تھی سو بجا لاے ھیں ھم دونوں
نہ گذرے تم ادھر اور اپنے جی سے ھم یہاں گذرے

کہہ بیٹھے برا منہہ سے، بھلا اور بھی کچھ ھے
دشنام ھی دی جاتی ہے یہ اور بھی کچھ ھے

ھمارے کام پہ ھرچند، آسمان پھرے
تجھے قسم ھے جو تو اس طرف کو آن پھرے

رونا نہیں جو یارو ! اپنا دیار چھوٹا
مرنا ھے یہ کہ ہم سے اب کوئے یار چھوٹا
قول و قرار اس کا ' جھوٹا ہوا تو غم کیا
غم ھے کہ اپنے دل سے صبرو قرار چھوٹا
رونے سوا نہیں ھے فرقت میں کام اپنا
یہ کام ھے کہ تجھ بن سب کارو بار چھوٹا

ضبط کر کے ہم قلق کو دل میں ' گھبرائے بہت
منع بے تابی کیا پر اس میں دکھ پائے بہت
دل کو لے آئے تھے اس کوچہ سے ہوکر ہم خفا
پر دل و جان ہم پہ اب مل کر بلا لائے بہت

جاتی رھي غم سے ' دل ناشاد کي طاقت
سو ظلم کرے وہ ' کسے فریاد کی طاقت

سو گئے تم ' ھمیں نہ آئي نیند　　کس طرح سوئے پرائی نیند
چشم گریاں ھے مفت میں یارو　　سیل میں اشک کے بہائی نیند

اے برق ! آشیاں پہ مرے تو گذار کر
جاوے اب اس چمن سے مري بود و باش کاش

دے تو بیٹھا وہ ناز سے گالي　　شرم سے پر نہیں اُٹھائي آنکھ

کچھ دل میں جلوں تیرے ارمان نہ رہ جاوے
کي جیب تو سو ٹکڑے دامان نہ رہ جاوے

(ساقي نامہ)

کیفي اس کے ھمک رھے ھیں
اللہ اللہ بک رھے ھیں
بے شیشۂ عجب خلل ھوا ھے
دل آبلۂ بغل ھوا ھے
ساقي تجھے جام کي قسم ھے
مے خانے کے نام کی قسم ھے
اپني تجھے سر کشي کي سوگند
مت رکھیو خرد کا مجھکو پابند
ھردم ھے خزاں چمن کے درپے
لانا ھے تو لاوے ساغر مے
تجھ کو اپنی ادا کي سو گند
تجھ کو دل بے وفا کی سو گند
برسات کي بدلیاں یہ کالي
اور تو رکھے اپنا جام خالی
رہ جائے گي اتني یادگاري
ھم سے ساقی نے کي نہ یاري [۱]

---

[۱] انتخاب حسرت -

قسمت

(نواب) شمس الدولہ نام و لقب بارگاہ قلي خاں کے بیٹے تھے مرثیہ اور سلام میں بقول مصحفي ید طوٹے رکھتے تھے ، غزل میں زبان اور محاورہ بندي کے علاوہ جذبات تغزل کم ھیں جعفر علی حسرت کے شاگرد تھے -

---

جوں ماہ منور ہو ، شب تار ھماري
" قسمت " ! وہ اگر چاندسی صورت نظر آوے

کہتے ھیں یوں چمن میں پھر آئی بہار کل
شکر خدا ، کیا تھا بہت انتظار کل

اگر تسبیح ھاتھ آتي نہیں ھے تیرے اے " قسمت " !
تو دانے توڑ ڈال اس کے کہ پھر زنار ھاتھ آوے

قاصد ! ترا گذر ھو اگر کوئے یار میں
کہیو کہ آرزو میں تري ، مرگیا کوئي

آتي نہیں کسي کي جو یارب صدائے پا
وا ماندگان قافلہ ، یارب ! کدھر رھے

آتا نہیں شب کو خواب، تجھ بن
بیداری ہے عذاب، تجھ بن
اے ماہ سپہر خوب روئی
سر گشتہ ہے آفتاب تجھ بن
سینے سے نکل پڑے گا گویا
ہے دل کو یہ اضطراب تجھ بن
''قسمت'' کی بھی تجھ کو کچھ خبر ہے
دیکھا میں اسے خراب، تجھ بن

مرے اس خستہ دل کو پاس اپنے، یار رہنے دے
کوئی پوچھے تو کہنا میرے عاشق کی نشانی ہے

شب ہجراں ہے اور میں ہوں یہ آنکھیں اور آنسو ہیں
اذیت ہے، مصیبت ہے، نہایت ناتوانی ہے [۱]

ممنون

میر نظام الدین نام، فخرالشعرا لقب تھا، میر قمرالدین منت کے بیٹے تھے محمد اکبر شاہ بادشاہ دہلی کے استاد تھے - پانی پت میں پیدا ہوئے، دہلی میں تعلیم پائی، عرصہ تک لکھنؤ میں رہے -

---

[۱] تذکرہ مصحفی -

کلام میں روانی بھي ھے، اور لطف بندش بھی، تلمیحات
تصوف و ضروریات تغزل دونوں موجود ھیں اپنے والد کے شاگرد تھے -
مفتی صدرالدین آزردہ کے استاد تھے، سنہ ۱۲۶۰ع میں وفات
پائي -

دیکھ کے نور جمال، سوچ کے کنہ کمال
مائل حیرت نظر، قائل حسرت، ذکا
باز ھو گر راہ دید، تو ھے ھر اک سو پدید
آئینہ خانہ جہاں، حسن ترا جلوہ زا

موسی دل رہ خموش ! دل ھی میں رکھ دل کے جوش
اس کے جھمکڑے سے ھوش، کس کے رھے ھیں بجا
پائے خرد آبلہ، سعی بلا راحلہ
عرصہ گہہ معرفت، بے سرو بے اِنتہا
خوں میں تپاں سو بہ سو، جان دو صد آرزو
ھر طرف اس دشت میں، معرکۂ کربلا
ترس مناجاتیاں ناز خراباتیاں
کر کے گمان غضب، رکھ کے یقین عطا
سینہ ھے صندوق راز، نطق کرے قفل باز
ایک ھے گنج ھنر، ایک خزاین کشا
یہ جو ھے "ممنوں" ترا، بندۂ دل خوں ترا
تجھ سے ھي چاھے تجھے، کس سے کرے التجا

تجھے ، نقش هستي متايا تو ديكھا
جو پردہ تھا حائل ، اتھایا تو دیکھا
یہ سب ، تیرے هي حسن کا پرتوا هے
نہ دیکھا تجھے ، تھرا سایا تو دیکھا

گماں نہ کیونکہ کروں تجھ پہ دل چرانے کا
جھکا کے آنکھ سبب کیا هے مسکرانے کا
و فور گریہ ، ترحم ! هجوم نالہ ، کرم !
کہ هے ارادہ ، اُسے درد دل سنانے کا

الهي جیب ، کہ دامن کہ آستیں ، دھوؤں
مژہ نے سیکھ لیا ، شغل خوں فشانی کا

رشک اُس پر هے ، کہ یوں مر کر جو بسمل رہ گیا
سر قدم پر ، هاتھ میں دامان قاتل رہ گیا
چل بسے پیش از سحر ، تھے جو رفیقان سفر
آہ اک سوتے کا سوتا ، میں هی غافل رہ گیا

غش سے همیں افاقہ ، دم بھر کبھو نہ آیا
جب تک صبا کا جھونکا ، لے تیری بو نہ آیا

کیا کہہ گئے اطبا ، بیمار کو تمھارے
کہتے ہیں ، آسرے پر اِس کو خدا کے چھوڑا
"ممنوں" ! مئے محبت ، پي سہل مت سمجھ کر
یہ جام ، کب کسی نے منھ سے لگا کے چھوڑا

سینے میں ایک نفس بھي ، نہ ترا تیر رہا
خون حسرت میں تڑپتا ، دل نخچیر رہا
ھاے رے بے کسي دامن و بے یاری جیب
کہ مرا دست جنوں ، بستۂ زنجیر رہا

غمزے نے کس کے ؟ تیغ لگائی کہ چشم میں
انداز صد نگاہ تمنا ، لہو ہوا

اس کي آنکھوں سے ستاروں کي نمک ریزی پوچھ !
صبح تک جس کا کھلا دیدۂ بے خواب رہا

گنہ میرا ھے ، رنگ چہرہ گونا گوں ہو مجلس میں
اشارہ غیر سے کرنا ، گنہ ھے جان من کس کا

تھا حسن میں نہ رنگ ادا کا ، نہ ناز کا
یہ نقش یادگار ھے ، آئینہ ساز کا

اے اشتیاق بیت صنم ! تیرے ہاتھ سے
چھٹتا ہے ساتھ ' راہروانِ حجاز کا
تصویر بت چھپائی ہے "مسلوں" نے سجدے کو
گوشہ اُلٹ کے دیکھو تو تک جانماز کا

کس بے ادب کو ' عرض ہوس ہر نگہ میں تھی
آنکھ اس نے بزم میں ' نہ اٹھائی تمام شب

لگ اٹھی آگ ' قفس میں صیاد !
برق ہے ' اپنے نفس میں صیاد !

یہ نہ جانا تھا کہ اس محفل میں دل رہ جائے گا
ہم یہ سمجھے تھے ' چلے آئیں گے دم بھر دیکھ کر

آہ کس کا دل زخمی ہے تہ خاک ' ہنوز
کہ نکلتے ہیں لئے گل ' جگر چاک ہنوز

کیوں کریں ؟ ہاتھ کو اب ہم سوئے مغرور ' دراز
پاؤں ' بیٹھے ہیں کیے ہم طرف گور دراز

دل خروشاں یہاں ہے ' لب خاموش
خم سر بستہ میں بھرے ہیں جوش

کون محفل میں، اب ہوا ساقی
ہر طرف سے ہے، بانگ نوشا نوش

کیا عشق کی ہے صید گہ، یاں نیم زخم ناز کو
بے تاب اک جانب خضر، مضطر مسیحا اک طرف

ساتھ اپنے، گر گیا دل بے تاب زیر خاک
تو ہو چکا نصیب مجھے خواب، زیر خاک

اے برق بس اُلجھ کہ نہ اڑ جائیں دھجیاں
دامن اُٹھا کے آئیو! اِس اشیاں تلک

ہے تیری بوئے عطر گریباں سے، مست گل
گل سے چمن، چمن سے ہوا، اور ہوا سے ہم

ہونے پایا مرے قاصد کا نہ پیغام تمام
تھا سخن لب پہ، کہ قاتل نے کیا کام تمام
طپش دل نے نہ چھوڑا کہ کبھی ہم اک بار
لائیں تسکیں کے لئے، لب پہ ترا نام تمام

"مسنئوں" ! جیتے رہے شب ہجر
منہ وصل میں کیا دکھائیں گے ہم

چشم گریاں ، ترے رخسار پہ شب تھی کس کی
شبنم آلودہ سا ، کچھ فکر سفر ہے کہ نہیں

صورت نقش قدم ، مجھ سے اُٹھا جائے کہاں
اس سر راہ پہ بندہ تو رہا ، جائے کہاں

خم میں بیٹھا جو فلاطوں تو یہ کہتا تھا سپہر
رہ ! تری خاک کو ، میں صرف سبو کرتا ہوں

صبا پیغام یہ کہیو ہمارا ، ہم صفیروں کو
سنا جایا کرو ، آواز گاہ ہم اسیروں کو

آپ کو خاک کیا ، خاک کو برباد دیا
کوششیں کی ہیں دم عشقِ فنا ، کیا کیا کچھ

یارب ، یہ کس کا کوچۂ دل کش ہے ، جو ادھر
جاتا ہے جی کھنچا مرا ، ہر اک قدم کے ساتھ

روش کچھ اور ہے اس کي ' مرے طریق هیں اور
دلا ؛ نظر نہیں آتي ہے کچھ نباہ کي راہ

پاؤں " مسنوں " نے نکالے هیں بہت ' دیکھو تو
هیں بھی اس شہر میں زنجیر بنانے والے

کھلا نہ ' حالت " مسنوں " ہے کیا ؟ یہ دیکھوں هوں
کہ هاتھہ ' دو دو پہر تک دل طپاں پر ہے

غمزے کو پھر هیں کاوشیں ' اِس دل پاش پاش سے
قطرۂ خوں ہے دو بدو ' دشنۂ جاں خراش سے
وصل میں بھي نگاہ شوق ' تامژہ یاں ' نہ آ سکی
عشوہ کے اهتمام سے غمزے کی دور باش سے
حسرت و یاس ورنج و غم ' محنت و غصہ ' درد وسوز
خانۂ دل کو ' آئے هیں ڈھونڈھ کے سو تلاش سے

دماغ اس شور هستي کا کہاں نازک دماغوں کو
مگر اب ' خواب راحت ' زیر دامانِ عدم کیجئے
بھري آتی ہے چھاتی ' یاد میں یاران رفتہ کی
یہ دل اور اس قدر صدمے ؟ بھلا کس کس کا غم کیجئے

کرنے نہ پائے نیم تبسم، کہ بس چلے
جوں غنچہ، رنگ گلشن هستي په هنس چلے

رکے هے، ضبط سے دم، آہ سے جگر اپنا
نہ ضبط کرتے هی بن آئے هے نہ آہ کئے
سنا هے "مسنون" آمرزگار اس کا نام
اس آسرے پہ، نہ کیا کیا، یہاں گناہ کئے

بے طاقتي نے جس جا هم کو بٹھا دیا هے
پھر اضطراب دل نے واں سے اُٹھا دیا هے
خوبی پہ ناز اپني، جو کیجیے بجا هے
مکھڑا خدا نے تم کو اک چاند سا دیا هے [۱]

وفا

تول رائے نام، خوش گزران اور خوش اوقات تھے - بعض قول کے مطابق خواجہ حسن کے معاصر تھے - کلام میں قدرت اور مہارت کا رنگ هے اس کے ساتھ ضروریات غزل بھی هیں سلاست اور روانی بھي هے، طرز بیان میں خوبي بھي، لیکن اثر کم هے -

عارض پہ تمہارے، یہ پسینا هیرے کا هے، لعل پر نگینا
اس غم میں بڑی، گر رها سلامت پتھر سے بھي سخت هے، یہ سینا

---

[۱] انتخاب حسرت -

پہلے تو دل سہج میں، گرفتار ہوگیا
اب چھوٹنا یہ زلف سے دشوار ہوگیا

کہے ہے کس سے ؟ دل، احوال اپنا
پڑا ہے یاں ہمیں، جنجال اپنا

کل دل کو لیا، مکر گئے آج
بس! آپ کا اعتبار دیکھا

حباب آسا نہ بھول! ہستی پر اپنی
کہ غافل! کیا بھروسا ہے نفس کا ؟

اُس کو، منظور یاں سے جانا تھا گریہ میرا، فقط بہانا تھا
دل نہ کرتا تھا اس طرح سے خراب عاقبت، وہ ترا ٹھکانا تھا

شعلہ زن ہے ہمیشہ، داغ اپنا بجھ نہیں جانتا، چراغ اپنا

اپنی غرض کو، ہم تو سبھی کچھ سہیں گے، لیک
ہوتی ہے گالیوں سے، تمہاری زباں خراب

عشق میں، امتیاز رتبہ نہیں خاک پائے ایاز، ہے محمود

بت سے لیتے ہیں کار، حضرت حق
شیخ تک دیکھ اعتقاد ہنوز

ہوئے گا دل سے محو، غم یار کب تلک
کیوں ہم نشیں! یہ جاوے گا آزار کب تلک؟
کہنے لگا وہ، سن کے مرا نالۂ و فغاں
یارب! جیا کرے گا یہ بیمار کب تلک؟

نوبت، غم فراق میں پہنچی ہے، جاں تلک
ظالم! شکیب و صبر پھر آخر کہاں تلک؟

اک راہ کوئے زلف، سو سربستہ اے وفا!
ہم آہ کس طرف کے تئیں لیں سراغ دل

کچھ خیریت نہیں نظر آتی مجھے، کہ آج
لگتے ہیں اس کے کان سے اغیار، دم بہ دم

بس کہ اپنے انقلاب بخت سے ڈرتے ہیں ہم
بستر گل پر بھی سوزاں ہی، قدم دھرتے ہیں ہم

شعلہ، درہم باؤ سے ہوتا نہیں اے اہل بزم
شمع، سو ہنستی ہے کر کر یاد، پروانے کے تئیں

شیخ ! کچھ فرق ھے تیرے ھی نظر آنے میں
ورنہ ھے ایک وھي، کعبہ و بت خانے میں

اپنی ھي چشم کے تئیں، تاب نظر نہیں
ورنہ وہ آفتاب، کہاں جلوہ گر نہیں

حسن عمل پہ اپنے، نہ بھول اس قدر کہ شیخ
واں کے معاملے سے کسی کو خبر نہیں

پھول بہتے، لب دریا جو نہ دیکھے ھوں تو آ
ساتھ آنسو کے ھیں، یاں قطرہ خوں تاب رواں

بیچے ھے، اک نگاہ پہ دل کے تئیں "وفا"
لینا ھو گر تمہیں تو کچھ اتنا گراں نہیں

مے کشوں نے، مے میں پایا، بنگیوں نے بنگ میں
مل رہا ھے وہ، طرح پانی کي ھر اک رنگ میں [۱]

---

[۱] مخزن نکات -

راقم

بندرابن نام ، قوم کائستھ ، دھلي کے رھنے والے تھے - ان کي شاگردي کے متعلق مختلف اقوال ھیں ، بعض ، مرزا مظھر کا شاگرد بتاتے ھیں - بعض سودا کا اور کوئی میر کا شاگرد کھتا ھے ، مگر صحیح یه ھے که میر ھی کے شاگرد تھے کیونکه خود میر نے ان کو اپنے تذکرے میں اپنا شاگرد بتایا ھے ، آخر میں "سودا" کو بھي کلام دکھاتے تھے - فن شعر کے ماھر تھے ، اور خوب کھتے تھے - ان کے اشعار میں روانی کافی ھے ، غزل میں رنگ کسي قدر پھیکا ھے ، تاھم لطف سے خالي نھیں -

---

دل ، کنج قفس میں کر یاد بھت رویا
ھنسنے کے تئیں گل کے ، کریاد بھت رویا

نامه کا میرے ، اس سے لے کر جواب پھرنا
پر واسطے خدا کے ، قاصد ! شتاب پھرنا
اک وے بھی دن تھے یارب ! جو تھا ھمیں میسر
گلشن میں ساتھ اس کے ، پیتے شراب پھرنا

نه ترے عشق میں بلبل ھي کو ، نالاں دیکھا
چاک ھر گل کا ، گلستاں میں گریباں دیکھا

سنتے ہیں ہم، کہ ہوتی ہے جگ میں دوام صبح
ہوگی کبھی اے چرخ! ہماري بھي شام، صبح

کہے کیا، درد دل بلبل گلوں سے
اُڑا دیتے ہیں اس کی بات ہنس کر
جو چاہے گوہر مقصود اے دل!
صدف کي طرح تو پاس نفس کو

صیاد کیا تو چھوڑے گا مجھ کو، قفس سے آہ
کھٹکے ہے میري دل میں بہت، خار خار باغ

اے عشق! مجھے کوئي طرح مار
تا یار کہے کہ ہائے عاشق

کس کے گلے کے قطرۂ خوں، ہیں تہ زمیں
جوں تکمہ، اُگتے ہیں گل اورنگ اب تلک

ابر ترسے، چشم گریاں کم نہیں
موج دریا ہے، شکنج آستیں

اے باغباں نہیں ترے گلشن سے، کچھ غرض
مجھ کو قسم ہے، چھیڑوں اگر برگ و بر کہیں

اتنا هی چاهتا هوں کہ میں اور عندلیب
آپس میں درد دل کہیں، تک بیٹھ کر کہیں

دیکھا نہ هو جسے میں، کوئی سر زمیں نہیں
پر تخم دل هو سبز جہاں، سو کہیں نہیں
سنتے تھے هم جہان میں، اهل کرم کے هاتھ
آ یا جو دید میں تو کم از آستیں نہیں

مري بد شرابیوں سے، کریں توبہ مے گساراں
زهے وہ عمل کہ هو وے، سببِ نجات یاراں

کام عاشقوں کے کچھ تجھے منظور هي نہیں
کہنے کو هے یہ بات کہ مقدور هي نہیں
کہتا تھا کون یہ، کہ خوشي تھی جہاں کے بیچ
اس بات کا تو یاں کوئي مذکور هی نہیں

یاں تک، قبول خاطر کیجے تري جفا کو
تا سب کہیں کہ "راقم! رحمت تري وفا کو"

معصیت میري بہت هے، یا کہ بخشش تیري بیش
اپني رحمت پر نظر کر! میري عصیاں کو نہ دیکھ

مژگاں سے دل بچے تو، ٹکڑے کرے ہے ابرو
یہ کہہ کے میں نے اُس سے جب دل کی داد چاہی
کہنے لگا کہ "ترکش جس وقت ہو وے خالی
تلوار پھر نہ کھینچے تو کیا کرے سپاہی"

پہونچا نہ آہ درد کو، میرے کوئی طبیب
یارب! عجب طرح کا کچھ آزار ہے مجھے

بیچوں ہوں میں اُس پاس، یہ دل نیم نگہہ کو
اس پر بھی ستم ہے، جو خریدار نہ ہو وے

رونے میں اس قدر تو جگر، اے جگر نہ کر
دیکھا نہ تونے کچھ کہ دل و دیدہ کیا ہوے [۱]

فیض

(میر) شمس‌الدین نام، دکن کے رہنے والے امیر اور فارغ‌البال فاضل اور صوفی تھے، اشعار میں ہندی الفاظ اور محاورات اکثر لاتے ہیں تاہم صاف اور سلیس کہتے ہیں - متعدد کتابوں کے مصنف تھے - وفا کے کئی دیوان بھی ہیں جو چھپ بھی گئے

---

[۱] مخزن نکات - نکات‌الشعرا - چمنستان شعرا -

ہیں - سنہ ۱۱۹۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۸۲ھ میں وفات پائی [۱] -

---

کفر جو تھا، دین مرا ہوگیا بت بھی، نصیبوں سے خدا ہوگیا
کیسی دوا! مجھ کو مسیحا نے دی درد محبت کا، سوا ہوگیا

حرم میں، دیر میں، جب کوئی رو بہ رو آیا
مجھے یقین ہوا بس یہی کہ تو آیا
اُڑائیں جیب کی لاکھوں ہی دھجیاں میں نے
مگر نہ قبضے میں دامانِ آرزو آیا
کسی کا کوئی بھی ممنون نہیں ہے کر انصاف
اِدھر سے میں نکل آیا، اُدھر سے تو آیا

کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کس کو چندن ہم
صنم ہم، دیر ہم، بت خانہ ہم، بت ہم، برہمن ہم
در و دیوار ہیں نظروں میں اپنی، آئنہ خانہ
کیا کرتے ہیں، گھر بیٹھے ہوئے آپ اپنا درشن ہم
کب اُٹھتے ہیں اُٹھائے سے کسی شیخ و برہمن کے
درِ دلبر پر اپنے، مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

---

[۱] دکن میں اُردو -

خط جادو ہوں یا میں نقش پا ہوں
غرض ' افتادگاں کا رہ نما ہوں

عبث رکھتے ہیں مجھ پر تہمت مرگ
بہت راتوں جگا تھا ' سو رہا ہوں

نہ کر ! اس چشم کا پھر مجھ کو بیمار
ابھی اے " فیض " مر مر کے جیا ہوں

نہیں فرق کچھ دیر میں اور حرم میں
جو بت چاہتے ہیں ' خدا چاہتا ہے [۱]

خاموش

(شاہ) معین‌الدین نام ' بیدر (دکن) کے رہنے والے تھے صابریہ طریقے کے فقیر تھے ' کلام میں تصوف کا رنگ ہے ' اس کی خاص خاص اصطلاحیں موزوں طریقے سے لائے ہیں ' زبان عامی زیادہ ہے سنہ ۱۲۸۹ع میں انتقال ہوا [۲] -

---

[۱] دکن میں اُردو -

نوٹ - یہ بھی دکن کے رہنے والے لیکن دہلی کے پیرو تھے - مرتب -

[۲] دکن میں اُردو -

نوٹ - فیض اگرچہ دکن کے رہنے والے ہیں ' لیکن دہلی کے شعرا اور وہاں کی شاعری کے پیرو ہیں اس لئے ان کا نام شعرائے دہلی کے سلسلے میں درج کیا گیا - مرتب -

کفر، کافر کو بھلا، شیخ کو اسلام بھلا
عاشقاں آپ بھلے، اپنا دل آرام بھلا

شکل انساں میں خدا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
حق سے ناحق میں جدا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
ایک مدت، حرم و دیر کو ڈھونڈھا ناحق
سیم بر، بر میں چھپا تھا، مجھے معلوم نہ تھا
ہو کے "خاموش" عجب سیر و تماشا دیکھا
رنگ بے رنگ ہوا تھا، مجھے معلوم نہ تھا

آشیاں اپنا، گلستاں سے اٹھا لے بلبل
باغ کو چھوڑ دے، جنگل کی ہوا لے بلبل
چھچھے کرتی ہے کیا؟ اس سے نہیں کچھ حاصل
مثل پروانہ پر و بال جلا لے بلبل

چڑھا ہے سولی یہ خاموش ہو کے، جب منصور
سوائے حق، نظر آئی نہ دار، آنکھوں میں [۱]

امین

(خواجہ) امین الدین نام، عظیم آباد کے رہنے والے تھے۔ ان کے خمیر میں دوستی اور دوست پروری تھی، کچھ دنوں

---

[۱] دکن میں اردو۔

مظفر جنگ بہادر کي مصاحبت میں رہے ' اُس کے بعد گوشہ نشین ہوگئے - مضمون کي تلاش میں آمد کی پروا نہیں کرتے ' بندش اور صفائي میں اِن کا کلام ممتاز ھے -

ان کا ایک مختصر دیوان ھے ' سنہ ۱۲۵۹ ھ تک زندہ تھے -

دنیا میں جو آکر نہ کرے عشق بتاں کا
نزدیک ھمارے ' ھے یہاں کا نہ وھاں کا

مانند نگیں آپ سے کاوش میں پڑا ھے
مشتاق جو کوئي ھے ' یہاں نام و نشاں کا

گھر مرے آنا اگر منظور تھا
آئے ھوتے لطف سے کیا دور تھا ؟

جس کا دل آپ نے لیا ھوگا
خاک میں لے ملا دیا ھوگا

ھم کو کیا ' گر بہار آتی ھے
دل ' وہ غنچہ نہیں کہ وا ھوگا

مل گیا ھوگا خاک میں ' جوں اشک
تیري آنکھوں سے جو گرا ھوگا

شور ھے عالم میں ' تیرے حسن عالم گیر کا
تو ھی ھوگا ' گر کوئی ھوگا تري تصویر کا

دیکھ بھال ، اِس دل صد چاک کو لیتے ھیں بتاں
میں نے یہ شیشہ کیا ، کیا ھی ھنر سے پیوند ؟

ڈر سے ترے ، نالہ بھی نکلتا نہیں لب سے
ظالم ! ھے ترے ظلم کی تاثیر ھوا پر

دل خیال زلف میں ، بے خواب و بے آرام ہے
رات ھوتی ھے "امیں" بھاري ھر اک بیمار پر

کیا کہوں ؟ یار سے ، اپنی سی کیے جاتا ھوں
گالیاں کھاتا ھوں ، غصے کو پئے جاتا ھوں
جي نکلتا ھے ، یہ لب یاد میں ھلتے ھیں تري
مرتے مرتے بھي ترا نام لیے جاتا ھوں

چاک سینے کا مرے لوگ عبث سیتے ھیں
ھم تو زخمي ھیں نگاھوں کے ، مگر جیتے ھیں
فائدہ کیا ھے بھلا ھم جو کریں فکر معاش
غم کو کھاتے ھیں "امیں" خوں جگر پیتے ھیں

بتاں ، مجھ سے کہتے تھے کیا کچھ نہیں
و لیکن جو دیکھا ، تو تھا کچھ نہیں

میں بوسہ جو مانگا ، تو جھنجلا کے وہ
لگا کہنے : " کیا ھے " ؟ کہا ، کچھ نہیں

مجھے تو کبھی عمر بھر غم نہ ھو
ملاقات تیری اگر کم نہ ھو
میں در گذرا صاحب سلامت سے بھی
خدا کے لیے اتنا برھم نہ ھو
ھم آنے کو مانع نہیں غیر کو
پر اتنا بھی خلوت میں ھردم نہ ھو
" امیں " کی غذا اب رھی ھے یہی
الٰہی ! یہ خونِ جگر کم نہ ھو

ھوئی ھے آشنائی جب سے اُس مے نوش سے مجھ کو
جو صاحب عقل ھیں کہتے ھیں اھل ھوش سے مجھ کو
بھڑکتا ھے جگر میرا ، دل پر داغ کی دولت
" امیں " جلنا پڑا اس آتش خاموش سے مجھ کو

کیا کہیں ؟ درد آہ کی تاثیر ؟
گھر کا گھر ھے سیاہ ، مت پوچھو
مفت مارا گیا ، ھزار افسوس
تھا " امیں " بے گناہ ، مت پوچھو

جب دکھاتا ہے وہ شرابی آنکھ
وہ نہیں جاتی ہے گلابی آنکھ
لخت دل گتھ رہے ہیں مژگاں سے
ہے مگر خانۂ کبابی آنکھ

دن کٹا فریاد میں اور رات زاری میں کٹی
عمر کٹنے کو کٹی ، پر کیا ہی خواری میں کٹی ؟
صبح گر صبح قیامت ہو تو کچھ پروا نہیں
ہجر کی جب رات ، ایسی بے قراری میں کٹی
تیری آنکھوں کی پرستاری میں دل گھبرا گیا
ہائے اس بیمار کی ، بیمار داری میں کٹی
اِس زمانے میں ، "امیں" ، مت کر کسی سے دوستی
شمع کی گردن ، نہ دیکھی ، دوست داری میں کٹی ؟

رنگ چہرے کا زعفرانی ہے عاشقی کی ، یہی نشانی ہے
کس سے تشبیہ دیں بھلا تجھ کو ؟ دیکھا یوسف تو تیرا ثانی ہے
شمع رویاں سے اتنا گرم نہ مل اِن کی جو بات ہے ، زبانی ہے
رات دن جھیکتے ہی جانا ہے کیا " امیں " ایسی زندگانی ہے ؟

خضر نے اک دم پیا تھا ، لے کے آب زندگی
مانگتے ہیں اب تلک ، اُس سے حساب زندگی
کیا بھلا اس مے کدے میں ، جی کسی کا شاد ہو
مر گیا آخر کو پی جن نے شراب زندگی

معنئي آرام کیا ہے ؟ تو نہ کچھ سمجھا " امیں "
ہم تو مدت سے اُلٹتے ہیں کتاب زندگي

جتنے تھے محفل میں ، تھا سب سے تپاک اور اختلاط
ایک ہم کم بخت گویا واں گنہ گاروں میں تھے
ہاتھ اُٹھانا جان سے ، پیارے ! نپٹ دشوار ہے
کیوں ؟ نہ دیکھا کل سبھی تو ناز برداروں میں تھے

بھر عمر گدائي میں بھي کرتے رہے شاہی
دنیا میں جو ٹھاني تھی ، میاں ہم نے نباہي
کیا دین سے غافل ہیں ، " امیں " مردم دنیا ؟
سکے کو سمجھتے ہیں سدا اپنا اِلٰہ ی

تري نگھ کے جو ہوں گے مارے ، نہ مانگا ہوگا اُنہوں نے پاني
نہ ایسي دیکھي ہے تیغ ہم نے ، نہ ایسي دیکھي ہے آب داري

بتاں ، اُٹھا تے نہیں ہاتھ میرے سینے سے
رہے ہے سنگ کے تئیں لاگ ، آبگینے سے
نہ اُٹھ سکے گا مرے لب سے حرف بوسے کا
مٹا سکے ہے کوئي نام کو نگینے سے ؟
" امیں " ضعیف میں اتنا ہوا ، بقول " فغاں "
" اٹک کے آہ نکلتی ہے میرے سینے سے "

کیا برا وقت تھا، اُس شوخ سے جب آنکھ لگی؟
جب تلک جیتے رہے روز نہ شب، آنکھ لگی

حیات جاوداں بخشے ہے تیغ آب دار اُس کی
اگر باور نہ آوے جا کے کھاوے، جس کا جی چاہے

یار بھی اب گلہ لگا کرنے یہ بھی اپنے نصیب کی خوبی

ھاتھ میں اپنا سر، لیے رھنا
عشق کی پہلی یہ سلامی ھے

زاھد، کبھو تو گرد نہ پھر یو شراب کے
یاں آگ ھے چھپی ھوئی، پردے میں آب کے

کہا کرتے ھو مجھ کو، قابل جور و جفا "یہ ھے"
جو کوئی چاھے کسی کو، اے میاں! اُس کی سزا یہ ھے
برھمن دیر پوجے ھے اور کعبہ کے تئیں زاھد
پرستش ھم جسے کرتے ھیں، وہ نام خدا یہ ھے

رباعی

یہ جور و جفا، یہ بے وفائی کب تک
بس کیجئے پاس آشنائی کب تک

کرتا ہے کوئی حسن پر اِتنا بھی غرور
دیکھیں تو رہے ہے یہ خدائی کب تک

مثنوی

ایک ہیں آشنا مرے غم خوار
پوچ گو، بے وقوف بدالطوار
ان کی تعریف کیا کروں میں بیاں
کیسی شرمائی ہے گی منھ میں زباں
دل ہے اُن کا کہیں، دماغ کہیں
گھر میں ڈھونڈو تو بھونی بھانگ نہیں
منھ کو اُن کے خدا نہ دکھلاوے
گر کوئی دیکھے خاک کیا کھاوے ؟
چار پیسے کا سیر بھر تھرا
پی کے رکھتے ہیں جی میں یہ غرا
آج دنیا میں ہیں جو کچھ، ہم ہیں
مالکِ چار دانگِ عالم ہیں
دیکھتا ہوں جو اُن کی میں صورت
یاد آتی ہے چین کی مورت
گال جبڑے سے یوں رہے ہیں لپٹ
لگ رہے ہوں کواڑ کے جوں پٹ [۱]

---

[۱] خمخانۂ جاوید - سخن شعرا -

حسن

خواجه حسن نام ' خواجه اِبراهیم کے بیٹے اور خواجه بھکاری مودودِی کے نواسے تھے ' دهلی اِن کا وطن تھا - وجیه اور خوبصورت تھے ' لطیفه گوئی اور موسیقی میں کمال رکھتے تھے ' لکھنئو کی رهنے والی بخشی نام کی طوایف پر عاشق تھے ' اشعار اندر جابجا اپنے خیال میں اِس کے نام کا نگینه جڑا ہے ' نجوم میں کافی مہارت تھي - کلام میں موسیقیت کا رنگ لفظ لفظ سے نمایاں ہے ' اکثر اشعار دل کی زبان سے کہتے هیں - جذبات عشق کے اِظہار میں محاورات اور زبان کي چنداں پروا نہیں کرتے ' جعفر علی خاں حسرت کے شاگرد تھے -

---

حال دل اپنا ' میں هر ایک سے کہوا دیکھا
واں کسي ڈھب سے یه هوتے نه پزیرا دیکھا
وقت نظاره نه رو ' کہتے تھے اے چشم تجھے
شدت گریه سے ' لے خاک نه سوجھا دیکھا

یهي شورش عشق ہے تو اِلهي
اِس آغاز کا ' کیونکه انجام هوگا
رهی بے قراري اسیروں کی یوں هی
تو صیاد ! ٹکڑے ترا دام هوگا
موئے هم تو ' پر بے قراري وهي ہے
خدا جانے کب دل کو آرام هوگا

اگر نزع سے جاں بخشي کو آے
تو اِس میں تمھارا بڑا نام هوگا

جو بندہ خانے میں آئے گا، فقیر تم کو دعا کرے گا
کسی کے دل کو جو خوش کروگے خدا تمھارا بھلا کرے گا

عالم اِس حور کي جو جلوہ گري کا دیکھا
پھر یہ جلوہ نہ کسي حور و پري کا دیکھا

پھونچے وھاں کچھہ، جب تیئں پیغام همارا
یہاں تب تیئں آخر هي هوا کام همارا

کیا قتل اور جان بخشی بھي کی
"حسن" اِس نے احساں دوبارا کیا

اُمنڈ کے آنکھہ سے اک بار بہہ چلے آنسو
هنسی هنسي میں، جو ذکر وداع یار هوا

وقت و داع یار دل بے قرار نے
یہ آہ کي کہ عرش مُعَلّےٰ هلا دیا

آنا محال، ہوش میں ہے مجھ سے مست کا
بد ہوش ہوچکا ہوں، میں روز الست کا

کیسی صحبت اُٹھ گئی! کیوں یار، کیا تھا کیا ہوا؟
مٹ گیا نقشہ وہ سب، یک بار کیا تھا کیا ہوا؟

وہ جب تک کہ زلفیں سنوارا کیا کھڑا اس پہ میں جان وارا کیا

مانوں میں وعدہ، فردا اے یار جب ترے وعدے کا فردا ہوتا

تو جو ڈھونڈے ہے "حسن"! خلوت کو
عین خلوت میں اکیلا ہوتا

دل دلاسوں سے کرے ہے آہ و زاری بیش تر
خانۂ ماتم میں ہو پُرسے سے، زاری بیش تر

جان بخشی کو بھی آیا نہ دم نزع "حسن"
اِس نے اِس وقت میں بھی ہم سے چھپائیں آنکھیں

بھلا میں دِوانا سہی پر یہ ناصح
مرے ساتھ بکتا ہے، عاقل کو دیکھو
یہاں تھک کے بیٹھے ہو کیا راہ میں تم؟
چلو راہ رو! اپنی منزل کو دیکھو

حقیقت کہیں کیا، ہم اِس انجمن کی
نہ تھي واں خبر، اپنے ہی تن بدن کي
اگر جاں کنی میں وہ جاں بخش آوے
تو ہو نزع سے جان بخشي "حسن" کی

یہ تو نے مجھ سے نالۂ شب گیر! کچھ نہ کی
یاں دل جلایا اور وہاں تاثیر کچھ نہ کی

کب میں کہتا ہوں کہ میری جان جانے سے رہے
پر تک ایسا ہو کہ یہ دل تلملانے سے رہے
آہ کس کس بے وفائي کا؟ میاں! کیجے شمار
اور تو سب اک طرف، منھ بھي دکھانے سے رہے
کس طرح سے زیست ہو وے گی بھلا اے دوستو!
اب تو قاصد بھی، اِدھر کو آنے جانے سے رہے

آکر بلا سے قتل هي کر جائے مجھے
صورت اِسی بہانے سے دکھلائے مجھے

غم نے ایذا جو اے صنم بخشي
یہ بھي سرکار کي، کرم بخشی [۱]

---

[۱] سخن شعرا - خمخانۂ جاوید -

گرفتار

سنگی بیگ نام، قوم کے مغل فوج میں ملازم، حاتم کے شاگرد تھے، کلام میں تغزل کی شان ہے، زبان بھی صاف اور سلیس ہوتی ہے [۱] -

---

ساقی یہ غنیمت ہے جو دم جام سے گزرے
اس عالم فانی میں بھروسا نہیں دم کا

جستجو دنیا کی مت کر اے "گرفتار" اس قدر
کیا بھروسا ہے جہاں میں، عمر بے بنیاد کا

خانہ خراب، عشق کا ہو اور کیا کہوں
خواب عدم سے سوتوں کو ناحق جگا دیا

اُس طرف گزرے کبھو، اس شہہ سوار حسن کو
اے صبا! کیجو ہماری خاکساری کی خبر

لطف سے تیرے تو کچھ دور نہیں، پر ہم کو
ناتوانی سے ہے ہر ایک قدم پر منزل

---

[۱] مجموعہ نغز ج ۱ ص ۱۳۸ - میر قدرت اللہ قاسم، مرتبہ محمود شیرانی -

خدا کے واسطے، کوئي کہو میرے مسیحا کو
جو آتا ہے تو آ! کوئي رمق ہے جان آنکھوں میں

اے "گرفتار" اس کی باتوں پر نہ بھول
یہ لگاوٹ کی ہیں دل آویزیاں

شکایت ترے جور کي، کیا کریں ہم؟
خدا جو دکھاتا ہے ہم دیکھتے ہیں
جگر جل گیا، آتش غم سے اپنا
تعجب ہے آنکھوں کو نم دیکھتے ہیں

جلتا ہے جگر، جاکے کہو دیدۂ تر کو
اے خانہ خراب! آگ لگے ہے ترے گھر کو

آتش غم سے شب هجراں میں با سوز و گداز
شمع کے مانند جلتا ہوں سحر تک شام سے

شب هجراں میں تیری کیا کہوں؟ جو کچھ کہ گذرے ہے
کٹتے ہے دن تو جیسوں تیوں، پر قیامت رات بھاري ہے

درد ہو جس کے، کچھ دوا کیجے
جي ہي بے چین ہو تو کیا کیجے؟

موج گل، حلقۂ زنجیر ہوئی ہے بلبل
پھنس گئے ہم تو، کہیں تو نہ خبردار پھنسے

دل جو ہے بے قرار کیا جانے ؟
کس کا ہے انتظار کیا جانے ؟
درد مندوں میں، دیکھئے وہ شوخ
کس کا ہو غم گسار ؟ کیا جانے

عظیم [۱]

(مرزا) عظیم بیگ نام، کابلی اصل، مگر دهلی میں آباد هوگئے تهے، " حاتم " کے شاگردوں میں ان کا درجہ بهی بلند تها، قریب قریب هر صف میں طبع آزمائی کی هے، لیکن میدان غزل هی رها هے، کلام میں خیال بندی اور نفاست، لطافت بیان اور مضمون آفرینی کی شان هے - اور آخر عمر میں خواجہ میر " درد " اور " سودا " سے بهی توسل تها - " میر انشا " کا زمانہ بهی پایا تها، بلکہ ان کی هجو میں ایک مخمس بهی موجود هے -

---

اتنی تو بے حواسی، دیدار کی هوس پهر
بس هم نے موسئی دل دیکها شعور تیرا

---

[۱] مجموعہ نغز -

شوق میں تیرے، لگا نام کو عالم کے کلنگ
تو بھی تو مثل نگیں، گھر سے نہ باھر نکلا

موقوف نہ ساقي ھی پہ رکھ کام ھمارا
تو ھي کھیں اے عمر! بھر اب جام ھمارا

جلوہ فرما، کل جو مے خانے میں وہ مے نوش تھا
مثل جام و شیشہ، دل با دیدہ ھم آغوش تھا

ھر آن ھم غني ھیں، عریاں تنی کي دولت
جامہ رکھے سو جانے، دامن دراز کرنا

نالہ و شور و فغاں ھے تری دم سازی سے یار!
ورنہ جوں نے، دل ھمارا محض بے آواز تھا

کل چشم خوں فشاں سے، گلزار پیرھن تھا
دامن کا تھا جو تختہ، یک تختۂ چمن تھا

عقل و ھوش ایدھر کو دل کھینچیں اُدھر وحشت جنوں
دیکھئے ھوتا ھے کس کے یہ دریکتا نصیبہ

بعد میرے ہوئی، یہاں [۱] عشق کو تاثیر نصیب
مثل سیماب، موئے پر ہوئی اکسیر نصیب

روشن کرے ہے نام نگیں کر کے روسیاہ
ہے اس میں بھی ہنر جو کرے اختیار عیب

خاک غبار خاطر و باد دم حباب
آب شراب و آتش رنگ گل بہشت
چاروں یہی عناصر موہوم کر بہم
دل کی ہمارے صانع قدرت نے کی سرشت

پیدا کرے جو نام کوئی تو مٹے ہے کھوج
عنقا کے جی سے پوچھئے نام و نشاں کی بات
بیٹھا ہوں سر لیے تری تقریر پر "عظیم"
جوں شمع سر کے ساتھ ہے میری زباں کی بات

ہوں میں وہ مست ازل ساکن ظلمات کہ جو
حشر کو بھی نہ سنوں کان سے آوازۂ صبح

جوں صبح چاک جیب سے ذرہ پھرے نہ آنکھ
یہاں ہے بہ شکل مہر نظر تار تار پر

---

[۱] تمام نسخوں میں "یہاں" ہے لیکن "یاں" پڑھا جائے گا، اس دور میں اکثر یہی صورت نظر آتی ہے — مرتب۔

غم میں ترے جو یونهیں اڑاتے پهریں گے خاک
پهنچے گی کوئی دن :میں زمیں آسمان پر
جوں شانہ سینہ چاک هوں لیکن سوائے شکر
گذرا کبهی نہ شکوہ سر مو زبان پر
تقریر سر گذشت نہ پوچهو کہ خامہ وار
آتا هے گریہ هر سر حرف بیان پر

بانگ و صلوۃ شیخ پہ ناداں نہ جائیو
یہاں کاتنا گلو کا هے تکبیر سے غرض

هے خاک درسے تري' آرزو تیمم کي
بهرا اگرچہ هے آب رواں سے خانۂ دل

حال دل کہنے کی یارب هم سے کیا تدبیر هو
جوں قلم پہلے زباں کٹ لے تو پهر تقریر هو

خاک ساري پہ سیہ چشموں کي' مت جا اے دل
سرمہ سا پهرتے هیں یہ' آنکهوں میں گهر کرنے کو

دیکهے هے تري چشم تو کہتا هے یہ ساغر
پیمانہ ابهي عمر کا یارب! کہیں بهر جاے

قطرۂ نیساں کا موتي، في‌الحقیقت آب ہے

اشک جب آنکھوں سے ٹپکا، گوهر نایاب ہے

رباعی

پوشاک پہن کے، سج بنائي تو کیا؟

جوں آئینہ کی جو خود نمائي تو کیا؟

موهوم ہے جوں عکس، نظر میں یہ شکل

آئي تو کیا و اگر نہ آئی تو کیا؟

مخمس هجو انشا

وہ فاضل زمانہ هو تم جامع علوم

تحصیل صرف و نحو سے جن کی مچي ہے دھوم

رمل و ریاضي حکمت و هیئت جفر نجوم

منطق، بیاں، معانی، کہیں سب زمیں کو چوم

تیري زباں کے آگے نہ دھقاں کاھل چلے

اک دو غزل کے کہنے سے بن بیٹھے ایسے طاق

دیوان شاعروں کے نظر سے رہے بہ طاق

ناصر علي، نظیري کی طاقت ہوئی ہے طاق

هرچند ابھي نہ آئی ہے فہمید جفت و طاق

ٹنگري تلے سے قدسي و عرفي نکل چلے

نزدیک اپنے آپ کو کتنا هي سمجھو دور

پر خوب جانتے هیں سمجھے جو هیں ذي شعور

وہ بحر کون سی ہے نہیں جس پہ یاں عبور
کب میری شاعری میں پڑے شبہہ سے قصور
بن کر قسل نکالنے کو تم خلل چلے
موزونی و معانی میں پایا نہ تم نے فرق
تبدیل بحر سے ہوے بحر خوشی میں غرق
روشن ہے مثل مہر ' بہ از غرب تا بہ شرق
شہ زور اپنے زور میں گرتا ہے مثل برق
وہ طفل کیا گرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

بقا [۱]

بقاءاللہ نام ' آبائی وطن اکبرآباد ' مولد دہلی اور مسکن لکھنئو تھا - شاعری کے ساتھ ساتھ تسخیر کواکب کا بھی شوق تھا - فارسی میں مرزا فاخر یکتا سے اصلاح لیتے اور غمگین تخلص کرتے تھے - اُردو میں درد اور حاتم دونوں کے شاگرد تھے - خودبیں اور زود رنج آدمی تھے - کسی کو خاطر میں نہ لاتے تھے ' نازک دماغی میں میر اور تندمزاجی میں سودا کا جواب تھے - معرکۂ سخن میں دونوں سے دست و گریبان ہو جاتے تھے - میر کی نسبت کہتے ہیں :—

پگڑی اپنی سنبھالئے گا میر
اور بستی نہیں یہ دلی ہے

---

۱ - بقا ' کو بعض تذکرہ نویسوں نے صرف '' حاتم '' کا شاگرد لکھا ہے ' اگرچہ '' درد '' کا زمانہ بھی پایا تھا ' لیکن ان کے کلام پر '' حاتم '' کی پیروی کا رنگ غالب ' ہے اس لئے '' حاتم '' کے تلامذہ کے سلسلے میں ان کا نام رکھا گیا - مرتب -

ایک جگھ 'سودا' اور 'میر' دونوں کے متعلق لکھتے ھیں -

'مرزا' و 'میر' دونوں باھم تھے نیم ملا
فن سخن میں یعنے ھر ایک تھا ادھورا
اس واسطے "بقا" اب ھجووں کي رسیماں سے
دونوں کو باندھہ باھم میں نے کیا ھے پورا [۱]

بقا کی زندگی افلاس اور تنگدستي میں گذري لیکن خود داري کا دامن کبھی ھاتھ سے نہیں چھوٹا -

بقا کي طبیعت میں رنگیني اور شگفتگي تھي اس سے اُن کے کلام میں درد کم ھے - زود رنجی اور تند مزاجی نے اُن کو ھجو گوئی کی طرف مائل کر دیا تھا -

بقا سنہ ۱۲۰۶ھ میں عتبات عالیات کي زیارت کے لئے روانہ ھوئے مگر راستے میں انتقال کیا -

---

خال لب آفت جاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
دام دانے میں نہاں تھا مجھے معلوم نہ تھا
خواھش سود تھی سودے میں محبت کے ولے
سر بسر اس میں زیاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

---

[۱] مجموعۂ نغز ج ۱ ص ۱۱۱ -

میں تو آیا تھا "بقا" باغ میں سن جوش بہار
پر یہ ہنگام خزاں تھا مجھے معلوم نہ تھا

پہنچی اُس بت کو خبر نالۂ تنہائی کی
مدعی کون کھڑا تھا پس دیوار لگا

قضا نے حال کل، جب صفحۂ تقدیر پر لکھا
مری دیوانگی کا ماجرا زنجیر پر لکھا

کعبہ تو سنگ وخشت سے اے شیخ مل بنا
کچھ سنگ بچ رہا تھا سو عاشق کا دل بنا

ڈالا نہ بار عشق، زمیں پر "بقا" نے یار
سر سے اگر گرا تو لیا تھام دوش پر

آئینہ دیکھ جو کہتا ہے کہ اللہ رے میں
اس کا میں دیکھنے والا ہوں "بقا" واہ رے میں

تجھ سیہ چشم سے امید وفا جو رکھیں
چاہئے اشک سے پہلے ہی وہ منہ دھو رکھیں

کیا کریں ؟ سینہ جو ناصح سے چھپاتے نہ پھریں
داغ سے داغ ھیں کچھ اپنے گریباں کے تلے

دل سے نکلے کہیں پابوسئی قاتل کی ھوس
کاش وہ خوں کو مرے رنگ حنا ھی جانے
تیرے بیمار کو کب ھووے شفا جس کے طبیب
نہ تو کچھ درد کو پہنچے نہ دوا ھی جانے

کچھ تعین نہیں اس راہ میں جوں ریگ رواں
جس جگہہ بیٹھ گئے آہ وھی منزل ھے
کھول دو ! عقدۂ کونین "بقا" کے پل میں
یا علی تم کو یہ آسان، اُسے مشکل ھے

جدا مت ھو اے داغ چھاتی سے میرے
گئے دل کا، اب اک نشاں ھے تو تو ھے

تصحیح اغلاط

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	۴	اشروع	شروع
۲	۱۲	۹	کرادیں	کردیں
۳	۲۲	۱۷	اُساسان	اُساساں
۴	۲۶	۳	فطب	قطب
۵	۲۶	۱۷	نانون	نانوں
۶	۲۶	۱۸	طوبان سون	طوباں سوں
۷	۲۷	۱۷	کون	کوں
۸	۲۸	۷	پھولان	پھولاں
۹	۲۸	۸	تون	توں
۱۰	۲۸	۹	چمنان	چمناں
۱۱	۲۸	۱۳	سون	سوں
۱۲	۲۸	۱۴	کون	کوں
۱۳	۲۸	۱۹	تون	توں
۱۴	۲۹	۷	اوس	اُس
۱۵	۲۹	۱۹	کون	کوں
۱۶	۳۰	۱۲	شاهان	شاهاں
۱۷	۳۰	۱۷	میرا گلستان	مرا گلستاں

نمبر شمار	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸	۳۰	۲۰	تون	توں
۱۹	۳۰	۲۱	امامان	اماماں
۲۰	۳۱	۹	تین	تیں
۲۱	۳۳	۱۸	دپا	دیا
۲۲	۳۴	۶	تاز	ناز
۲۳	۳۸	۱	حمار	خمار
۲۴	۴۰	۳	نین	نیں
۲۵	۴۰	۱۶	انندان	انندا‌ں
۲۶	۴۵	۲	حون	خوں
۲۷	۵۴	۹	ایس	اپس
۲۸	۵۴	۱۶	رصوان	رضوان
۲۹	۵۶	۱۶	نین	نیں
۳۰	۹۱	۲۱	میزان	میزاں
۳۱	۹۲	۱	عاشقان	عاشقاں
۳۲	۹۷	۴	کون	کوں
۳۳	۹۸	۵	اَن	اِن
۳۴	۹۸	۱۰	آئین	آئیں
۳۵	۱۴۷	۲۰	محزون	محزوں

نمبر	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۶	۱۵۹	۸	آسمان اور زمین	آسماں اور زمیں
۳۷	۱۵۹	۹	کون	کوں
۳۸	۱۵۹	۱۳	سکون	سکوں
۳۹	۱۵۹	۱۷	جہان	جہاں
۴۰	۱۹۷	۱	رمانے	زمانے
۴۱	۲۰۰	۶	الطوار	اطوار